

حجۃ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
اور اُن کے خلفاء

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمن

مجلس نشریات اسلام
۱۔ کے ۳۔ ناظم آباد ۱۔ کراچی ۱۵۱

سلسلہ مطبوعات مکتبہ

حَضْرَت
حاجی امداد اللہ عہد مجریؒ
اور اُن کے خُلفاء

از

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمن



ناشر

مجلس نشریاتِ اسلام

۱۰۰-۳، بازار ایشیائی، لاہور اور کراچی

مجموعہ حق طاعت و شایعہ
پاکستان میں ان کے تعلیمی و ادبی خدمات پر

۱۹۸۳ء

| | |
|----------|----------------------------------|
| نام کتاب | حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر ترمذی |
| تالیف | اور ان کے خلفاء |
| طبعیت | ڈاکٹر حافظ قاری فیض الرحمن |
| صفحات | نویسہ پرنٹرز ناظم آباد کراچی |
| قیمت | ۳۰۴ |
| | /- روپے |

ناشر

فضل ربی ندوی

○

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔ ۳۰ ناظم آباد کراچی

مجموعہ حق طاعت و شایعہ
پاکستان میں ان کے تعلیمی و ادبی خدمات پر

۱۹۸۳ء

مجلس نشریات اسلام

فہرست

| | | |
|-----|----|---|
| ۱۰۵ | ۱۰ | ۱۰۔ شیخ العرب والہم حضرت شیخ اظہار اللہ تھانی مہاجر |
| ۱۱۱ | ۲۸ | ۱۱۔ قطب الاولیاء حضرت مولانا شمس الدین گنگوہی |
| ۱۱۲ | ۲۸ | ۱۲۔ جبر الہام مولانا محمد قاسم کاشمیری |
| ۱۱۶ | ۵۰ | ۱۳۔ مولانا خلیل الرحمن مہاجر |
| ۱۱۹ | ۶۰ | ۱۴۔ مولانا فتح محمد خان |
| ۱۲۳ | ۶۲ | ۱۵۔ علامہ سید بلال علی کاشمیری |
| ۱۲۵ | ۶۴ | ۱۶۔ حضرت مولانا سید صفیر حسین دیوبندی |
| ۱۲۸ | ۶۷ | ۱۷۔ شاہ شرف الدین احمد |
| ۱۳۲ | ۶۸ | ۱۸۔ شیخ محمد قاسم نیکوئی |
| ۱۴۰ | ۷۰ | ۱۹۔ حافظہ سلسلہ شریعت |
| ۱۴۱ | ۷۱ | ۲۰۔ حضرت مولانا حافظہ جلیل الرحمن |
| ۱۴۳ | ۷۵ | ۲۱۔ مولانا سید حسن خان ٹوکی |
| ۱۴۴ | ۸۰ | ۲۲۔ مولانا شرف الحق دیوبندی |
| ۱۴۵ | ۸۱ | ۲۳۔ مولانا سید اختر حسین مہاجر |
| ۱۶۸ | ۹۰ | ۲۴۔ مولانا احمد حسن کاشمیری |
| ۱۶۹ | ۹۲ | ۲۵۔ شیخ احمد مولانا محمد حسن دیوبندی |

| | | |
|-----|-----|---|
| ۲۳۱ | ۱۷۱ | ۲۳۔ مولانا غلام حسین دیوبندی |
| ۲۳۲ | ۱۷۲ | ۲۴۔ مولانا سکیم علی شمس گنگوہی |
| ۲۳۳ | ۱۷۹ | ۲۵۔ حاجی سید محمد عابد حسین دیوبندی |
| ۲۳۶ | ۱۸۳ | ۲۶۔ شاہ محمد حسین الزبیدی |
| ۲۳۸ | ۱۸۶ | ۲۷۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دیوبندی |
| ۲۶۱ | ۱۸۴ | ۲۸۔ مولانا محمد نور عبداللہ شاہ صاحب جلال آبادی |
| ۲۶۲ | ۲۰۸ | ۲۹۔ حضرت میر محمد علی شاہ صاحب کراچی |
| ۲۶۳ | ۲۱۸ | ۳۰۔ مولانا محمد رفیع آبادی |
| ۲۶۴ | ۲۲۶ | ۳۱۔ حضرت مولانا محمد الدین دیوبندی |
| ۲۶۷ | ۲۲۹ | ۳۲۔ مولانا سعید اللہ دیوبندی |

باب دوم

اس میں آپ سے بیعت ہونے والوں اور استعاذہ کرنے والوں کا ذکر ہے

| | | |
|-----|-----|------------------------------------|
| ۳۹۳ | ۲۰۰ | ۱۔ مولانا ذوالفقار علی دیوبندی |
| ۳۹۴ | ۲۰۴ | ۲۔ مولانا فیض الرحمن سہارنوی |
| ۳۹۵ | ۲۰۸ | ۳۔ مولانا خلیل الرحمن سہارنوی |
| ۳۹۶ | ۲۰۹ | ۴۔ حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندی |
| ۳۹۷ | ۲۰۸ | ۵۔ مولانا محمد ظفر حسین صاحب قراچی |
| ۳۹۸ | ۲۰۵ | ۶۔ مفتی غلام سرور دیوبندی |
| ۳۹۹ | ۲۰۹ | ۷۔ مولانا نور احمد ترمذی |
| ۴۰۰ | ۲۱۱ | ۸۔ مولانا عبدالرحمن سہارنوی |
| | ۲۱۲ | ۹۔ حافظہ نامہ رشتہ |

باسمہ سبحانہ

دیباچہ

(از سید نفیس الدین)

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی قدس سرہ دم ۱۳۱۴ھ کا شمار برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے اکابر و اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی۔ آپ کی ذات گرامی بلند منزلات علم و صلاح کا مرجع تھی۔

حضرت حاجی صاحب بڑے عالی نسبت بزرگ تھے۔ آپ کے شیوخ طریقت امیر المومنین امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید قدس سرہ (دش ۱۲۴۶ھ) سے نسبت دیتے۔ کاشف رکھتے تھے۔ خود حضرت حاجی صاحب کو نہایت مفسر سی کے عالم میں حضرت سید صاحب کی گود کی سلالت حاصل ہوئی تھی۔ یہ ۱۳۵۵ھ کی بات ہے جبکہ حضرت سید احمد شہید نے اپنے عالی مقام حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (د ۱۲۶۶ھ) کے قرآن دارشاد سے دعا کی کہ وہ کیا تھا اس بارگ سفر میں تھانہ مہمون یا نارت کے مقام پر ایک کسں بچہ بھی حصول برکت و سعادت کے لیے حضرت سید صاحب کی گود میں دیا گیا۔ آپ نے اسے بیعت جبرگ میں قبول فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب بچپن کے اس شریک دانے کو اپنی مجلس میں بیان فرمایا کرتے تھے: مولانا صاحب القین راوی ہیں:

”فرمایا: میں میں سال کا تھا کہ سید صاحب کی گود میں دیا گیا اور انھوں نے مجھ کو بیعت جبرگ میں قبول فرمایا“

(شہادۂ امداد ۵۳۰، امداد الشائق ص ۱)

یہ ایک عجیب قدرتی اتفاق ہے کہ اسی مبارک سفر میں ہی مدظلہ سہارنپور میں حضرت حاجی صاحب کے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی اور چچا پیر و مرشد

حضرت میا نجی نور محمد خاں نوچی بھی حضرت سید احمد شہید کی بیعت و اجازت سے شرف اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیعت سر حلقہ مجاہدین حضرت مولانا سید نصیر الدین دہلوی قدس سرہ (د ۱۲۵۶ھ) سے تھی۔ وہ بھی حضرت سید صاحب کی تحریک جہاد کے رکن رکن تھے، بلکہ حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد انھوں نے تحریک جہاد کو از سر نو زندگی بخشی۔ نقاب وزیر الدولہ والہی ٹوٹ کر نکلتے ہیں:-
”سید صاحب کی شہادت کے بعد غلیظ خدا کی ہدایت، شریعت کے احیاء کا کاروبار بے آب و تاب ہوتا رہا۔ خدا کی رحمت سے مولانا سید نصیر الدین کی بدولت اس کاروبار میں بے اندازہ رونق اور پھیلا پیدا ہو گئی۔“
(مدلیا الویر۔ جلد اول ص ۸)

الاصل حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی نفس نفیس، آپ کے مرشد اول حضرت مولانا سید نصیر الدین دہلوی، مرشد ثانی حضرت میا نجی نور محمد صاحب جمنیہ نوچی اور پھر آپ کے دادا پیر حضرت حاجی عبدالرحیم شہید ولایتی رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب امیر المومنین امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کے حلقہ عقیدت و ارادت اور سلسلہ بیعت و ارشاد سے وابستہ ہیں۔

اس سلسلہ طلائعے ناب است

اس خانہ تمام اکفاب است

یہ امیر المومنین حضرت سید احمد شہید قدس سرہ ہی کی نسبت باطنی کا اثر معلوم ہوتا ہے جبکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب صاحب گرامی اور ان کے شیوخ کرام و علما عظام کے سینوں میں جذبہ جہاد موجزن رہا۔ حضرت حاجی صاحب اپنے مرشد اول مولانا سید نصیر الدین دہلوی کے ہمراہ جہاد میں شریک ہونا چاہتے تھے لیکن والد ماجد کی بیماری و وفات اور پھر اس دوران میں حضرت پیر و مرشد کی شہادت سے ارادہ موٹوں ہو گیا۔

آخر ۱۵۰۵ھ کی جنگ آزادی میں اسلاف کرام و پیران کرام کی سنت جہاد ادا کرنے کا وقت آگیا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے تھانہ مہمون اور شاملی کے

نیز لکھنؤ ب حضرت حاجی املا دائرہ صاحب مابرجہ کی اور ان کے خلفاء میرے
عہد مجلس جناب ٹرانس کا فطرتی فیوض الرحمن صاحب کی عہدہ تائید ہے۔ انھوں نے
شہادت و رحمت سے یکن ب کھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو مشکور فرمائے
اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ آمین

احقر نقیض الحسینی

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

میدانوں میں علم چرا رہا۔ کیا۔ ہمارے میدان جنگ میں غالب تھے کہ قہر نے پانچ پٹیاں لگائی
فرج کے طلب کیے یہ حضرت حاجی صاحب نے مکر منظر کو بھرت فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کو جو میں شریعت میں لیے پتہ مقبولیت و عظمت کی
آپ کی عظمت و شہرت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا۔ اطراف عالم سے خلق خدا ہر روز
آپ کے حلقہ فیض و ارشاد میں داخل ہوئی۔ افرادِ عاشقین میں ہے:

”مناظرینِ حقیقتِ مہربانیں، باوجود قیامِ کھمبہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر
شہرت کا پرانا کارہ ہے حضرت محمد ج کے برابر شائع نہیں کسی کو اس
درجہ شہرت نہیں ہوئی۔“ (عقلم)

حضرت حاجی املا دائرہ صاحب مابرجہ کی قدس سرہ جابر شیخ العرب والجم تھے اور
بلالِ اجماع نامہ وقت اور رکبہ روزگار شیخ طریقت تعلیم کئے گئے آپ کے خلفاء کو بھی جلالِ عظیم
اور اپنی اپنی جگہ مقبولِ عام تھے۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کو شریعت محمدیہ اور سنت نبویہ
علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے انوارِ برکات سے نور کر دیا۔ بالخصوص آپ کے خلفاء اعظم
قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور قاسم العلوم والیازت حضرت
مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہا کے ذریعے اس سلسلے کے فیوضِ برحق کے حدود سے نکلی کر
دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچے مسلمانوں کے سوا اور اعظم نے ان کے دستِ برحق پرست پر سمیت
کاوش حاصل کیا اور سعادت و نجات افزوی کی لہر پائی۔

حضرت حاجی صاحب اور ان کے خلفاء کرام کو طہر و متہان کا مسک حق و احسان
ہے۔ انھوں نے مسلمانوں میں فرقہ بندی کے تصور کو پیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا اور
اتحاد میں مسلمانین کے لیے عہدِ برکات کو نشان رہے۔ ان کا لقب العین کا فرقہ نہیں جس کی
مقام۔ انھوں نے صحت محمدیہ علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کو عشق و محبت اور باہمی الفت و
لیگا گت کا درس دیا۔ لاکھوں گوشوں میں گانِ خدا نے ان سے عشیت الہی اور حبِ نبوی
کی نعمت بے بہا اور دولتِ لازوال پائی۔ بلاشبہ ان مقبولانِ بارگاہِ خداوندی نے اس دور
میں اپنے عہدِ عمل سے صورتِ قیام کے مستحقین اور علماء سلف صالحین کی یادِ باز کر دی۔
رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حافظ محمد شمس الدین نے شہادت پائی۔ انگریز کے عدم تسلیم ہو گئے اور اس نے پکڑا جھکا شروع کر دی۔ علانیہ رہائش پر نہیں اپنی دستوں کے باوجود تنگ ہونے لگی اور کام کامیابان چند میں تنگ ہونے لگا۔ بعض اصحاب کچھ عرصہ درپوش رہے اور بعض نے ہجرت کی طمانی شیخ مولانا نے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کو ترجیح دی۔ ۱۲۴۹ھ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ پھر "صفاء" میں اقامت پذیر ہوئے۔ پھر خانہ البابہ میں زندگی کی آخری گھڑیوں تک رہے۔ بہت عرصہ تک دیگر اولیاء کی طرح فقر و فاقہ اور عسرت میں رہے۔ گلاس حال میں بھی صابر و شاکر جس حال میں اللہ رکھے اس پر راضی، ایمان پاک کرحالات نے پٹکا کیا اور اللہ تعالیٰ نے محسوس کو تیسرا ونگی کو فراخی میں تبدیل کر دیا۔ قلب وقالب سے مجاہدوں اور عبادتوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ہمیشہ زاہد فکر اور مراقبہ میں رہنے لگے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی۔

بڑے بڑے علما اور شیخ استفادہ کے لئے داخل ہوئے اور آپ سے معرفت کا درس لیا اور اسی معرفت و یقین کو آگے بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ کی تربیت اور طریقت کی لایسی برکت دی کہ اس کے انوار تمام اطراف عالم میں پھیل گئے۔ طریقہ حقیتہ صابریہ کی تجدید کی اس میں بڑے بڑے علما اور فضلاء داخل ہوئے۔

ان سے اللہ نے ایک عظیم کونفیع دیا، جس کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ ان میں سب سے بڑے شیخ قاسم الشیخ رشید داہرہ مولانا یعقوب امولوی احمد حسن، مولوی محمد حسین اور مولوی اشرف علی ہیں اور یہ سب اپنی اپنی جگہ شروع ہو گئے اور ان سے ایک شیعہ نے فائدہ حاصل کیا۔ ذیل الشریعہ تھے۔ تعصب اور تشدد سے بہت دور شیخی مولانا رحم سے بعد لگاؤ تھا اس کا وہ بھی دیتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کی تلقین بھی کرتے تھے کہ اسے پڑھا جائے اور اس میں غور و فکر کی جائے۔

شیخ اعجاز حضرت شیخ امد اللہ تھانوی مابرجی

شیخ عارف اکبر امد اللہ بن محمد امین تھانوی مابرجی ان اولیائے عارفین میں سے تھے جن کی تعریف و توصیف میں سب زبانیں متفق ہیں۔

۱۲۳۲ھ فرم ۱۲۳۲ھ غنیمت ناوۃ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ بخاری رسالہ پڑھے۔ حصین اور ششوی مولانا رحم مولانا قلندر بخش جلال آبادی سے پڑھیں۔ پھر دہلی پہنچے اور حضرت مولانا سید نصیر الدین فارسی حضرت مولانا فریح الدین محدث اور شاکر دانا حضرت شاہ محمد علی صاحب تیس سرو کی خدمت میں مکرنازل مسوک ٹھیکس اور ان سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ ان کی شہادت کے بعد آپس "مقتلہ بہمن" آئے۔ پھر وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ پھر "برہنہ" پہنچے وہاں شیخ نور محمد جنمناوی کی خدمت میں عرصہ تک رہے اور ان سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر معرفت کے دروازے کھول دیئے اور انہیں راسخ علما کی صف میں لاکھڑا کیا۔ چنانچہ اپنے مرشد کے ارشاد پر سلسلہ کی ترویج و اشاعت میں لگ گئے۔

۱۲۴۹ھ میں مسلمان انگریز حکومت کے خلاف اللہ کی طرف سے ہونے لگاؤ اور پھر نگر کے علما اور علما کی ایک جماعت جس کے ساتھ دیگر صالح مسلمان بھی شامل تھے، انے انگریز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ان سب نے شیخ امد اللہ کو اپنا سربراہ بنایا۔ ضلع منٹھرنگر کے ایک گاؤں شاملی کے میدان میں یہ جماعت انگریز حکومت کے مقابل ہوئی۔ اس میں حضرت

کے فیضان و مسندت شیخ الحدیث شاہ محمد اسلمی صاحب کے شاگرد اور داماد تھے حضرت حاجی صاحب کو چند دینی شیخ کی خدمت میں رہنے کی نوبت آئی مگر شیخ کی طرف سے خود راہنمائی سے مشرف ہوئے۔ اب چونکہ صفات قلب اور انوار کی شرت ہو گئی تھی چنانچہ مکہ مکرمہ شریف، انقرطیہ، عراقینہ و صاحب حدیث بجلال آبادی سے شروع فرمائی اور جس حصین اور فقہ ابراہیم جعفری مولانا عبدالرحیم صاحب نانوتوی سے یہ ہر دو حضرات مفتی امجدی کا یہ صلیبی کے ارشد تلامذہ

ایک خواب کی بنا پر حقوق میاں جی نور محمد مجنباؤنی سے بیعت ہوئے۔ کچھ ہی دن حقوق شیعہ کی خدمت میں حقوق نقیہ رہے تھے کہ خزانہ خلافت سے مشرف ہوئے حقوق نے اجازت کے بعد ایک آخری امتحان فرمایا اور مجاز و غلیف سے دریافت کیا کہ کیا چاہتے ہو تسبیح یا کیمیا؟ حقوق یہ سخت امتحانی فقہوسن کر روئے گئے اور عرض کیا کہ عرض محبوب حقیقی کی خواہش ہے۔ دنیا کی کئی چیز نہیں چاہیئے۔ روحانی باب نے یہ فرقہ سنا اور لڑائے بیٹے کی اس حکومت پر آخر میں فرمایا اور ننگہ فرما کر بے حد دعائیں دیں یہ سلسلہ فیض جاری تھا کہ ۱۲۹۹ھ میں روحانی باب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

طہار کی حاجت میں سب سے اول حضرت اقدس خیر المومنین مولانا رشید احمد صاحب
گنگوہی نے خانہ ۱۲۶۳ میں بیعت کی اور اس کے کچھ دنوں بعد حضرت اقدس خیر المومنین
مولانا محمد قاسم نانوتوی پانی والا سلم دیوبند نور الدین قادری نے بیعت کی۔ اجازت بھی حضرت
گنگوہی کے بیٹے ہے اور حضرت ذیل مولانا عبدالرحمن صاحب کا جھلوی مولوی محمد ساجد
پانی پتی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی مدرس اول مدرس دیوبند حافظ محمد رفیع
صاحب پانی پتی حافظ صاحب خاں صاحب تھانوی مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپور پانی

ان کی چند عمدہ تصانیف بھی ہیں، جو سب کی سب محبت الہی، معرفت اور صورت
میں ہیں۔ ان میں "مدیۃ القلوب" و "نوریۃ" و "ارشاد و مرشد" و "کلوا و مرثیۃ" و "جنتیہ" و "تجلیات
تجلیات" و "تغلقہ روح" اور "دو نامہ فرماں" سب کی سب اردو میں ہیں اور ان میں کئی کئی مرتبہ
۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۰ء بروز چار شنبہ کو مکہ مکرمہ میں وصال ہوا اور "مسئلۃ" میں
شعر رحمت اللہ کے قریب دفن کئے گئے۔

مولانا محمد ربا لکھتے ہیں: "حضرت فاروقی القصب، در مشرق المذنب بطرقت حضرت
کلام تھے حضرت کی ولادت ۲۲ صفر ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء بمصر شہر بمقام قصبہ فاروقی مشرق کا پڑ
میں ہوئی۔ یہ قصبہ سہارنپور سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ حضرت کے ہمسال کاٹن
ہے حضرت کی عمر تین سال کی تھی کہ حضرت سید احمد شہید کی انوش میں دے دئے گئے اور حضرت
نے رعیت تبرک سے نوانا۔ حضرت کی عمر اسی سات ہی برس کی تھی کہ حضرت کی والدہ بی بی عینی
بنت حضرت شیخ علی محمد صدیق فاروقی نے انتقال فرمایا۔ ابتداء ہی سے حضرت کے قلب میں
خط قرآن کا ایک شوق اور دلور تھا۔ اس لئے باوجود کمی دوسرے کے زور نہ ہونے کے
خود اپنے شوق سے حضرت نے کلام مجید حفظ فرمایا۔ ۱۱۴۹ھ میں جبکہ حضرت کی عمر سال کا
تھی مولانا مملوک علی صاحب کے پہلے دہلی کے سفر اتفاق ہوا وہاں مشائخ وقت سے علوم
مبارکی کی تحصیل شروع فرمائی اور کچھ ابتدائی کتب فارسی و عربی صرف و نحو پڑھائی تھیں
علوم باطنیہ کی طرف کشش ہوئی۔ قبل اس سے کہ علوم مبارکی سے فراغت ہو دوسرے علوم
کی طرف توجہ ہوا اور شانہ سال کی عمر میں حضرت نے شیخ وقت مولانا عبد اللہ بن محمد بختیاری
کے دست مبارک پر سیت کی اور ان کا لفظ بنیاد اخذ فرمائی حضرت شیخ ابوالفتح بن ابی اناس

صاحبزادہ قدس، پشیمانی خاں قدس، قادریہ قدس، نقشبندیہ مجددیہ قدس، سید، سرور و
قدس اور کیر ویر قدس۔ سلاسل میں جناب فیض آب قبلہ حقیقت و کبریا معرفت حضرت
میراں جیوشاہ نور محمد صاحبانوی سے خلافت حاصل ہے۔ بہت سے مشہور علماء مثلاً مولانا
رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشیدنا خان نظامی محبت الہی کی بانی
الہ آبادی حضرت حاجی صاحب کرمیہ ہوئے اور سب کی ولی ماریں حاصل ہوئیں چنانچہ انہوں
نے ضیاء القلوب میں وصایا کے تحت ارشاد فرمایا ہے

”جو شخص کراس فقیر سے محبت، عقیدت اور ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد
اور مولوی محمد قاسم کو جو علوم باری و باطنی کے تمام کمالات کے جامع ہیں بغیر حاجی صاحبان
کی بجائے بلکہ مجھ سے بلند ہے۔ اگرچہ انہوں نے معاملہ برکس ہو گیا کہ میری نگاہ
میں ان کی جگہ ہو گیا۔ ان کی صحبت کو نعمت سمجھیں کہ ان جیسے حضرات اس زمانہ میں
نایاب ہیں اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہیں۔“

حق یہ ہے کہ وہ (حاجی صاحب) اس زمانہ میں یگانہ گشت ہیں۔ خدا کے زمانہ میں جگہ
سے جگہ کا پا کر کھڑے بہت گئے اور اس بارگت مقام پر ہر چہ شاہان کی ہی طرف رجوع کرنا
ہے۔ ہمیشہ ہر مشرفین میں شہنوی مولانا دم کا درس دیتے ہیں۔ خدا کے روح رضیاء القلوب،
حضرت انشاق، جاما اکر اور شاہ و مرشد اور غلامک ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔

مولوی محمد تقیہ نقشبندی، حافظ محمد یوسف نقشبندی، مولوی کرامت علی انبیاوی اور
مولوی محمد ابراہیم ابراہروی ان کے خلفائے مجاہد ہیں۔ نیز بغیر جامع الادب (مولوی صاحب علی)
بھی مولانا محمد رشیدنا خان نظامی محبت الہی کے توسط سے حضرت کے علم میں داخل ہے اور ہر مسئلہ
میں ہدایت و اجازت حاصل ہے۔

مولانا فیض الحسن صاحب ادیب سائنس پوری وغیرہ اکابر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔
۱۲۱۲ھ ضیاء المبارک ۱۲۸۴ھ کو بنی خدیجہ بنت حاجی شفاعت خاں رامپوری سے
بعض سامنے ریال مہر نکاح کیا گیا۔ شہر و دیوبند زبان رتبہ تھا۔
اے خدا ایں بندہ را رسوا کن
گر ہم ہم ستر میں پیدا کن

بالآخر چوڑی سال تین ۱۰۷۱ھ میں روزگار ایک کومرور فرما کر ۱۲۸۴ھ کو لاہور
۱۳۱۱ھ میں مطابق ۱۲۹۹ھ بروز ہفتار شنبہ بوقت آذان صبح محبوب حقیقی سے داخل ہوئے
اور اہل دنیا کو مفارقت کا واقعہ دیا۔ جنت المثلیٰ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی
ثم المکی بانی دار حوصلہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔

تصانیف ۱۔ حاشیہ شہنوی مولانا دم۔ یہ شہنوی دہلی پر فارسی زبان میں حاشیہ ہے۔
اعلیٰ حضرت کی حیات میں اس کے صرف ۲ حصے طبع ہو سکے۔ باقی بعد میں طبع ہوئے۔
۲۔ خدا کے روح۔ یہ ۱۲۹۴ھ میں تحریر کی گئی۔ ۲۔ جاما اکر۔ یہ ۱۳۰۲ھ میں تالیف
ہوا ہے۔ ۳۔ شہنوی حضرت انشاق۔ یہ ۱۲۸۹ھ میں لکھی گئی۔ ۴۔ رسالہ روح غمناک۔ ۵۔
ارشاد و مرشد۔ سنہ تالیف ۱۳۰۲ھ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ۔ ۶۔ رضیاء القلوب و فارسی، ۱۲۸۲ھ
میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائی۔ اس کتاب کا تاریخی نام قرعہ دل ہے۔ ۷۔ وصیۃ الوجوہ۔
۸۔ فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ۹۔ گلزار معرفت۔ اعلیٰ حضرت کی یہ تالیفات اب کلیات الاولیہ
کے نام سے مشہور معروف ہیں۔ ۱۰

مولوی رحمان علی لکھتے ہیں: ”مولانا حاجی احمد دانش، علوم نظامیہ و باطنی کے جامع ہیں۔ پیشتر

علاؤ الدین احمد غازی لکھتے ہیں:

۱۔ صاحب سلسلہ کارکنان سلسلہ اہل حق و عدل مدنی، میں امرورہ جانا۔ وہاں حضرت شاہ عبدالغنی
 دم ۱۱۱۲ھ حضرت شاہ عبدالغازی (دم ۱۱۹۰ھ) اور حضرت شاہ عبدالباری (دم ۱۱۲۶ھ) نے
 تحریک نفس اور تجلیہ باطن کی وہ مجلسیں گرم کیں کہ فضائل تک بھگت کا اٹھیں شاہ عبدالباری کے تلمیذ
 حاجی سید عبدالرحیم نامی (دم ۱۲۶۶ھ) شیخ کی مجلس سے دین کا ایسا دروازہ کھلے کہ جس تک
 نفع دے، اس پر رشتہ کے لئے کوٹاں رتبہ جبب حضرت سید احمد شریف نے جہاد کی تیاری کی تو
 ان کے ساتھ ہو گئے اور بالا کوٹ کے میدان میں رطلے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے تلمیذ میراجی
 نور محمد چمنی (دم ۱۱۵۹ھ) کے سامن تربیت سے ایک ایسا شخص اٹھا جس نے صاحب سلسلہ
 کو جہاد کی انتہائی منزل پر پہنچایا۔ حاجی امجد اللہ مبارک کی فیریں ہندوستان تک ہی
 محدود نہیں رہے۔ دیگر ملک اسلامیہ میں بھی ان کے اثرات پہنچے۔

حضرت حاجی امجد اللہ صاحب (دم ۱۲۲۲ھ) میں تھا۔ بھون میں پیدا ہوئے تھے ابتدائی
 تعلیم تربیت کے بعد مجاز چلے گئے۔ وہاں سے واپس آئے قرار شاد و تفتیش کا سبک دہرا کر دیا
 اللہ تعالیٰ نے انہیں دلدادہ کی بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ اوحد اسیویں صدی کی تین
 عظیم الشان تحریکوں کا منبع و مخرج تھے۔

۱۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے جو تحریک فیضیہ میں مدنی میں شروع ہوئی جس
 نے بالآخر ہندو کے شکل اختیار کی۔ ان ہی کے خلفاء و سربراہوں کی پرنسپل جس جہاد کا نتیجہ تھی۔
 مولانا شید احمد لکھنوی (دم ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد قاسم نقوی (دم ۱۲۶۰ھ) مولانا محمد تقی نقوی
 اور حاجی محمد عابد صاحب ان کے خلفائے شیخ احمد مولانا محمد حسن مولانا محمد قاسم کے باقی ہیں
 تھے۔ انہی بزرگوں کی کوششوں سے دینی تعلیم کا پھر چا ہوا۔

۲۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لئے اسیویں صدی کے آخر اور پندرہویں صدی کے شروع میں

دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حاجی صاحب
 کے بغیر تھے نصرت صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرلے قصبہ کی ایک گڑھ میں کوششیں
 دیگر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا لیکن مولانا تھانوی کی تحریک
 بمعہ وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی اور مولانا محمد الیاس کی دینی تحریک کو حاصل ہوئی۔

مولانا محمد الیاس، مولانا زبیر احمد لکھنوی کے مرید تھے۔ جو دینی بصیرت اور عقائد اسلامیہ
 نے انہیں جنایت قرار دیا تھا اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی۔ گزشتہ صدی میں کسی بزرگ
 نے نہیں چھپتے سلسلہ کے اسلامی اصولوں کو اس طرح جذب نہیں کیا جس طرح مولانا محمد الیاس نے
 کیا تھا۔

۳۔ اسیویں صدی کی تیسری تا چہر تحریک آزادی وطن کی تھی۔ اس سلسلہ میں خود حاجی صاحب اور
 ان کے شاگردوں نے جو کارنامے نمایاں انجام دیئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں آب زر سے کہنے
 کے قابل ہیں۔ خود کہ زمانہ میں تھا۔ انہوں کا انتظام حاجی صاحب نے اپنے ہاتھ میں لایا
 تھا۔ خود دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصل فرماتے تھے۔ آزادی وطن کے جس جذبے نے
 حاجی صاحب کے قلب رگڑا کر انہیں اتحاد شیخ احمد و مولانا محمد علی کے سپرد میں ایک مخلص بن گیا
 تھا۔ وہ دوران کے وقت کار و رفاغہ نے ہندوستان سے انگریزی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے
 لئے جن مصائب کا شکار کیا، تاریخ ہند کا کیا یادگار موزن ان کو بھلائے نہ سکے گا۔

۱۔ صاحب سلسلہ لکھتے ہیں:

۱۔ حضرت مولانا شید احمد صاحب کو راج بھی ملانے کا رتبہ تھا۔ جتنا جہاد ان سے عقیدت رکھتا
 ہے۔ حاجی صاحب نے ہر زمانے میں ہر خیال کے عالم سے فیض رسانی کا سکہ منوالیا تھا۔ ہندوستان

تو مولانا کے خلفا میں۔ مگر جناب مولوی شاہ احمد انیسویں کو جو نسبت روح مقدس حضرت مولانا سے عارض تھا اور حضرت چاچا سے وہ عشاقی ایشیہ کے درجہ تک نہیں ملتا یہ بدیہ جواہری خلافت کے مالک ہیں۔ بارگاہ الہی کی عمر موعلاسم۔ حاجی دارش حسن صاحب بھی حضرت مولانا کا شیخ و امام صاحب کے علم و خلفا میں ہیں اور شاہنشاہ نظر لقا اور لباس موفیہ نہ رکھتے ہیں۔

حضرت کوئی مولانا اشرف علی صاحب خانوی سے عالم و حاصل دونوں کو نامہ چیتا ہے وراثت میخوار و سنا میں عالی نہایت آسان عبارت میں بیان فرماتے ہیں۔ بڑے عقائد و افکار ہیں زیر دست صنعت ہیں۔ حد و کتابیں تصنیف نہ کر چکے ہیں۔

شاعری

منہایت کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے

اٹھی یہ عالم ہے گھسرتیرا عجیب نقش قدرت نمودار تیرا
عجب نگاہ ہے رنگ ہر گاہ میں ہے یہ ہے صنعت کا اہلدار تیرا
تو اقل تو خسر تو کار ہر تو باطن تو ہی تو ہے یاکرت آثار تیرا
جہاں لغت گل ہے وہیں ناز گل ہے ہر گل خار میں گل میں ہے خار تیرا
خوشی غم میں دیکھی اند غم خوشی میں عجیب تیری قدرت عجیب کار تیرا
دعائے رضا کیا کون میں اٹھی کہ داد بھی تیری اور آزار تیرا
یہ کوتاہی اپنی فکر کی ہے یارب ترے نور کو ہمیں اختیار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکان ہے کہ جس جان نہیں ذکر اذکار تیرا
فکر کو اشیا کر جہ صحرہ دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں ز ادخار تیرا
اٹھی میں ہوں بس خطا دار تیرا تجھے بخشش ہے نام فخا تیرا

کاہر یا عرب نہ مانکے کہ ہر وقت یہاں سے دور ہیں ہر سستہ عالم آپ کا رہنما چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا عبد القیوم نانوتوی، حضرت مولانا محمود حسن، حضرت مولانا محمد افضل صاحب بنانی، کبریاوی، حضرت مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع، حضرت مولانا سید علی مرتضیٰ، حضرت مولانا محمد الدین کی، مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی اور مولانا عبد القیوم رامپوری جلال، مولانا محمد حسن کپڑی وغیرہ آپ کے مرید ہیں جن کے جانتے تھے۔

حضرت مشتاق احمد انیسویں کہتے ہیں:

”حضرت حاجی احمد اللہ صاحب برکی صاحب رحمت اللہ علیہ کے خلفا میں بے شمار ہر درجہ اور مدار میں ہیں۔ متاخرین جتنی ماہر ہیں اور جو قیام کر کے نظر کے دیوان حاضر ہو کر شہرت کا پڑنا داریے، حضرت محمد جے بڑا رشاد میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔ بخیر آپ کے خلفا کے حضرت بقیۃ السلف جبرۃ الخلق مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت مولانا عبد القیوم صاحب نانوتوی سنی علم اور صلہ کا درجہ سے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمت اللہ علیہ کے خلفا میں ابھی بزرگ اور عالم باہل مانے جاتے ہیں جیسے حضرت مولانا محمد وحسی صاحب دیوبندی، صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند اور حضرت مولانا خلیل احمد انیسویں صدر مدرس مہاراجہ جلال علیہ رحمۃ اللہ صاحب نانوتوی، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انیسویں اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے صاحبزادے حضرت مولانا سعید احمد صاحب خاص گنگوہی میں مولانا کے شاہین ہیں اور اوقات کے پابند ہیں۔ اقامت الحرفینان سے مل کر خوش ہوتا ہے اور جس طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب اس عاجز کے ساتھ لافش و کلم سے پیش آتے تھے اسی طرح حکیم صاحب کمال شغف و محبت سے پیش آتے ہیں۔ یہ حضرات

اٹلی بنا چھوڑ سکے تیری
کمان جانے اب بندہ لاچار تیرا
مرض لا دعا کی دعا سے چاہوں
تو خفا میں سہ میرا میں ہیلا تیرا
اٹلی میں سب چھوڑ گھر بار پنا
لینا ہے پکڑا اب تو دوبار تیرا
ہوں نکالتا عسلیاں سے خوات دشمن
جو ہوا بر رجمت خود تیرا
کمان میرے عسلیاں کمان تیری جھٹ
کمان خس، کمان بجز زخا تیرا
خفا ہو گیا جو تیری دوستی میں
تو ہے یا راس کا ادھ ہے یا تیرا
اٹلی مجھے پرکش دے اب تو ایسا
رہوں میں سداست و خود تیرا
نبیوں دونوں عالم سے کہ بجز کو مطلب
تو مطلوب میں ہوں طلبگار تیرا
خدا آپ اپنے میں املاؤ آؤ
کہے کون تو کیا ہے گفتار تیرا
اشاعلم، رکھ امید املاؤ حق سے
تجھے ہم کیا ہے اسے خود تیرا

آپ کے لغت کلام کے چند نمونے ذیل میں دیجئے جاتے ہیں۔

کہے شاد آپ پچھسے یا رسول
اب آڑا ہوں آپ کے عیب یا رسول
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پاوا
ہوں اتنی تمسرا گنگار یا رسول
اچھا ہوں یا رسول مرض جو کچھ ہوں ہوئی
پر ہوں تمسرا تم میرے عزیز یا رسول
کس طرح آئیں کوئی خدمت میں مال مرض
ہوں قبلت گناہ سے خراب یا رسول
ذات آپ کی تو رحمت و امانت ہے ہر
میں گرچہ ہوں تمام خطا دیا رسول
کیونکہ فکر کم کی بس اک بار یا رسول
جس دن تم عسلیوں کے شفیع ہو کیونکہ
اس دن زمین مجھے زندا یا رسول
بجو خدا کے واسطے اس دن مری خبر
عسلیاں کا میرے جب کھلے انبار یا رسول

تم نے بھی گزرتی تیرا حال نہ رکھ
اب جانکاں بناؤ یہ تا چار یا رسول
دونوں جہاں میں مجھ کو سیلہ ہے تپا
کیا تم ہے گرچہ میں بیت نور یا رسول
کیا ڈر ہے اس کو نظر عسلیاں و جرم
تم سا شفیع ہوں کا مددگار یا رسول
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے حدود گناہ
اب زعمی بھی ہو گئی دشوار یا رسول
ہر استاد آپ کا اعتماد کی جبین
اور اس سے غافل نہ کہیں دیکر یا رسول

خدا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیکر ملک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
کہہ دوئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی غلغلی سے بچاؤ یا رسول اللہ
اٹھا کر لعنت آندہس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ
شفیع عسلیاں ہوں تم کو سیلہ بلکس ہوں تم
تمہیں چھوڑا اب کمان جانوں بناؤ یا رسول اللہ
پایا ہے تمہارے شریت دیدار کا عالم
کرم کا اپنے ایک پیلا پلاؤ یا رسول اللہ
خدا عاشق تمہارا اور پرہیزگار تمہارے
ہے ایسا میرے تیرے کساناؤ یا رسول اللہ
کرم فرماؤ ہم پر اور دو حق سے خفا حق
ہمارے جرم و عسلیاں پر بناؤ یا رسول اللہ
جہاں امت کا حق نے کر دیا ہے پکڑ لو
بس اب چاہو بڑاؤ یا سداؤ یا رسول اللہ
شرقت کہہ مجھ کو مطلب سے اپنے تم
پر بار نقول سناؤ ہنگام یا رسول اللہ
پیتا ہوں بطریت کو اب غم میں غافل ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ ہوں نہ لائق ان کے پرہیز بیت تم
کو پھر مجھ کو دینے میں بلاؤ یا رسول اللہ
عید پیکر یا ہوں امم انبیاء ہوں تم
بہیں ہر نعمتی سے ملاؤ یا رسول اللہ
شراب بیہوشی کا جام اک مجھ کو پکڑا اب
دوئی کے حوت کو دل سے مٹاؤ یا رسول اللہ
بہت مشک کا ہوں میں وادی فرقت میں چل رہی
کرم فرماؤ اب تو مت بھلاؤ یا رسول اللہ

مشتنک کے دیار مبارک سے مجھ کو دم
مرے غم دین دنیا کے سبلاؤ یا رسول اللہ
پسنا کر اپنے دام عشق میں ادا دعا جو کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

۲

کے اپنے شوق نبی یہ اگر چلو دیتے چلو دیتے

میں ہوں گا دل سے تمہارا ہر چلو دیتے چلو دیتے

صبا بھی نہ لگی ہے اب تو نیم طبع نیم طبع

کے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو دیتے چلو دیتے

خدا کے گھر میں تیرے چلنے کی عمر بھی ہوئی ہے آخر

میں گئے اب تو نبی کے در پر چلو دیتے چلو دیتے

خوشتر کہیں پھر سے ہے ملا جو دونوں عالم کی چاہت دولت

تو سر قدم ہو کر قدم پر کہ چلو دیتے چلو دیتے

یہ جذب عشق محمدی ہیں دلوں کو است کے کھینچتے ہیں

کے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو دیتے چلو دیتے

جو کفر و ظلم و فساد و عییاں ہر اک شرمیں پرستے نمایاں

تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو دیتے چلو دیتے

رجب کے ہوتے ہیں جب بیتے ہرے ہیں شوق نبی سے سینے

صدایہ کے میں کو بکو ہے چلو دیتے چلو دیتے

چاکت امتداد اب تو آئی جو فوج عییاں نے کی چٹھائی

نجات چاہو تو اسے بار بار چلو دیتے چلو دیتے

۳

مرا حال غصہ جاگے یقین ہے
اگر خواب میں منہ دکھائے محمد
میں اس پر خدا جان لو دل سے غور
مرا جان و دل سب خدا ہے محمد
محمد کی مرضی ہے مرضی خدا کی
خدا کی رضا ہے ارضا ہے محمد
غفل ہو کے غور شید کا رنگ نفی ہے
اگر منہ سے پردہ اٹھائے محمد
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقین ہے
ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمد
حفا کر الٹی تو اس کی تمنا
کہ ہے رنج بھی خاکپائے محمد

۵

سبز و شاداب گلستانِ تنہا ہوئے
کاش مکس مرا صول کے مدینہ ہوئے

بند میں گرم پیش یوں دلِ مضطر ہے
دام میں جیسے کوئی مرغِ خوشنما ہوئے

مجھ کو بھی دوزخِ اقدس کی نیا ت ہے نصیب
نہ ہے قسمت جو سفرِ سوائے مدینہ ہوئے

جب کہیں مفاصلہ والے کہ مدینہ کو چلے
شوق میں پھر تو مرا دہی نشا ہوئے

نگے پاؤں دہلیں ہوجاؤں میں اٹھ کر کھڑے
تس میں ہمارے ہی سر پر کر رہنا ہوئے

یوں چلوں خاک اڑا رہا ہوں اسرار
جیسے جنگل میں گولہ لگاؤ کی آواز ہوئے

گرم چلوں دھڑ دھڑ برقی برشاؤں غفل
پاؤں پر پاؤں ملا شوق میں پڑنا ہوئے

کاشے تھوڑے ہیں پر گاہ گاہ ہر کھجور
خاک جوائے کے پڑے انکھوں میں ملا ہوئے

ایسی صورت سے در شاہ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی چادر گدا کا ہوئے

گداؤں وہ بل خاک لٹے ہر سو پر
اک تر بند پیشا سا کوئی کرتا ہوئے

خار پاؤں میں جیسے بال ہوں کر کے کیر
فکر سوزن ہوں کہ شائد کا سوا ہوئے

لے۔ حاجی امداؤنڈ مبارک کی : کلیات امداؤنڈ و گھڑا معرفت : کراچی : ۱۴۲۵ھ

حضرة صاحب السعد والشفاعة صاحب السیف الایمان کتبه

- ۱- مولانا رشید احمد گنگوہی
- ۲- مولانا محمد قاسم کانتوی
- ۳- مولانا خلیل احمد سارنہوئی
- ۴- مولانا اشرف علی تھانوی
- ۵- مولانا احمد حسن امروہوی
- ۶- مولانا محی الدین قاضی
- ۷- مولانا خلیل احمد
- ۸- مولانا حاجی سید محمد عابد دیوبندی
- ۹- مولانا مفتاح احمد
- ۱۰- مولانا نور محمد
- ۱۱- مولانا عبداللہ احمد دکنی
- ۱۲- مولانا محمد یعقوب کانتوی
- ۱۳- مولانا محمد حسن کشنی
- ۱۴- مولانا محمد افضل بخاری اکبر آبادی
- ۱۵- مولانا کریمت اللہ دیوبندی
- ۱۶- مولانا شرف الحق دیوبندی
- ۱۷- مولانا سید امیر حسن
- ۱۸- مولانا شام حسین الہ آبادی
- ۱۹- مولانا احمد حسن کانتوی
- ۲۰- مولانا عبدالسمیع راجپوری بیدل
- ۲۱- مولانا عبدالغفار دیوبندی
- ۲۲- مولانا خالصین دیوبندی
- ۲۳- مولانا عبدالرشید امروہوی
- ۲۴- مولانا سید القاسم بنسوی فیضی
- ۲۵- مولانا انور اللہ حیدر آبادی
- ۲۶- مولانا قاضی محمد اسماعیل شکر آبادی
- ۲۷- مولانا فتح محمد تھانوی
- ۲۸- مولانا قاری بخش سہروردی
- ۲۹- مولانا شفیع الدین ٹیکوٹی
- ۳۰- مولانا محمد ابراہیم اجروہی
- ۳۱- مولانا شاہ محمد سلیمان بٹولوی
- ۳۲- مولانا حافظ محمد عید ریست تھانوی
- ۳۳- مولانا سید محمد نواز دیوبندی
- ۳۴- مولانا نیکم محمد صدیق قاسمی مراد آبادی

- ۳۵- مولانا مفتی محمد قاسم نیا گرجی
- ۳۶- مولانا بدیع الدین سیلواری
- ۳۷- مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی
- ۳۸- مولانا حافظ محمد احمد قاسمی
- ۳۹- مولانا حمیدت اللہ اموی
- ۴۰- مولانا شاہ وارث حسن
- ۴۱- مولانا شاہ شرف الدین احمد
- ۴۲- مولانا محمد حسن پانی پتی
- ۴۳- مولانا نور محمد رشید فوراد
- ۴۴- شیخ عبدالقادر نازکیہ
- ۴۵- مولوی نیاز احمد پاشین حضرت حاجی صاحب
- ۴۶- مولانا منور علی شکر دہراداد دیوبندی
- ۴۷- تاجی قسری حسین عاجز حیدر آبادی صاحب
- ۴۸- مولانا محمد علی نوگیر بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ - ۱۳۳۴ھ/ ۱۳۲۴
- ۴۹- مولانا کریمت علی صاحب انبیاوی احوال دار شریعہ العربہ ولیم مسلم
- ۵۰- مولانا شاہ عبدالرحیم راسہ دیوبندی
- ۵۱- مولانا سعادت علی انیسوی احوال دار اسلام
- ۵۲- مولانا عبدالجلی پاشا قاسمی (م ۱۳۳۹ھ) (۹۰)
- ۵۳- مولانا شاہ عبدالجلیل الہ آبادی (م ۱۳۳۹ھ) (۸۰)
- ۵۴- مولانا نیکم سید عبدالجلی حسینی لکھنؤی ناظم ندوۃ العلماء دہلی

حضره نازنین اجداد الله تعالی مبارک بخت از ان کشفنا

- ۱- مولانا رشید الدین گنگوئی
- ۲- مولانا محمد قاسم نانوتوی
- ۳- مولانا خلیل احمد سارچوئی
- ۴- مولانا اشرف علی تسانوئی
- ۵- مولانا احمد حسن امروہوی
- ۶- مولانا امین الدین قاسمی
- ۷- مولانا خلیل احمد
- ۸- مولانا حاج سید محمد باقر دہلوی
- ۹- مولانا مفتوح احمد
- ۱۰- مولانا نور محمد
- ۱۱- مولانا عبدالواحد بکائی
- ۱۲- مولانا محمد یعقوب نانوتوی
- ۱۳- مولانا محمود حسن کشنی
- ۱۴- مولانا اکرامت اللہ دہلوی
- ۱۵- مولانا سید امیر زہد
- ۱۶- مولانا شاہ محمد حسین الزبیدی
- ۱۷- مولانا احمد حسن کاپڑوئی
- ۱۸- مولانا حافظ عبدالرحمن امروہوی
- ۱۹- مولانا سید ابوالقاسم بنسوی قنبروئی
- ۲۰- مولانا امین الدین حیدر آبادی
- ۲۱- مولانا قاسمی زبیدی گنگوئی
- ۲۲- مولانا فتح محمد تسانوئی
- ۲۳- مولانا شفیع الدین گنگوئی
- ۲۴- مولانا محمد ابراہیم اجڑوئی
- ۲۵- مولانا شاہ محمد سلیمان پٹواری
- ۲۶- مولانا محمد قاسم نانوتوی
- ۲۷- مولانا حافظ محمد یوسف تسانوئی
- ۲۸- مولانا حافظ محمد سہیل سہیل
- ۲۹- مولانا سید محمد علی تسانوئی
- ۳۰- مولانا سید محمد صدیق قاسمی مراد آبادی

- ۳۱- مولانا مفتی محمد قاسم ناناگروئی
- ۳۲- مولانا بدر الدین بھٹواری
- ۳۳- مولانا مفتی عزیز الرحمن دہلوی
- ۳۴- مولانا حافظ محمد قاسمی
- ۳۵- مولانا اعجاز حسین الدہلوی
- ۳۶- مولانا شاہ وارث حسن
- ۳۷- مولانا شاہ شرف الدین احمد
- ۳۸- مولانا محمد حسن پانی پتی
- ۳۹- مولانا نور محمد (شاہ نور احمد)
- ۴۰- شیخ عبدالفتاح الارقیہ
- ۴۱- مولوی نیاز احمد بانیشی حضرت حاجی صاحب
- ۴۲- مولانا نور علی مستم مدرسہ ادرہ گنگوئی
- ۴۳- قاسم تقی حسین عابری حیدر آبادی صاحب کتب
- ۴۴- مولانا محمد علی مولوی زبیدی نذر اللہ کھٹو - م ۱۳۳۶ھ/ ۱۳۲۶ء
- ۴۵- مولانا اکرامت علی صاحب انیسوی احوال ناصر علیہ العرب وایم مسلم
- ۴۶- مولانا شاہ عبدالرحیم راستہ دہلوی
- ۴۷- مولانا سعادت علی شیشوئی احوال و آثار مسلم
- ۴۸- مولانا عبدالجلی پٹاگامی (م ۱۳۲۱ھ/ ۱۳۱۰ء)
- ۴۹- مولانا شاہ عبدالجلیل الدہلوی (م ۱۳۲۳ھ/ ۱۳۱۰ء)
- ۵۰- مولانا حکیم سید عبدالجلی حسنی کھٹوئی نظم مدۃ السلاطین و مباحثات

چو ہر ایک نظر نہ کر کی تیرل میں رکھے گئے۔ جو بکافی ثبوت نہ ملا تو بری کر دیئے گئے۔
پھر ایک زمانہ تک درس و تدریس اور احکام کا مسئلہ جاری رہا۔

۱۲۸۰ء میں حجاز گئے اور اپنے شیخ حاجی امداؤد اللہ صاحب کو سے ملے، حج کیا پھر مدینہ منورہ کا قصد کیا۔ وہاں اپنے استاد شیخ عبدالغنی سے بھی ملے۔ پھر مدینہ واپس کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔

دوبارہ ۱۲۹۴ء میں حجاز کا سفر کیا۔ اس مرتبہ آپ کے ہمراہ نیک لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں مولانا محمد قاسم، شیخ محمد منظر و شیخ یعقوب، شیخ رفیع الدین، شیخ محمود حسن دیوبندی، مولانا محمد حسن کاپوری اور دیگر حضرات شامل تھے۔ اپنے والدین میں سے کسی ایک کے لئے حج کیا اور پھر ۱۲۹۶ء تک مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اپنے شیخ عبدالغنی سے ملے اور پھر مکہ مکرمہ واپس آکر پورا ایک مہینہ حضرت حاجی امداؤد اللہ کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کرتے رہے۔ پھر واپس آکر گنگوہ میں تدریس جاری رکھی۔

۱۲۹۹ء میں پھر حجاز گئے اور اپنے والدین میں سے کسی ایک کے لئے حج کیا۔ مدینہ منورہ گئے۔ اپنے شیخ سے مل کر واپس مدینہ آ گئے اور پھر گنگوہ سے ایک دو بار کے علاوہ کبھی کبھی تدریس کرتے گئے۔ حجاز کے تیسرے سفر سے قبل فقہ اصول، احکام، حدیث اور تفسیر سبھی علوم کی تدریس کرتے تھے۔ حجاز سے آخری حاضری کے بعد اپنے اوقات صحابہ سنی کی تدریس کے لئے فارغ کر گئے۔ ایک سال میں یہ تمام تدریس کی کہ انہیں پڑھانے کا معمول تھا۔ پہلے ترمذی شریعت پڑھاتے۔ اس میں متن اور اسناد کی تحقیق میں پوری توجہ فرماتے۔ پھر ابو داؤد اور صحیح بخاری و مسلم انسائی، انہیں باہر کا درس دیتے تھے۔ تائید کی طرف زیادہ توجہ دیتی تھی۔ پھر صحیح ترمذی، تصنیف القلوب امداؤد السلوک، بدایہ النہج، ترمذی، ترمذی، حدایہ النہج، بسمل الارشاد، براہین القاطعہ

قطب الابرار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

شیخ الاسلام، علامہ محدث رشید احمد بن ہارث احمد بن پیر بخش بن غلام حسین بن غلام علی بن علی کریم قاضی مولانا غلام احمد قاضی رامپوری غم گنگوہی۔ — حقیق عالم اور عارف فاضل تھے۔ صدق، حفاظ، توکل و شجاعت اور دین پرستقامت میں ان جیسا ان کے زمانہ میں کوئی نہ تھا۔

۱۲۹۴ء کو اپنے ننھیلی کے ہاں گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ اصل لقب رامپور ضلع سہارنپور کے تھے۔ خاوری کے واکل اپنے مہل عجمی اور صرف خود کی تبارکی کتابیں مولوی محمد بخش رامپوری سے پڑھیں، پھر ولی کا سفر کیا اور کچھ اسباق قاضی امداؤد الدین جہلمی سے پڑھے، پھر شیخ ملک علی قزوینی کی خدمت میں بیٹھے اور اکثر و کتب ازہرہ۔ ان سے پڑھیں اور کچھ حقیقی مہمل الدین و دہلوی سے بھی۔ حدیث اور تفسیر کا اکثر شیخ و مفتی اور کچھ احمد سعید بن ابی سعید دہلوی سے پڑھا۔ یہاں تک کہ کسوتل و مشغول یہاں پانچ ماہ تک رہے پھر گئے اور پھر واپس گنگوہ آئے اور اپنے مہل محمد قاضی کی خدمت میں پڑھا۔ شادی ہوئی۔ پھر ایک سال میں قرآن مجید حفظ کیا، پھر طریقت کی تحصیل شیخ حاجی امداؤد اللہ بن محمد امین تھانوی سے کی۔ ان کی خدمت میں رہ کر پھر گنگوہ میں مہملت تدریس پڑھا کر رہے۔ اسی دوران ۱۲۹۶ء میں اگر دیر حکومت کے خلاف کام کرنے کی پناش میں

جہاں اسلام علم کا نام ہے اور حضرت امام ربانی فقہ وحدیث کے
آپ نے مسائل فقہیہ کا مادہ پر مطلق کر کے اس حدیث کا ایک لکھا
طرزاً فرمایا جو فقہیتا پر نظیر اور بہت زیادہ ضروری تھا

حضرت علامہ مولانا نور شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے:

”امام ربانی در سرف مذاہب ابوحنیفہ کا ہر تھے۔ بلکہ چاروں مذاہب
کے فقیر تھے۔ میں نے کسی کس نہیں دیکھا جو چاروں مذہبوں کا ماہر ہو۔“

یہ دونوں بزرگہ ۱۰۰۰ھ میں حضرت حاجی صاحب (ادار اللہ) کے وزیر اور تحریک
کے مددگار رہے۔ اختلاف تحریک پر امام ربانی گزنا کر گئے۔ مگر وہ حقیقت یہ تھی
کہ اگر شکر کا اس تمام سرگرمی کے باوجود خداوند عالم نے نجات دلا دی۔ ابھی مقدمہ سرپیش
تھا کہ حکام صفائی کا اعلان ہو گیا تاہم چچا وہ ایک حالات یا جیل خانہ میں رہنا پڑا۔

جب دارالعلوم دیوبند کی تحریک شروع ہوئی تو آپ اس کے سرپرکار رہے
تھے۔ حضرت چچا الاسلام مولانا محمد قاسم کے مشیر خاص تھے۔ ان کی وفات کے بعد
دارالعلوم کے سرپرست مقرر کئے گئے۔

مولانا قاسم کو طیب صاحب قاسمی کہتے ہیں،

”آپ دارالعلوم کے بانیوں میں ہیں اور سربراہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

۱۔ دینی خدمات : علم حدیث فقہ اور تصوف سے بہت زیادہ شغف رکھنے والا بزرگ انسانی
نے آپ سے استفادہ حاصل کیا۔ آپ نے علم کی دینی تربیت فرمائی اور انہیں دین
کے بارے میں اتنا وسیع اور سنگھارنا کر ان افراد پر کہ انہی فقہ ائمہ انداز نہ ہو سکا۔

اور اختلافی مسائل میں بیس رسائل۔ آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ آپ کے احباب
نے جمع کیا ہے اور فتاویٰ کا مجموعہ تین جلدوں میں ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا
محمد یحییٰ بن اسماعیل کا مذہبی جانچ ترندی کے درس میں آپ کے افادات کو لکھ کر
”کوکب الدری“ کے نام سے طبع کیا اور اپنی تعلیمات کے ساتھ ”لامع الدنار“ کے
کے نام سے چھپوایا۔

آپ فقہی اتباع سنت، شریعت پر استقامت، اہدات کے استعمال
سنت کے پیکار نے اور شام اسلام کے بلند کرنے اور دین کے معاملہ میں کسی کی
پرہیز کرنے میں اللہ کی نشانی تھے۔ علم و عمل امر بین کی تربیت اور تکریر نفوس کی
راستہ ان پر پختہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے شاگرد اور خلفاء دیئے کہ
اس زمانہ میں ان بیسوں کا وجود بہت کم تھا۔ وہ بھی دین کے معاملہ میں آپ کے نقش قدم
پر چلتے تھے۔

آپ کے کیا خلفاء میں شیخ غنیل احمد سارنپوری شیخ محمود حسن دیوبندی
شیخ عبد الرحیم رائے پوری اور شیخ حسین احمد فیض آبادی مدنی ہیں اور مشہور ترین شاگردوں
میں شیخ محمد یحییٰ کا مذہبی، شیخ عبد علی انصاری اور شیخ حسین علی افغانی اور دیگر حضرات
ہیں۔ جبکہ وہ ان افغان کے بعد ہجری ۱۴۲۳ھ کو آپ کا رصال ہوا۔

مولانا محمد میاں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ خیر الاسلام مولانا احمد قاسم صاحب قدس سرہ کے رفیق و غلام
و دوست تھے۔ زمانہ طالب علمی سے ساتھ ہوا جو آخر تک قائم رہا۔“

برکاتِ علم و فضل تمام اطرافِ ہندوستان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہی
فیضِ پاکستان میں مفتی محمد شفیع، جناب خضر احمد مولانا، احتشام الحق
و غیرہ سے جاری ہے۔۔۔ ان سے پہلے ذوالفقار علی بھٹو نے ایک
بہتر گھر رکھ لیا جس کا روبرو جو جامعہ سونہرہ کا کافی مشہور ہے۔ حیدرآباد
میں مولانا مناظر حسن بھی ایک بلند پایہ عالم ہیں۔
دارہ صحافت اسلامیہ کے متاثرہ مولانا نسیم احمد فریدی لکھتے ہیں:

”رشدیہ گنگوئی مشہور محدث، مولانا ہدایت احمد انصاری گنگوئی کے فرزند تھے۔
ان کی پیدائش ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۹ء کو بروز شنبہ بوقتِ چاشت قصبہ گنگوہ (ضلع
سمانچود، ہریانہ) شائع حضرت عبدالقدوس گنگوئی کی خانقاہ کے متصل مکان میں ہوئی۔
ان کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت ابراہیم صاحب دہلی اور دایہ کی طرف سے
گیا وین پشت میں قلیب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوئی سے مل جاتا ہے۔

ان کے والد مولانا ہدایت احمد ایک سید عالم تھے اور وقت میں حضرت شاہ غلام علی
نقشبندی دہلوی سے توسل و تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۵۲ھ میں مولانا ہدایت احمد کا گورکھپور میں
اختلال ہو گیا۔ رشدیہ احمد کی عمر اس وقت سات سال کی تھی۔ باپ کا سایہ سر سے اٹھ جائے
کے بعد ان کے دادا نے ان کی تربیت کی۔ ان کی والدہ ایک راسخ العقیدہ دین دار اور پرہیزگار
خاتون تھیں، بیچیں ہی سے رشدیہ احمد میں نیکی اور عظمت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ بہت
خوش الحان تھے۔ انہوں نے فارسی، کمال میں اپنے منجملہ اموں مولوی محمد تقی سے پڑھی، ہونہاری
کے مسلم الشہوت استاد تھے۔ فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کا شوق ہوا۔ صرف و نحو کا ابتدائی کتابیں

۲۔ سیاسی غمات | ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں حضرت نانوتھی کے دوش پوش تانہ مار
تھیں اور نوٹیکس ایئر فرنگ رست جن لوگوں نے ان سے سیاسی اور جہادی غمات
پر پردہ ڈالنا چاہا۔ خواہ اپنی لاعلمی اور مصلحت سے یہ خبری کی بنا پر یا اپنی کسب
کے وجہ سے ان کی مصلحت اندیشی کی بنا پر اور یا خبر لوگوں کے نزدیک اچھے نہ تھے۔

پروفیسر عبدالقدیم صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا رشید احمد گنگوہی جو مفتی احمد دہلوی کے آئندہ مولانا ملک علی نانوتھی
اور شاہ عبدالغنی دہلوی کے تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں اور
سرپرستوں میں سے تھے۔ ۱۔ اپنے عم کے ایک عالم و عامل اور صوفی
تھے۔ آپ نے عربی و اسلامی علوم پر اوروں میں بہت نام کیا ہے۔
۱۸۵۵ء میں آپ کی وفات ہوئی اور پڑھیں کیا طالعہ، ہدایت احمد دہلی اور
سید ابراہیم دہلوی آپ کی اچھی مراثیات میں سے تھے۔

ڈاکٹر زبیر احمد لکھتے ہیں کہ:

”عبدالغنی میں بیان دیوبند اور مدینۃ العلم کے بعد دیگرے تعلیم
حدیث اسلامیہ و عربیہ کے مرکز بنے۔ مولانا احمد کا نام ”رشدیہ احمد گنگوہی“
محمد الحسن، اشرف علی تھانی، شبیر احمد عثمانی، اور شاہ فقیرہ آسمان
علم و فضل کے شہسوار تھے، جو دیوبند کے مطلع سے چمکے ہوئے
عالم تھے دیوبند میں جناب حسین احمد مدنی، مولانا حافظ الرحمن وغیرہ کے

۱۔ مولانا تھانی جو طبیب تھامی دارالعلوم دیوبند، دہلی۔ ۱۹۹۵ء

۲۔ پروفیسر عبدالقدیم، تاریخِ دیوبند، جلد ۱، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۳ء، ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء، ۱۹۹۹ء، ۲۰۰۰ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء، ۲۰۷۵ء، ۲۰۷۶ء، ۲۰۷۷ء، ۲۰۷۸ء، ۲۰۷۹ء، ۲۰۸۰ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۸۲ء، ۲۰۸۳ء، ۲۰۸۴ء، ۲۰۸۵ء، ۲۰۸۶ء، ۲۰۸۷ء، ۲۰۸۸ء، ۲۰۸۹ء، ۲۰۹۰ء، ۲۰۹۱ء، ۲۰۹۲ء، ۲۰۹۳ء، ۲۰۹۴ء، ۲۰۹۵ء، ۲۰۹۶ء، ۲۰۹۷ء، ۲۰۹۸ء، ۲۰۹۹ء، ۲۰۱۰ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۱۲ء، ۲۰۱۳ء، ۲۰۱۴ء، ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء، ۲۰۱۷ء، ۲۰۱۸ء، ۲۰۱۹ء، ۲۰۲۰ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۲۲ء، ۲۰۲۳ء، ۲۰۲۴ء، ۲۰۲۵ء، ۲۰۲۶ء، ۲۰۲۷ء، ۲۰۲۸ء، ۲۰۲۹ء، ۲۰۳۰ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۳۲ء، ۲۰۳۳ء، ۲۰۳۴ء، ۲۰۳۵ء، ۲۰۳۶ء، ۲۰۳۷ء، ۲۰۳۸ء، ۲۰۳۹ء، ۲۰۴۰ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۴۲ء، ۲۰۴۳ء، ۲۰۴۴ء، ۲۰۴۵ء، ۲۰۴۶ء، ۲۰۴۷ء، ۲۰۴۸ء، ۲۰۴۹ء، ۲۰۵۰ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۵۲ء، ۲۰۵۳ء، ۲۰۵۴ء، ۲۰۵۵ء، ۲۰۵۶ء، ۲۰۵۷ء، ۲۰۵۸ء، ۲۰۵۹ء، ۲۰۶۰ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۶۲ء، ۲۰۶۳ء، ۲۰۶۴ء، ۲۰۶۵ء، ۲۰۶۶ء، ۲۰۶۷ء، ۲۰۶۸ء، ۲۰۶۹ء، ۲۰۷۰ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۷۲ء، ۲۰۷۳ء، ۲۰۷۴ء،

۱۲۱۴ھ/۱۸۹۵ء کے بعد ان کی بصارت باقی رہی۔ پھر وفات تک درس و تدریس کی جانتے اصلاحِ باطن اور تربیتِ مریدین میں مشغول رہتے۔
مولانا رشید احمد کی زندگی سراپا سنت تھی۔ انہوں نے دس حدیث نبوی کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ سالانہ درس حدیث سے تین سو سے زائد جدید علماء فیض یاب کرتے جنہوں نے ملک اور بیرون ملک میں علم حدیث کی اشاعت کی۔ ان میں بڑے بڑے علماء کے نام شامل ہیں۔

مسلمہ طریقت کے خلفاء میں بھی سر پرآوردہ علماء کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً شیخ احمد مولانا محمود حسن دیوبندی و مدرس اول دارالعلوم دیوبند، شاہ عبدالرحیم رائے پوری مولانا خلیل الدین دہلوی مولانا بدایا شریعتی ابی داؤد مولانا امین الدین احمد مدنی وغیرہ۔

علماء جو قاضی قاضی اور رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد بن گئے ۱۸۵۵ء میں مولانا خلیل الدین دہلوی کے علمبردار بن گئے اور حاجی اعلا و ملا محمد امجدی کی سرپرستی میں بڑے بڑے علماء بن گئے۔ بطور خاص دور میں وہ خاص طور سے معتبور رہے لیکن خدا نے گزرتے ہی ہر شخص کو غور و فکر کیا۔

مولانا رشید احمد چاروں طریقوں میں بیعت کرتے تھے لیکن عاقلانہ حیثیت سے عبادتِ خالق کی تھی (دیکھئے سیرتین احمد مدنی مکتوبات ۱: ۲۹۹، ۱: ۲۹۹، ۱: ۲۹۹، ۱: ۲۹۹)۔
۱۸۵۷ء جولائی ۱۸۵۷ء کو وہ فاضل ادا کرتے تھے جس میں گئے جہاں پانچوں کی اور انہوں کو ان سے زرا نیچے کی زہریلے کیڑے نہ لگا دیا، جس کی شدت سے بیمار ہو گیا۔ برص علاج کیا گیا لیکن کوئی تدارک نہ ہو سکی اور اختلافِ روایت ۱۸۵۸ء جولائی ۱۸۵۸ء کو وہ فوت ہوئے۔ ۱۸۵۸ء اگست ۱۸۵۸ء کو بعد از نماز جمعہ وفات پا گئے۔ مذکورہ رشید میں ان کی کم و بیش ہندو تصانیف کا ذکر آیا ہے۔ (جملہ صحاح سب سے پر آپ کی تقریریں منبٹ کی گئی ہیں جن

مختصر دوسری سے چھریں۔ صرف دو کی ابتدائی کتابیں بڑھنے کے بعد ان کی ترغیب سے علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے ۱۲۶۱ھ میں ست سو سال کی عمر میں دہلی گئے اور وہاں مولوی تاجی علی دین جہاڑی کی شاگردی اختیار کی اس کے بعد مولانا ملک علی خان قزوینی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت دہلی کالج راجپوتیہ دواؤں دہلی کے مدرس اول تھے۔ ۱۲۶۰ھ میں مولانا محمد قاسم قزوینی ہی مولانا ملک علی کے ہمارے دہلی آ گئے تھے۔ یہی ہم سبق ہو گئے اور آپس میں ایسا حلقہ پیدا ہوا کہ آخری وقت تک ہر جمعہ ہمیں دینی رہتے۔ درالعلوم دیوبند کی تیسویں و پانچامی بیعتی باقی تھیں۔ انہوں نے مفتی محمد الدین سے بھی کتابِ علم کیا اور حدیث شریفہ بخاری بعدی سے پڑھی۔ روایات سے بخاری پرکار انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔

تحصیلِ علم کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی سے تہذیبیوں آئے اور تہذیبِ حاجی ادا اللہ قاضی سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے کچھ عرصہ وہاں رہ کر اپنے مرشد کی رہنمائی میں تمام منزل سلوک طے کیں اور چاروں مسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

غلام قادر گرامی نے ان کی شان میں یہ باجی کہی ہے۔

غائب گنگوہی را نوید است رشید گنجیہ بقرہ را کید است رشید
ادا واللہ صاحبِ سر کی را اللہ صاحبِ سر است رشید

۱۲۶۲ھ/۱۸۵۷ء میں وہ تحریک آزادی میں حصہ لینے کے الزام میں گرفتار ہوئے اور چوبیس سالوں میں رہنے کے بعد راکر دیئے گئے۔ انہوں نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔

۱۲۶۵ھ/۱۸۵۸ء سے ۱۲۶۴ھ/۱۸۵۷ء تک صرف چند سال چھوڑ کر تقریباً پچاس برس انہوں نے گنگوہی میں تفسیرِ حدیث اور فقہ کورس دیا اور بڑے بڑے ذی استعداد علمبرداران سے سند حدیث حاصل کی۔

میں سے الترمذی پر الکواکب الدری وجعلہا میں شائع ہو چکی ہے۔ ایک اور تقریر اردو میں التوحید الشہدی کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ (مکاتیب اور فتاویٰ کے مجموعے میں ہیں۔)
 (اخذ تذکرہ رشید ۲: ۲۶۹ تا ۳۳۲-۲۔ نمبر ادیس نگرانی، تذکرہ علما کے حال میں)
 مبلغ نول کشور اکھنور، ۱۸۹۹ء-۳۔ جولائی، زمختہ الفاخریہ ۱۸۸۸ء۔ جلد رشید، جس سے
 مسلمان-لاہور۔ دھنواہ عثمانی، بسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمت حدیث اور عارف اہل علم
 جوت۔ ۱۸۹۲ء)

نسیم احمد فریدی داردار ہے

فرست خلیفہ و مجازین

- ۱۔ مولانا حافظ خلیل احمد انیسوی
- ۲۔ مولانا محمد حسن دیوبندی
- ۳۔ مولانا حافظ عبدالرحیم رائے پوری
- ۴۔ مولانا صدیق احمد انیسوی
- ۵۔ مولانا محمد روشن خان مراد آبادی
- ۶۔ مولانا مولوی محمد صدیق مہارونی
- ۷۔ مولانا حسین احمد مدنی
- ۸۔ مولانا سید احمد مہاجر مدنی
- ۹۔ مولانا حکیم محمد اسحاق نسطوری
- ۱۰۔ مولانا حافظ محمد صالح کورہ بلاندر
- ۱۱۔ مولانا احمد اقتدات اللہ مراد آبادی
- ۱۲۔ مولانا عبدالصمد سونی پتی
- ۱۳۔ مولانا محمد صدیق مراد آبادی
- ۱۴۔ مولانا حافظ محمد حسین ٹیکونی
- ۱۵۔ نمبر دار الحاج نسیر الحق کاندھلوی
- ۱۶۔ مولانا محمد اکرم صاحب دگر سہاسہ
- ۱۷۔ شیخ عبدغفور جے پوری
- ۱۸۔ مولانا رضی احمد جنگالی
- ۱۹۔ مولانا خلیفہ الرحمن جنگالی
- ۲۰۔ مولانا نسیم الدین جنگالی

- ۲۱۔ مولانا عبدالباری جنگالی
- ۲۲۔ مولانا عبدالحق جنگالی
- ۲۳۔ مولانا محمد منظر انیسوی
- ۲۴۔ مولانا قاری دہلوی
- ۲۵۔ مولانا بسا عالدین کابلی
- ۲۶۔ مولانا قاری مخیش الدین ساڈھوی
- ۲۷۔ مولانا محمد عبدالحق بدخان چکنوری
- ۲۸۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری
- ۲۹۔ مولانا عبدالودود چانگانی
- ۳۰۔ مولانا فاضل حسین دیوبندی
- ۳۱۔ مولانا سراج احمد رشیدی
- ۳۲۔ مولانا شیخ جلال شاہ بان پوری
- ۳۳۔ مولانا محمد فاروقی جالندھری
- ۳۴۔ مولانا شاہ وارث حسن

تذکرہ رشید ۲: ۲۶۹ تا ۳۳۲-۲۔ نمبر ادیس نگرانی، تذکرہ علما کے حال میں

مبلغ نول کشور اکھنور، ۱۸۹۹ء-۳۔ جولائی، زمختہ الفاخریہ ۱۸۸۸ء۔ جلد رشید، جس سے

مسلمان-لاہور۔ دھنواہ عثمانی، بسلہ شاہ ولی اللہ کی خدمت حدیث اور عارف اہل علم

جوت۔ ۱۸۹۲ء)

تحفہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی

”بیشتر پاک و ہند صحرانی و اسلامی علوم کی تاریخ لکھتے وقت ان کا نام اور مہندہ متنبول کو کبھی ذکر و ثناء نہیں کیا جاسکتا۔ جنہوں نے اور استاد انگریزی کے ذریعہ عربی علوم و ادب کی خدمت انجام دی۔ اور ان کے ذریعہ عربی و اسلامی علوم کی جن لوگوں نے خدمت کی، ان میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام سرفہرست ہے۔“

آپ کی پیدائش ۱۸۲۲ء/۱۲۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے بانی اور سرسید احمد خان کے ہم چال و استاد و صاحب الیٰں تھے۔ آپ نے مولانا مملوک علی نانوتوی سے موجودہ دینی کتابیں پڑھیں اور شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حدیث کی مرہ حاصل کی۔ آپ نے مہندہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرے کر کے اسلام کی برتری قائم کر دی۔ شیخ احمد مولانا محمود حسن آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ تحفہ برائنس و ادب حیات، تقریر پندیر، انقباض الوہین، مباحثہ شاہ جہان پور، بایۃ الشیخ و اقبالہ نما آپ کا اہم تصنیف ہے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسماعیل بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد غنی بن عبدالمسیح بن مولوی محمد ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے۔

لے پروفیسر عبدالغفور: تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان و ہند: لاہور ۱۹۶۲ء ج ۱ ص ۱۶۱

ان کا تعلق نام خود شیخ حسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث طبع اور جودت ذہن قسری طور سے ورثیت فرمائی تھی۔ ابتدا میں شیخ جمال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز مسافر پوری سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دہلی پہنچے۔ سوجہ درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی سے اول مدرسہ دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبدالغنی محدث دہلوی سے حاصل کی اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ انگریزی واقع دہلی سے متعلق رہے پھر اس تعلیمی مرکز کے مطبع احمدی دہلی میں تصحیح کتب کا مشغلہ اختیار کیا۔ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے جناب مولوی شیخ حفیظ شاہ صاحب نانوتوی جہاں پور میں مکر مظلوت سے مسلک شیعہ تیار میں مرید ہو کر واپس ہوئے اور مدرسہ علامہ دیوبند کی سرپرستی اپنے ذمہ لے لی۔ اس کے بعد ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء میں دوبارہ حج بیت اللہ کی زیارت کے لئے گئے۔ پھر وطن واپس آئے اور دہلی میں علوم کی تدریس و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ پوری تاریخ کو مذہبی مباحثہ میں خاموش کر دیا۔ ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں متنازع چاند پور ضلع شاہ جہان پور میں ایک مجلس کے سامنے جس کا نام سیدنا شمس الیٰں تھا جس میں ہر مذہب کے علماء رتبہ ہوئے تھے۔ صاحب ترجمہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے سب کے سامنے علمی لاعلمان تشکیث و شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات اس انداز میں فرمایا کہ حاضرین جلسہ چاہے موافق ہوں یا مخالفت سب خاموش اور قائل ہو گئے۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پنڈت دیانند سرسوتی (دہلی تحریک آریہ سماج) سے وجود توحید کے متعلق اور عیسائیت سے تحریف (انجیل) کے متعلق گفتگو ہوئی پنڈت مذکور نے

لے شیخ جمال احمد دیوبند کے رتبہ دار تھے۔ آپ کی بیعت جنگ آبادی ۱۲۸۵ء سے قبل کی تھی لیکن جس وقت حاجی صاحب پاک و ہند میں موجود تھے اور حجرت نہیں فرمائی تھی۔

خاموشی اختیار کر لی اور مصیبتی پادری اپنی کتاب میں کبک چوکر بربگائے۔ اس سلسلے میں
رسالہ جہاد الاسلام مشہور ہے۔ اسی سال مبارکہ زیارت بیت اللہ الحرام سے طرف ہوتے
واپس جانے کے بعد قناریں میں مبتلا ہو گئے۔ جب پینڈت دیانند مذکور نے استقبال قبائلی کے
متعلق مسلمانوں پر اعتراض کیا تو مبینہ عبارت بیماری میں اس کے جواب میں رسالہ قبلہ نما
لکھا۔ بروز پچھنبرہ وقت نعرہ چارم جہاد الاول ۱۲۹۶ھ/۱۸۰۰ء میں تپ اور عرض ذات الجنب
کے مرض میں انتقال فرمایا۔ ان کے شاگردوں میں مولوی محمود حسن دیوبندی، مولوی فخر الحسن گلگڑی
اور مولوی احمد حسن امروہوی مشہور ہیں۔ ان کی تصنیفات سے متعدد جہاد فی سبیل اللہ اور
شائع ہو چکی ہیں۔ مجموعہ رسائل قاسم العلوم، مصالح تراویح، آب حیات، تفسیر ولیدینہ
مباشرتہ شاہ جہان پورہ، ہدایت الشیخ، قبلہ نما۔

علامہ سناظر حسن گیلانی کہتے ہیں۔ "۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۲-۷۳ء میں قلعہ نانوتہ
ضلع سمان پور میں پیدا ہوئے۔ سناظر بھی نام خورشید حسن رکھا گیا۔ شہسوار نام کا کسی وقت
مصلحت سے اختصار مقصود ہوتا تو بچانے "محمد قاسم" کے فراموش کردہ "تور" میں حسن ہے۔
ابھی بچے ہی کے کریم خانان والوں کی طرف سے آپ کے والد کو یہ نعرہ ہوا کہ
آپ کی مصروفیت ہاں کے درپہ میں ہے۔

چنانچہ آپ کے والد صاحب نے آپ کو نانوتہ سے دیوبند منتقل کر دیا جہاں تعلیم
رشتہ دار یاں تھیں۔ دیوبند میں شیخ کرامت حسین صاحب کے یہاں رکھے گئے۔ سناظر نے تعلیم

لکھ کر قیام ہی کے زمانہ میں پڑھ چکے تھے۔ دیوبند میں اگر جب شیخ کرامت حسین صاحب کے
یہاں رہنا پڑا تو مولوی صاحب علی صاحب (یہ حضرات علی محمد مولانا محمود حسن کے سب سے
پرست تھے) آپ کو کچھ شرح کرائی۔

تھیں اور طباع بہت تھے۔ اس لئے دورانِ درس غیر معمولی محنت کی ضرورت نہ
پڑی بلکہ اسی دور سے اجتہادی شاخیں نمایاں ہوا کرتی تھیں۔ دیوبند کے عصر قیام میں مولوی ہنسبیل
صاحب سے عربی کی کتاب پڑھتے رہے۔ کچھ عصر کے بعد اپنے ناشر شیخ و تبیر الدین کے یہاں سمان پورہ
منتقل ہو گئے۔ ناظر بھی صاحب علم اور فاضل کے اچھے جاننے والے تھے۔ اردو کے شاعر بھی
تھے۔ ان کی صحبت کے علاوہ آپ نے وہاں مولوی محمد نواز سمان پورہ سے فارسی و عربی کی کچھ کتابیں
پڑ پڑا۔ ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں اچانک سمان پورہ میں سخت وبائی پھار پھیل گیا جس کو کشاد
برکات کے ناموں سے پکارتے۔ اس کے بعد مولانا محمود حسن سمان پورہ سے نانوتہ واپس آ گئے کہ
وہاں قیام کی ایک کوئی تین تھیں۔ اس کے بعد تقریباً ایک سال تک نانوتہ میں قیام رہا۔

استاذ العلماء مولانا مولوی علی صاحب جو مولانا محمد قاسم صاحب کے رشتہ کے چچا بھی
ہوتے تھے۔ ان دنوں وئی کی سب سے بڑی درس گاہ وئی کالج میں استاد تھے۔ اس عصر میں
دو ایک سال کی شخصیت نے کراچی کے لئے گئے تھے۔ واپسی پر انھوں نے مولوی محمد قاسم صاحب
سے کہا میں تم کو اپنے ساتھ وئی لے جاؤں گا۔

۱۔ سناظر حسن گیلانی، سوانح فاضل، دیوبند، جلد اول، ۱۳۱۵ھ

۲۔

۳۔

۴۔

۵۔ محمد سرور رتبہ خطبات مولانا سناظر

۶۔ مولانا سناظر حسن، سوانح فاضل، دیوبند، ج ۱، ۱۳۱۵ھ

۱۔ مولوی رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، کراچی، ۱۳۱۵ھ

۲۔ سناظر حسن گیلانی، سوانح فاضل، دیوبند، جلد اول، ۱۳۱۵ھ

۳۔

۴۔

اور دو فقہوں کا امتداد کیا اور خوب کیا مولانا کے مناظرانہ نکتے اور ملاحظہ آج بھی دیکھنے کے
قابل ہیں۔ پشت و دانش سرسوقی، پادری، اناجید اور دوسرے عیسائی اور آریہ سماجی مناظرین
راست مسکات پر شرمسار شکست دی گئے۔

”مذکورہ بالا کارنامے کے علاوہ حضرت نانوتوی کا سب سے عظیم الشان کارنامہ وہ ہے،
جس نے بدعتی دنیا تک ان کے نام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ ہماری سرادق اقام دارالعلوم دیوبند سے
ہے مولانا نانوتوی کو بانی دارالعلوم تسلیم کرنا گو محمل فخر ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا
راہب کے عظیم الشان شکل کا تصور بانی اول کے دماغ میں تھا۔ یہ تصور تمام تر مولانا نانوتوی کا
روحی مرتبہ ہے۔ دارالعلوم کو شہرت اور ترقی اور ایک معمولی مدرسے کے عظیم الشان دارالعلوم کی
”اصل مولانا سرسوقی کی کششوں نے نصیب ہوئی۔ انہوں نے جب اس کا کام اپنے جوش
و اتار پر کر کے ہی اس سے چلا ہوئے۔“

شاعری | آپ اردو اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ زیادہ تر کلام حمد و ثناء پر مشتمل ہے
صوفیانہ مسلک | آپ حضرت حاجی امجد اللہ صاحب کی گمراہی پر بیعت ہوئے اور کمال ملک
کے بعد چل دیل سلسلے میں ان کے حجاز ہوئے۔

اپنے شیخ کی نظر میں | حضرت حاجی امجد اللہ صاحب کی حق پر فرماتے ہیں:

”جو آدمی کلاس فقیر سے محبت اور عقیدت رکھتا ہے، مولوی رشید صاحب صاحب ملوڑ اور
مولوی محمد قاسم صاحب ملوڑ کو جو تمام کمالات معلوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں، وہ جیسے میرے
بلکہ میرے بڑے بڑے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے، وہ جیسے میرے اور میں جیسے ان کے ہوتا۔“

لے۔ مولوی دین علی، منظرہ حیات، ج ۱، ۱۹۵۶ء، بحوالہ شیخ الحداد مولانا محمود حسن ۱۳۳

لے۔ ڈاکٹر اقبال حسن، شیخ الحداد مولانا محمود حسن، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء، ص ۱۲

والدین کی اجازت کے بعد آپ مولانا ملک علی صاحب کے ساتھ حرم ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء
میں دلی پہنچ گئے۔ وہاں مولانا ملک علی صاحب کی نگرانی اور تربیت میں ذوق و شوق کے ساتھ
تعلیم حاصل کی۔

حدیث شریف کی سند و لا شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی سے حاصل کی تحصیل
علم کے بعد کچھ دنوں دلی کالج میں شفا علی مدرس اختیار کیا۔ اس کے بعد طبع احمدی دلی اور مسلط
جنتی تلمیذ و خیر میں تصویب کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں دیوبند آ گئے اور دارالعلوم
دیوبند کی خدمت بھی جان سے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۸ء میں زین فناء پا گئے۔
۱۹۵۷ء کے جنگ میں حضرت حاجی امجد اللہ صاحب، جو ماہر کی کی حیثیت میں شامی
کے میدان میں علم جہاد بلند کرتے اور ان میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی پیش پیش تھے،
بلکہ سربراہ بھی منتخب ہوئے تھے۔

انتہائی جرأت اور بی جاہلی کے ساتھ آپ نے دست بدست جنگ کی۔ کینہ پڑا ایک
گولی بھی لگی۔ مگر عجیب بات ہے کہ گولی گفنے سے کپڑے ترخوں سے تر ہو گئے لیکن چند لمحوں بعد
حمارا تار کر دیکھا تو کہیں گولی کا نشان تک نہ تھا گئے

مولانا معروف کا ایک قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ ملک میں عیسائی پادریوں نے
تبلیغ عیسائیت کے علاوہ آریہ سماجی شہسپندوں نے بھی سرشار رکھا تھا اور وقتاً فوقتاً اسلام
پر تیر اسلام اور اسلامی احکام و شرائط کو اپنے مغل جن کا نشان بنایا کرتے تھے مولانا نانوتوی نے

لے۔ مولانا غفر حسن، سماج ناظم، دیوبند، ج ۱، ص ۱۲۷

لے۔ : : : : : ج ۲، ص ۱۳۳

لے۔ نسیم قریشی، مرتب علی گڑھ تحریک، ص ۱۲۷

لے۔ منظرہ غفر حسن، سماج ناظم، دیوبند، ج ۲، ص ۱۲۷

تے آثار تقویٰ اور ورع اور نیک بخئی اور خدا پرستی کے ان کے اوضاع اور لطاوت نمایاں تھے یہ شعران کے حق میں بالکل صادق تھا ہے

بالائے سرش ز ہوشش مندی

می صافست سارہ باندی

نماز تحصیل علم میں جیسے کہ وہ ذات اور عالمی و انبی اور فہم و فراست میں مشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زوایل فضل و کمال تھے ان کو خطاب مولوی مظفر حسین صاحب کا ندھلوی کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امدا اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت عالی مرتبہ کا دل بنا دیا تھا۔ خود بھی پابند شریعت تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی پابند سنت و شریعت کرنے میں زامہ از حد کوشش کرتے تھے۔ یاس ہر عالم مسلمانوں کی مصلحتی کا ان کو خیال تھا ان کی کوشش سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدارس و مہتممیں قائم ہوا اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی۔ حلاہ اس کے اور چند مقامات میں بھی ان کی کوشش سے مسلمانان مدرستہ قائم ہوئے۔ یہ کچھ خواہش پیرو مشربہ بننے کی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً اضلاع شمال و مغرب میں ہزار ہا آدمی ان کے متفقہ تھے اور اور ان کو اپنا پیشوا و مقلد مانتے تھے۔

مسائل خلاف میں انہیں لوگ ان سے تاراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری فکر سے ہم مولوی کا ہم کلام کسی کی فکری کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو، خواہ کسی سے خوشی کا ہو، کسی طرح ہوا نے نفس یا ضد یا عداوت پر عمل نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر کہ تھے بلاشبہ لہجہ اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور برس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے۔ ان کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے لیے

ان کی صحبت غیرت جانی چاہیے۔ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں۔

مزید لکھتے ہیں: اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امدا اللہ علیہ کے کیا اتو مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں۔

مولانا محمد قاسم ناتوئی

د علیگڑھ انشیشیٹ گورنمنٹ کالج، ۱۲ اپریل ۱۹۸۸ء

”افسوس ہے کہ جناب ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم ناتوئی نے ۱۲ اپریل ۱۹۸۸ء کو ضیق النفس کی بیماری میں مقام دیوبند انتقال فرمایا۔ زمانہ مہنتوں کو روایہ ہے اور انہیں بھی بہتوں کو روئے گا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے دعا جس کے بعد اس کا کوئی باغین نظر آجئے نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک نماز تھاکر دلی کے علمبردار سے بعض لوگ پیچھے کر اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور ورع میں مشہور و معروف تھے۔ ایسے ہی نیک مزاج اور سادہ دھرمی اور سنی میں بے مثل تھے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ جناب مولوی اسحاق کے کوئی شخص ان کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہوئے وہ انیس۔ مگر مولوی محمد قاسم مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دیندارانہ اور تقویٰ اور ورع اور سنی سے ثابت کر دیا کہ اس ولی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل ایک اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے، بجا چند باتوں میں ان سے زیادہ ہے۔

ابھی بہت سے لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمری میں تعلیم پلے دکھیا۔ انہوں نے جناب مولوی ممدوح علی سے تمام کام میں پچھی تھیں، بجا کئی

لے حاجی امدا اللہ صاحب: ضیا و انعقب: ص ۷

لے مولانا عاشق الہی: تنکرة اور شہید: ج ۲ ص ۱۲۱

مولانا سرسید احمد خاں کی نظر میں اس سرسید احمد خاں مرحوم مدرس دیوبند کی سالانہ رپورٹ پر ان الفاظ میں تبصرو کرتے ہیں: "میکو وجہ ہے کہ ان لوگوں نے مدرس عربی دیوبند میں جس میں غیر مسلمانوں کے اور کچھ نہیں ہے کیوں مدافین کی۔ حقیقت میں مسلمانوں پر نہایت شغوس ہے کہ ایسے مدرسہ میں بھی جیسا کہ دیوبند کا عربی مدرسہ ہے اور جس میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب سافرشہ میرٹ شخص مقرر تھے اسے اور مولوی محمد تقرب صاحب صاحب مدرس ہے کچھ مدد کریں۔ دیکھو اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہماری قوم کی تعلیم و تربیت ابھی نہیں ہے تمام رپورٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدرسہ خود اپنے پر یہ مسلمانوں کی ہمدردی پر قائم نہیں ہے بلکہ صرف ایک شخص کی ذات پر اس کا عار ہے۔ مولوی محمد قاسم و حقیقت نہایت بزرگ و نہایت نیک ماوراء اودلی ہیں۔ تمام شیعہ مسلمانوں اور میرٹھ اور مظفرنگر میں لوگ ان کو صداقت اس حدیث کا کہ "خلفاء اربعہ" کا بغیانہ بنی اسرائیل سمجھتے ہیں۔ دوسرا اثر سبب مولوی محمد تقرب صاحب کا ہے جو مدرسہ اول اس مدرسہ کے ہیں اور انہوں نے صرف تینتیس روپیہ ہجاری مدرسے لینا قبول کیا ہے اور قاعدت و زہد سے اس قدر قلیل میں اوقات بسر کرتے ہیں اگر وہ نہ ہوں تو یہ دوسرا شخص اس قلیل مشاہیر و پران علوم کو پڑھنے کو ملے گا جو اس میں چرچائے جاتے ہیں۔ پس یہ مدرسہ صرف ان بزرگوں کی دھار پر قائم ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب کس کس کو اپنا ساتھیس کے اور آج تک کہنے آئیوں کو انہوں نے اپنا ساتھی بنا لیا۔ بشلی و علیہ تو اپنا ساتھیس کو نہ جانتا ہے کہ یہ کیوں تو توقع ہو سکتی ہے کہ ہزاروں مسلمان ایسے ہی دنیا سے آزاد ہو جائیں گے، جیسے مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم تھے یا جیسے کہ مولوی محمد قاسم صاحب میں ملے۔"

مولانا محمد قاسم خان قادیانی کے بارے میں سرور احمد کہتے ہیں:
"آخر میں مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی کے پاس گیا اور چند روز میں ان تمام اعتراضوں کا جو میرٹھ دل میں کھینکتے یا دوسرے اثرات سے عقلی جواب پا کر میں نے اپنے تئیں قائل کر لی۔ مولوی صاحب موصوف بڑے بے نفس اور پاک خیالات کے تھے جس مسئلہ کو وہ مل کر رکھتے تھے تو میری تعجب بھری نگاہوں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بچہ کچھ میں بیان کر رہا ہوں، یہ میرے علم اور عقل کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ میں تو سابقہ علماء کا خوش چلین ہوں پھر وہ مجھے ان کی بحثیں دکھاتے تھے۔۔۔ جن سے یہ یقین اور برسی بڑھ جاتا تھا۔"

لے تیرا پہلا نام پناپ سنگ اور حال کا نام احمد ہے۔ مجھے بہت بڑھاپے میں سرور احمد لکھنا پڑا ہے۔ ان کے والد کا نام اپنا سنگ، جلد سے کنوت موضع موکل تحصیل چوہانیاں لاہور ہے۔ تمام غائب پر تحقیق کرنے کے بعد میں سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ۱۸۸۰ء میں بھٹام نامی مدرسہ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے سامنے اسلام کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے ۱۸۷۹ء میں مکمل بطور کلمہ اور جوہر اور پانچ لاکھ تیرہ سو تین ترقی یافتہ سات آٹھ، پچترہ روپے جن مسائل میں غلطی کی تھی تھے وہ پڑھ توں اور ملتا رہے پچترہ روپے۔ وہ خود دیکھتے ہیں، مگر مولوی محمد قاسم صاحب دیوبندی جیسے تجربہ کار پائے دیا کوئی نہ پایا۔ سرور احمد۔ ٹیپٹھ کلاں، گنبدینہ دایت لاہور ۱۹۲۵ء
لے۔ سرور احمد، گنبدینہ دایت۔ لاہور۔ ۱۹۱۵ء

مولانا خلیل الرحمن مہاجر مکیؒ

مولوی خلیل الرحمن صاحب کے والد ستری قوی زرکی کے ایک مشہور و معروف شخص تھے جو ننگ میں غلام تھے۔ بہت بدتر اور زکا م رہے تھے اور صاحب کا والد بھی تھے جو مولانا خلیل الرحمن صاحب کا ہندوئی نام ناہر سنگ تھا جو ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۵ء کو زرکی میں پیدا ہوئے۔ جب سات سال کے ہوئے تو ان کے باپ نے ناہر کے ایک نامور مولوی عبدالسمیع کو رامپور سے بلا کر ان کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ مولوی صاحب کی کوشش سے انہوں نے اس چھوٹی عمر میں قابلیت حاصل کر لی تھی کہ دیکھنے والے تعجب کرتے تھے۔ تیرہ یا چودہ سال کی عمر ہوئی مولوی صاحب جات مسجد میں نماز پڑھنے جانے لگے تھے تو یہ مسجد ان کے براہ جات تھے اور نماز کے مستحق سوالات کرتے تھے کہ اس کا مقصد کیا ہے، مولوی صاحب سمجھاتے ہم تو اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرتے ہیں، تم بھی کہہ کرتے ہو۔ انہوں نے بتایا کہ میں بھی اپنے مذہب کا یہیت پابند ہوں عقل کے اور پورے آثار کو جو کہ پرکھنا تھا، ہوں۔ پوچھا پتا کہ کتا چوں۔ ساگر ام کو مرنا، آپرل مولوی صاحب نے ان کو سمجھایا کہ یہ خالق کی عبادت نہیں۔ جتنوں کو جو پناہ مرنا طلب ہے تھوڑا اور زمینوں میں جو بہت رکھے ہوئے ہیں وہ کسی طرح معبود نہ بن سکتے ہیں۔ وہ تو ایسے بے علم اور مجبور

ملے۔ یہ بڑا دکھ اور صدمہ مولوی صاحب کی کتاب ”ذکر اشرار“ سے زائد ہے۔

میں کرشمہ پر کسی جبر مانے تو اس کو بھی نہیں دڑا سکتے۔ دوسروں کو یا نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں ان باتوں کو سن کر ناہر سنگ متاثر ہوا اور اس کے دل میں اسلام کی محبت جاگ اُٹھی ہوئی۔ ایک روز ناہر سنگ نے ایک اپنا بیگت سے ہندو دھرم کے متعلق کچھ معلوم کیا اس نے ایسے بندہ پیدا کیا سو راز و خلاف عقل قصداً کو سنا کہ جس سے ناہر سنگ کا دل اپنے دھرم سے نفرت ہو گیا۔ محبت غور و خوض کے بعد ان کی طبیعت نے فیصلہ کیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے، باسی کی راستیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ۱۲۶۹ھ مطابق ۱۸۵۰ء کو تیرہ سال کی عمر میں اپنے استاد سے استعفا کی تو انہوں نے حکم پڑھا کہ ان کو مسلمان کیا اور ان کا دھرم بدین بتلائے اور خلیل الرحمن نام رکھا۔ مولوی صاحب کے کان میں چسپ کرنا شروع ہوئے، قرآن شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ جب اوپر نشان آئے تو ان کو بڑی پابندی ملی ہوئی۔ یہ دودھ دیکھتے تھے۔ مگر کئی دن کو روزانہ یا حیلہ پڑھنا پڑا تھا۔ کبھی کہتے پیش میں دو ہے کہیں کہتے بھوک نہیں ہے، اور یہی لکھوں گا۔ جب کبھی کا وقت ہوتا تو باپ کی موجودگی میں لکھ کر جاتے تھے نہ نکال کر ٹوٹیں، ڈال دیتے۔ کبھی گدوں میں کھینک کر بددین میں پھینک دیتے، ان باتوں سے گھر والے ان کو فکس کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

ایک روز حسب معمول مولوی صاحب کے مکان میں دستور کے نام پڑھ رہے تھے، اسی کا ریل پیل سے سب سے ان کے مکان میں چھپ گیا۔ اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو وہ آگے بڑھ کر لاہو گیا، اس نے وہیں سے جا کر تمام حالات سے ان کے والد کو آگاہ کر دیا۔ ماں باپ اور تمام رشتے داران کے دشمن بن گئے استاد اور غلام سے یہ شرط کر دیا۔ اب ان پر مسیتوں کا دودھ نہ لکھیں گا، ان کا کوئی ہزارہ نہ فریق نہ کوئی نوٹس نہ شفیق تھا۔ ماں باپ غصہ، اور مزید اور تاب بنی، تمام فضا میں سختی تھی، جبر غفلت بھی لکھ کر دیکھتے تھے، انہوں نے نظر اتار دیا تھا۔ ہر طرقت کی سختی ہوتی تھی۔ کبھی پیار، محبت سے سمجھایا جاتا، کبھی شدید تحویلات سے ڈرکا یا جاتا، اور وہ اس جو بیٹے محبت کے ساتھ کو دین بچا کر بڑا کر رہی تھی، نرم بھری ہوتی، دیکھنے لگی۔ وہ باپ جو بیٹے اپنے ہر نماز و سنت جگر کی دلداری کو

اپنا خیر باد میں جس وقتا ملاقات ہوگی، خلیل الرحمن کو اس باب کے فیضان و غنیمت کا بہت انکسیر تھا۔ پھر پھر
 ڈیڑھ سالہ ایسی حالت میں گزارا کہ وہ کبھی دیکھی نہ کر سکتا تھا کہ انساں کا پائے نباتت پر انش میں کیا ہے۔
 ان کو عجیب شکل اور شکل کا سامنا تھا۔ وہ جانتے نہ تھے کہ ان کے پاس کتنی قدر غنیمت کا منتظر رہا تھا۔
 اسی زمانہ میں ایک رات نہایت ایسی وحشیہ و غم و اندھن میں خلیل الرحمن صاحب کی نگرہ گئی کہ وہ بے خواب
 میں ایک فوٹو پر چرے والے میں نے خلیل الرحمن کو دیکھا، جس کے چہرے سے سرور و سرور و سرور کی چمک رہی
 تھی۔ ان کا نام ایچا تو اللہ تعالیٰ، ہاتھ پر کچل کے ملنے اور سرعت کے ساتھ ایسے تمام پر پہنچے جس
 کا طوفان ٹھیک و ٹھیک کا رہے تھے۔ وہ رپا کرتے کہ ہر طرف پر دیکھ کر دیکھ کر کہہ رہے تھے اور یہ کہ اس ملک کی ہے
 جس نے تمام زمین و آسمان کو پیدا کیا، اسی کو خدا کو خدا اور سیت اثر کرتے ہیں۔
 قلب و دوز کی توجہ اور رب العالمین کے گھر کی زیارت ستان کے قلب میں اسلام کے نور
 سے گھر کر لیا اور ایسا استحکام حاصل ہوا کہ ان کے بعد ہر صاحب کے جیسے پر ہوا اللہ اس کے دوسری کی
 محبت میں ذرہ برابر بھی کسی نہ ہوئی۔ اس زیارت سے قبل ان کو اسلام سے محبت تھی، اب یہ اسلام سے
 عشق ہو گیا اور یہ حالت جنوں تک پہنچ گئی۔

خلیل الرحمن صاحب کے والد نے ایک روز اس کی ماں سے کہا کہ اس ملک سے ہم بڑا رواد
 رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں، کاش یہ عید ایسی نہ ہوتا، پھر پھر پھر میں بیٹھی ہو رہی ہے۔ اس نے بہتر
 یہی کہا کہ اس کو نہ ہر دیکھ کر ختم کر دیا جائے، تاکہ مزید بدنامی اور بے وفائی سے بچ سکے۔ ماں کی بات
 اور محبت نے بیٹے کو نہ ہر دے کہ ماں کا ان میں کیا۔ اس نے کہا میں سوچ کر جواب دوں گی، پھر اپنے
 بیٹے کو علیحدگی میں سمجھا کر بیٹھا تو آپ قریبی جان کا دشمن ہو گیا ہے۔ اگر قریبی زبان پر اسلام کا نام آ
 قریبی جان کی خیر نہیں ہے۔ اور نہ دوزخ کی ماں نے آپ کو یہ مشورہ دیا کہ جب اسے اس کو مارنے کے
 اس کو اتنے کاموں میں لگا دیا جائے کہ اس کو کسی سے ملنے یا دوسرے خیالات میں لینے کی ہمت اور فرصت
 نہ ملے، چنانچہ ان کے والد نے ایک انگریزی پڑھانے والا بندہ واسطہ قرار کر کے جو جس سے دوسرے کے گھر گئے

ان قلت یا ریح القبا الی الارض الحرم
 اسے ارباب اگر کسی حد تیرا گھر مدینہ منورہ میں ہو
 ملے سلامی روضہ فیما النبی المحترم
 تو وہ شریعت میں ہر اسلام شوق عرض کر دیتے
 من خذہ بدر الدجی من وجہ شمس الضحی
 آپ کے دشمن چاند کی طرف منورہ ہر بار کتاب کی کھلتی ہے
 من ذائد فدا المہدی من کفہ جبر الصمم
 آپ فرد ہر دست میں اور آپ دیکھ نہ سکتے تھے

انہی بات سے کہ اس وقت ان کے باپ نیچے کھڑے ہوئے تھے انہوں نے جب یہ شعر سنے تو
 بہت ملاش ہوئے اور نوب دار اور پھر مقرر کر دیا کہ کسی سے ملنے نہ پڑے۔

چند روز تک یہ ایک بزرگ درگاہ میں مقیم رہے۔ انھوں نے ان کو بھی اطلاع بھیجی کہ ان کا قلب بے چین ہو گیا۔ غالباً مردی کا دل صبیح و راسخ سے امنوں نے سب سے نکل کر اچھی بات کی اور صراحت یہ کہ ان کی تلاش کی۔ ایک ہفتہ کے بعد ان میں پرامنیت اور امن کو سمجھا دیا۔ باب نے چاروں کو ٹوٹا ٹھکانوں کی تلاش ہو کر ہفتہ کے ان پچھتے قواس سے ملوایا۔ اس نے بتایا کہ وہ کمانی بہت سے سرسبز اس آنا ہے اور میری بات بہت شوق سے سنتا ہے۔ باب نے عرض کر کے پھر یہاں پر رہا۔ کئی رات تک صاف آئی۔ باب ہفتہ کے آخر پر حشرات کو تو نہیں لایا۔ وہ درہنہ شوق سے دور وارتہ تھے۔

ایک روز غلیل اتر آیا۔ باب وہاں کے وہ ایک پرورش ہفتہ کے پاس سے ملے۔ اس نے بہت خوب سے ان کو دیکھا اور ان کے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ اس نے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ باب نے خوش ہو کر اس کو سب کچھ دیا۔

غلیل اترنے کے بعد باب کے واسطے کا شہر عام ہو گیا تھا۔ جب کہ مسلمان ان سے ملنے کے لئے آتے تھے۔ ایک روز ملاقات کا مولانا مسعود علی اور مولانا فیض الحسن درگاہ میں مقیم رہے۔ پھر شیعہ طور پر ان کو اطلاع دیا۔ یہاں سے ملے۔ ان حضرات نے ملازمی و باطنی طور سے ان کی تسلی و تسنی کی اور صحت و استقامت کی تحقیر فرمائی۔

ایک روز باب نے علیہ سے بازار کے باغوں میں کچھ دیکھی اور کہا بیٹے اپنی حرکت سے باہر میری آبرو نہ ٹھوکر۔ ان کو ان کا کہہ کر جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک اپنے مذہب کو ٹھہرتا رہے گا۔ انھوں نے باب سے مصافحہ کر دیا کہ اس اب ایسا نہ کرے گا۔ باب نے کہا اچھا میرے سامنے سوچو تو تاکو اگر تھوڑے روز آپ نے حدت لکھا کر دیا اور باب سے مل بھیں کر دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد ایک مشہور باغ خانہ پر غلیل اترنے کے بعد باب نے ان کی طرف سے چاروں سے ملے۔ باب نے ان کو سونے کے لئے نیچے بلایا۔ آپ نے اس خیال سے کہ باب اپنی طرف سے اپنی مذہبی کتب اور قرآن مجید میرے دلوں کو قفل لگا رہا ہو گا۔ میری میں کتاب سے ملوایا۔ مسلمان باہر

چند روز تک یہ ایک بزرگ درگاہ میں مقیم رہے۔ انھوں نے ان کو بھی اطلاع بھیجی کہ ان کا قلب بے چین ہو گیا۔ غالباً مردی کا دل صبیح و راسخ سے امنوں نے سب سے نکل کر اچھی بات کی اور صراحت یہ کہ ان کی تلاش کی۔ ایک ہفتہ کے بعد ان میں پرامنیت اور امن کو سمجھا دیا۔ باب نے چاروں کو ٹوٹا ٹھکانوں کی تلاش ہو کر ہفتہ کے ان پچھتے قواس سے ملوایا۔ اس نے بتایا کہ وہ کمانی بہت سے سرسبز اس آنا ہے اور میری بات بہت شوق سے سنتا ہے۔ باب نے عرض کر کے پھر یہاں پر رہا۔ کئی رات تک صاف آئی۔ باب ہفتہ کے آخر پر حشرات کو تو نہیں لایا۔ وہ درہنہ شوق سے دور وارتہ تھے۔

ایک روز غلیل اتر آیا۔ باب وہاں کے وہ ایک پرورش ہفتہ کے پاس سے ملے۔ اس نے بہت خوب سے ان کو دیکھا اور ان کے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ اس نے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ باب نے خوش ہو کر اس کو سب کچھ دیا۔

غلیل اترنے کے بعد باب کے واسطے کا شہر عام ہو گیا تھا۔ جب کہ مسلمان ان سے ملنے کے لئے آتے تھے۔ ایک روز ملاقات کا مولانا مسعود علی اور مولانا فیض الحسن درگاہ میں مقیم رہے۔ پھر شیعہ طور پر ان کو اطلاع دیا۔ یہاں سے ملے۔ ان حضرات نے ملازمی و باطنی طور سے ان کی تسلی و تسنی کی اور صحت و استقامت کی تحقیر فرمائی۔

ایک روز باب نے علیہ سے بازار کے باغوں میں کچھ دیکھی اور کہا بیٹے اپنی حرکت سے باہر میری آبرو نہ ٹھوکر۔ ان کو ان کا کہہ کر جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک اپنے مذہب کو ٹھہرتا رہے گا۔ انھوں نے باب سے مصافحہ کر دیا کہ اس اب ایسا نہ کرے گا۔ باب نے کہا اچھا میرے سامنے سوچو تو تاکو اگر تھوڑے روز آپ نے حدت لکھا کر دیا اور باب سے مل بھیں کر دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد ایک مشہور باغ خانہ پر غلیل اترنے کے بعد باب نے ان کی طرف سے چاروں سے ملے۔ باب نے ان کو سونے کے لئے نیچے بلایا۔ آپ نے اس خیال سے کہ باب اپنی طرف سے اپنی مذہبی کتب اور قرآن مجید میرے دلوں کو قفل لگا رہا ہو گا۔ میری میں کتاب سے ملوایا۔ مسلمان باہر

کچھ دنوں کے بعد ایک روز غلیل اترنے کے باب موضع آصفت گیا۔ ان کا کام دیکھنے کے لئے گیا۔ ان کے پہل سے واپس آ رہا تو جبر کے سے پہل پر سے نیچے گر گیا۔ نہر نہ تھی اس لئے جان بچ کر گریں گے۔ ان کے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ اس نے ہاتھ پر لکھ کر کہ وہ آقا قمر سے ملے۔ باب نے خوش ہو کر اس کو سب کچھ دیا۔

غلیل اترنے کے بعد باب کے واسطے کا شہر عام ہو گیا تھا۔ جب کہ مسلمان ان سے ملنے کے لئے آتے تھے۔ ایک روز ملاقات کا مولانا مسعود علی اور مولانا فیض الحسن درگاہ میں مقیم رہے۔ پھر شیعہ طور پر ان کو اطلاع دیا۔ یہاں سے ملے۔ ان حضرات نے ملازمی و باطنی طور سے ان کی تسلی و تسنی کی اور صحت و استقامت کی تحقیر فرمائی۔

ایک روز باب نے علیہ سے بازار کے باغوں میں کچھ دیکھی اور کہا بیٹے اپنی حرکت سے باہر میری آبرو نہ ٹھوکر۔ ان کو ان کا کہہ کر جب تک میں زندہ ہوں اس وقت تک اپنے مذہب کو ٹھہرتا رہے گا۔ انھوں نے باب سے مصافحہ کر دیا کہ اس اب ایسا نہ کرے گا۔ باب نے کہا اچھا میرے سامنے سوچو تو تاکو اگر تھوڑے روز آپ نے حدت لکھا کر دیا اور باب سے مل بھیں کر دیا۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد ایک مشہور باغ خانہ پر غلیل اترنے کے بعد باب نے ان کی طرف سے چاروں سے ملے۔ باب نے ان کو سونے کے لئے نیچے بلایا۔ آپ نے اس خیال سے کہ باب اپنی طرف سے اپنی مذہبی کتب اور قرآن مجید میرے دلوں کو قفل لگا رہا ہو گا۔ میری میں کتاب سے ملوایا۔ مسلمان باہر

اور یہ پلٹ نہایت ہوشیار تھا اور ظاہر انسان تھا۔ ان کو رات دن نصیحتیں کرتا کرتا تھا اور ان سے مذہبی
مباحثے بھی شروع کر دیتا، مگر خلیل الرحمن صاحب مباحثے میں کٹر غالب رہتے تھے۔
اس پلٹ نے ایک جاہل گرجائی کو بتلایا، مگر وہ اپنے جاہل کے نفرت ان کے خیال تبدیل
دے۔ چنانچہ جاہل گرجا اپنے منتر پڑھتا اور ان پر پھونکتا، لیکن یہ وہو شریف پڑھ کر اس کا اثر نابل کر
دیتے تھے۔ غرض جب وہ کام ہو گیا اور اس کو کوئی تھلا کار نہ ہوا تو ایک مذہبی خلیل الرحمن صاحب کو
اپنے جہلو ایک جنگل میں لے گیا اور ان سے پوچھا اس طرح کے کچھ بتا تو کیا ہر جا تھا ہے کہ ہر منتر پڑھ کر
نہیں چلت۔ خلیل الرحمن صاحب نے جواب دیا کہ مجھے میں وہاں پاس انفس کی مشق ہے۔ جب اپنے
آپ کو فنا کرتا ہوں تو قطعاً دلدل باقی رہ جاتا ہے۔ اس نے پوچھا وہ دلدل کا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا
اس کا نام دلدل ہی ہے، پھر ہر حال پڑھ کر جوگی پر دم کیا۔ جوگی کا نپہ مٹا، غرض میں جا کر پلٹ چکا کہ
اس طرح کی کتب میں پڑا اور جب دیر سے منتر کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

انہی دنوں میں وہاں شریف ختم ہوئے، میں کو حید ہونے والی جی خلیل الرحمن صاحب نے
باپ سے کہا کہ کل عید ہے۔ تمام مسلمان عید گاہ میں جمع ہوں گے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا
ایک عبودیت اور بندہ ہونے کا کافی بیگناہ ہیں۔ جو ہر خوشنما، خوف ناک اور بدست چیز کی پوجا
کرتے تھے ہیں۔ یہی عید ہے کہ یہ سب باہم متفق نہیں ہو سکتے۔
خلیل الرحمن صاحب نے کہا کہ باتیں سن کر کیا ہو گیا جس قدر ماہیا کا خوب ہی مارا اور کیا
دو سوسے غائب ہوئے۔ میت ہوا اور پتھرائی کے دانے کے برابر تو اپنے ہی منت کا چھاپا اور پڑا جیسے جو
جس نے دھرم بدلا، اس نے باپ بدلا۔

ایک عرصہ میں خلیل الرحمن صاحب کی ہوشیرو کی شادی قریب آگئی۔ ان کے باپ نے دوستوں
سے مشورہ کیا کہ اب رستہ بارات آگے کی خلیل الرحمن دن بدن اسلام کی طرف رجوع ہر باپ کی
وجہ سے بدنامی کا خوف ہے۔ مگر اہل بارات کو اس سے ملنے کا موقع مل گیا تو بہت تھک چکا ہوا تھا۔

ایک عرصہ میں خلیل الرحمن صاحب کی ہوشیرو کی شادی قریب آگئی۔ ان کے باپ نے دوستوں
سے مشورہ کیا کہ اب رستہ بارات آگے کی خلیل الرحمن دن بدن اسلام کی طرف رجوع ہر باپ کی
وجہ سے بدنامی کا خوف ہے۔ مگر اہل بارات کو اس سے ملنے کا موقع مل گیا تو بہت تھک چکا ہوا تھا۔

پھر شریں صلی گئی تو رشی کی مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا تو خلیل الرحمن صاحب کے
نام سے جنٹ مجرباٹ کے پاس سندھ بھیل دستخط دے گئی:

”ہماری حلال اور بدین گرفتاری سے ہر شخص کو مذہبی آزادی ملے گی ہے۔ خود کی
عرسے سے ملان ہو چکا ہے۔ گلاس روشنی و انصاف کے زمانے میں پھر میرا پس منظر
سکس کر لے کر طرح کے جھوٹے حکم کر رہا ہے۔ اب وضع دستور میں تیکر کیا ہے کہ وہ خود
کے کہہ کر دونوں ہتھوں میں قصہ کردی اور قتل کا ارادہ ہے۔ گوریلوی خورشیدی گئی تو میرا زندہ رہنا
محال ہے۔ میں نے اس کو غریب خلیل الرحمن نے مسلم سابق تاج گنگہ تیار ہو کر چل بسا۔ تو ہی احکام ہی
اس قیدی کی جان بچا سکتے ہیں۔ واجب تھاکر کیا۔“

اس وقت پرم صاحب جنٹ ہوا اور سندھ پالیس کو کھڑا کیا اور باپ کو گرفتار کر لیا اور جیل
قید سے نکال کر مٹھار کو بچا تو پالیس دستور پستی۔ دونوں گرفتار کیا۔ باپ نے پالیس والی کو میر
بھوڑا اور ملیرہ ہو گیا۔ جیل کو پالیس جنٹ صاحب کے سامنے لے گئی۔ ان سے دریافت کیا کہ تم شکاری
میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ تمہارے باپ نے تم کو دستور میں کیوں قید کیا تھا اور تمہارے ساتھیوں
میں کیوں قصہ لائی تھی۔ خلیل الرحمن صاحب نے باپ کو پکارتے ہوئے بیان دیا کہ وہ صاحب شادی
کے انتظام میں تھے۔ میں ان کے سرکاری کام کی دیکھ بھال میں رہا۔ تم مجھے قید کیا، میرے ہاتھوں میں کسی
نے قصہ کھلی باتیں لگے کہ تو غلامت شریکیت کی گئی۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔

جنٹ صاحب نے کہا کہ ہم کو تمہارا سب حال معلوم ہو گیا ہے۔ آئندہ سے تم کو جرم کی
آزادی ہے کہ تم مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ان کے باپ کو بلایا گیا۔ ان کو تھیکہ کی کارگاہ اپنے لڑکے کو کئی

کر دیا۔ یہ پلٹ نہایت ہوشیار تھا اور ظاہر انسان تھا۔ ان کو رات دن نصیحتیں کرتا کرتا تھا اور ان سے مذہبی
مباحثے بھی شروع کر دیتا، مگر خلیل الرحمن صاحب مباحثے میں کٹر غالب رہتے تھے۔

اس پلٹ نے ایک جاہل گرجائی کو بتلایا، مگر وہ اپنے جاہل کے نفرت ان کے خیال تبدیل
دے۔ چنانچہ جاہل گرجا اپنے منتر پڑھتا اور ان پر پھونکتا، لیکن یہ وہو شریف پڑھ کر اس کا اثر نابل کر
دیتے تھے۔ غرض جب وہ کام ہو گیا اور اس کو کوئی تھلا کار نہ ہوا تو ایک مذہبی خلیل الرحمن صاحب کو
اپنے جہلو ایک جنگل میں لے گیا اور ان سے پوچھا اس طرح کے کچھ بتا تو کیا ہر جا تھا ہے کہ ہر منتر پڑھ کر
نہیں چلت۔ خلیل الرحمن صاحب نے جواب دیا کہ مجھے میں وہاں پاس انفس کی مشق ہے۔ جب اپنے
آپ کو فنا کرتا ہوں تو قطعاً دلدل باقی رہ جاتا ہے۔ اس نے پوچھا وہ دلدل کا نام کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا
اس کا نام دلدل ہی ہے، پھر ہر حال پڑھ کر جوگی پر دم کیا۔ جوگی کا نپہ مٹا، غرض میں جا کر پلٹ چکا کہ
اس طرح کی کتب میں پڑا اور جب دیر سے منتر کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

انہی دنوں میں وہاں شریف ختم ہوئے، میں کو حید ہونے والی جی خلیل الرحمن صاحب نے
باپ سے کہا کہ کل عید ہے۔ تمام مسلمان عید گاہ میں جمع ہوں گے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا
ایک عبودیت اور بندہ ہونے کا کافی بیگناہ ہیں۔ جو ہر خوشنما، خوف ناک اور بدست چیز کی پوجا
کرتے تھے ہیں۔ یہی عید ہے کہ یہ سب باہم متفق نہیں ہو سکتے۔
خلیل الرحمن صاحب نے کہا کہ باتیں سن کر کیا ہو گیا جس قدر ماہیا کا خوب ہی مارا اور کیا
دو سوسے غائب ہوئے۔ میت ہوا اور پتھرائی کے دانے کے برابر تو اپنے ہی منت کا چھاپا اور پڑا جیسے جو
جس نے دھرم بدلا، اس نے باپ بدلا۔

ایک عرصہ میں خلیل الرحمن صاحب کی ہوشیرو کی شادی قریب آگئی۔ ان کے باپ نے دوستوں
سے مشورہ کیا کہ اب رستہ بارات آگے کی خلیل الرحمن دن بدن اسلام کی طرف رجوع ہر باپ کی
وجہ سے بدنامی کا خوف ہے۔ مگر اہل بارات کو اس سے ملنے کا موقع مل گیا تو بہت تھک چکا ہوا تھا۔

ایک عرصہ میں خلیل الرحمن صاحب کی ہوشیرو کی شادی قریب آگئی۔ ان کے باپ نے دوستوں
سے مشورہ کیا کہ اب رستہ بارات آگے کی خلیل الرحمن دن بدن اسلام کی طرف رجوع ہر باپ کی
وجہ سے بدنامی کا خوف ہے۔ مگر اہل بارات کو اس سے ملنے کا موقع مل گیا تو بہت تھک چکا ہوا تھا۔

عشتیہ رسول اللہ میں مولد شریف اور وقت اس شوق اور خوش حالی اور وارفتگی سے
 کہ جسے کہ شیفہ والے آج کب یا کرتہ میں آپ کی سید کی تحفوں میں راجم خیرہ جوتا تھا یا خوش
 ہوا یا کی کیفیت ملاری سو بانی تھیں۔ یہ سیدین اور مستغنیہ کا ملکہ کافی وسیع تھا۔ آپ مالت نیچ
 سے بہت میں داماد اور داماد شہداء کلام کہتے تھے اور آپ کی زبان سے جرجی کلام نکلتا تھا خوش
 حالت میں گویا ہر آنکھ تھا۔

کی تعلیم ہنہائی تو ہمارے خلاف تھا تو ان کا رویا کی جانے کی اس وقت تھمارے بیٹے نے
 بیانوں سے تم کو پران۔

اس واقعہ کے چند روز کے بعد ایک پنڈت نے رات کو خواب میں دیکھا کہ خلیل الرحمن
 اقدس ایک خوبصورت چاندی کی تختی ہے جس پر ہر سترہ سرفروں میں لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
 ہر جگہ سے لوگ آتے ہیں اور اس تختی کو بڑے شوق سے دیکھ رہے ہیں صبح ہوئی تو پنڈت نے
 یہ خواب اپنے صاحب سے بیان کیا تو قاضی فصیح الدین صاحب کے پاس جا کر کہہ کر میں خلیل الرحمن
 دیکھا ہے۔ سب سے بڑی کوئی کا بڑا بڑا جملہ مسلمان ہو جاتے گا۔

۱۰۔ یہ روز علی الصبح مسلمان دوستوں کے گھر پر خلیل الرحمن صاحب نے جامع مسجد میں
 بڑی نماز باجماعت ادا کی۔ آپ کو خبر ہوئی تو ان کو بلا کر سختی کے ساتھ پیش کیا اور ان سے دریافت
 کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تو آج بڑے مسجد میں گیا تھا۔ سچ بتا رہے دل میں کیا ہے مگر حدیث بولے گا تو
 جان سے مار ڈالوں گا۔ انہوں نے کہا کہ میں آج شام تک اس بات کا صحیح جواب دوں گا۔ ان کا آپ
 خاموش ہو گیا۔ اس نے خوفِ عمل کیا اور اپنے وطن کے کوئی خلیل الرحمن صاحب نے غفلت کرتے
 ہوئے نہ ریت کر لی تھی کہ خلیل اسلام میں داخل ہونے کا ہے۔ ان کے بعد کہتے سے فارغ ہوئے
 تو چڑھی آیا کہ نہروالے صاحب آپ کو بلاتے ہیں۔ یہ چڑھی کے ساتھ چلا گیا خلیل الرحمن صاحب
 کو موقوف کیا۔ صاف تھرا اس پن پر جا کر مسجد لڑکی میں پہنچ گئے اور ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۳ء کو
 ۱۱ سال کی عمر میں آپ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

اس اعلان کے بعد آپ مسلمانوں میں رہنے لگے۔ ۱۸۶۳ء سے ۱۹۰۰ء تک یعنی ۳۷ سال
 تک ہندوستان میں رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں تحصیلِ علوم کیا۔ بجا وقت مدرس میں جاکر حضرت
 حاجی امجد اللہ رتھ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور غلامانِ حقیتہ صلیبہ کے اذکار و اشغال میں
 ریاضات و مجاہدات کر کے روحانیت میں مارتے چلے حاصل کئے۔

وقت و مکمل الامتہ مولانا اشرف علی صاحب دین العلوم چنگاچور میں مدرسہ مدرس تھے۔
 مولانا نے مولانا سے کچھ حصہ اصول الفاشی کا اور کچھ حصہ شرح نامی اور قطبی کا پڑھا۔ یہیں آپ نے
 دینی جامع العلوم کے مدرسہ استاد مولانا فتح محمد صاحب نقوی سے بھی شرح شافیہ اصول الفاشی
 اور حصہ پڑھا۔

مولانا فتح محمد تھانوی

شیخ، عالم، فقیر، فتح محمد تھانوی نیک فقہاء میں سے تھے۔ ولادت اور وفات استاد بیرون
 ضلع مظفرنگر میں ہوئی۔ علم کی تحصیل میں لگ گئے۔ ان کے تین تلامذہ وہ جلدی، شیخ مفتوب
 بن ملک علی تھانوی سے اور کچھ مولانا، قطب الدین تھانوی اور مولانا عبد الرحمن پانی پتی اور
 شیخ احمد علی بن طلعہ اللہ سہارنپوری سے پڑھ کر تکمیل کی۔ پھر شیخ امداد اللہ تھانوی صاحب لکھی
 خدمت میں رہ کر سدک پکبیل کی۔

حکیم متواضع، زاهد، عابد اور بہترین مجتہد تھے۔ جب مجموعہ میں قرآن مجید پڑھتے
 تو دوسروں کو کھینچ لیتے تھے اور پڑھنے والوں کے ساتھ نہایت لطافت و مروتانی سے پیش آتے۔ تھانوی کی
 خدمت کرتے اور شیعت علوم کی تدریس کرتے تھے۔ ان کی خصوصیات میں ایک بات یہ کہ
 زندگی بھر انہوں نے پیدل ہی سفر کیا کسی سواری پر کبھی سفر نہیں کیا۔ میں نے ان سے کچھ حصہ اصول الفاشی
 اور کچھ حصہ شرح پانی پتی کا پڑھا۔ پھر ۱۲۶۲ھ کو قضاہ بیرون میں وفات پائی
 مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

وہ اسی زمانہ کے آس پاس آپ مولانا حکیم عبدالحی حسنیؒ کے کچھ حصہ کانپور میں بھی قیام

مولا نا حکیم سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا عبدالحی حسنیؒ، ۱۲۶۰ھ، ۸ ص ۲۰۲، (۱۲۶۰ھ سے اردو)

حضرت مولانا یوسف حسین دیوبندی

مولانا یوسف حسین آپ کا تخلص مولانا محمد (۱۲۴۱ھ) عرفی نام محمد شاہ، اصل نام یوسف حسین ہے۔ والد صاحب کا نام محمد ہے۔ خاندان سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیوبند ضلع سہیل پور میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت آپ کی بہ لاشاہ آپ کے اعماموں جی شاہ سادات صاحب نے لڑائی فکری کی تعلیم آپ کو دلا صاحب سے حاصل کی۔

والد العلوم دیوبند میں داخلہ پھر والد العلوم دیوبند میں داخلہ کرادیئے گئے عدال مولانا محمد صاحب اور مولانا شمس الرحمن صاحب سے فکری کی تکمیل کی۔

۱۲۴۸ھ میں فکری کی تکمیل کے بعد والد العلوم کے مشیر عربی میں داخل ہوئے اور ۱۲۵۰ھ میں شیخ الاسلام مولانا محمد رفیع سے دورہ حدیث پڑھا اور سند اقراغ حاصل کی۔ آپ کے مشیر اور تلمذہ میں مولانا حبیب الرحمن مولانا کمال اللہ محمد احمد تاسمی مولانا مفتی عزیز الرحمن اور مولانا غلام رسول بڑاوی کے نام آتے ہیں۔

تلمذ میں ۱۲۶۱ھ میں مدرسہ کمال الرحمن پورے صدر مدرس بنا کر بھیجے گئے۔ جہاں آپ ۱۲۶۲ھ تک تلمذ کرتے رہے۔ اسی سال اپنے استاد حضرت شیخ الاسلام کے اشد پر ہمتانہ انتقام دیوبند میں بطور مدیر کام کرتے رہے۔

۱۲۶۱ھ میں بطور مدرسہ الاسلام دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا اور آخر وقت تک بطور مدرسہ اعلیٰ دینی خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ نے ۱۲۶۳ھ میں پہلا، ۱۲۶۵ھ میں دوسرا اور ۱۲۵۰ھ میں تیسرا حج انا کیا۔ مولانا مسک [آپ شاہ عبداللہ صاحب عرف میاں جی شاہ متا را آپ کے والد کے تخلص تلمذہ اور پرستیت ہوئے۔ ان سے آپ کا اجازت بیعت حاصل ہوئی حضرت حاجی مولانا محمد جی نے بھی آپ کو غفلت علی حق آپ مولانا زول کے نام سے مشہور تھے۔

احوال ۱۲۶۲ھ محرم ۱۲۶۳ھ جنوری ۱۲۶۵ھ یوم روضہ بوقت آفتان طوآپ کا وصال ہوا اور مولانا کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال ۱۲۶۲ھ یوم کی ہوئی۔

۱۔ فتاویٰ محمدی مع شرح (۲ حصے)
۲۔ رحلت فضول حضرت مولانا ابوالمنذر کے حالات و فضائل مع دلچسپ حکایات علیہ السلام و جواب اعتراضات۔

۳۔ سنہ آخرت مع شیریں سفیدہ جدیدہ۔

۴۔ حکایات شیخ الاسلام مولانا محمد رفیع (ترتیب)

۵۔ محو رقت اس میں کمال پتہ لکھنے، بیٹنے، سونے جانے، پلنے پھر فہم کی نکاح

۶۔ وہ تمام باتوں میں طریقہ سنت بتایا گیا ہے۔

۷۔ فیصدہ المصلحین مع فحارٹ الصغیرہ۔

۸۔ نامہ جدید مع اسمائے حسنہ۔

۹۔ خواہ پشیریں۔

۱۰۔ جواب التین باحدیث سید المرسلین۔ ۱۱۔ مساللات کے جواب صحیح اور ضعیف حدیث

۱۲۔ کے لئے میں معاملات و عبارات استغاثات ہر قسم کے مسائل اس میں موجود ہیں۔

شاہ شرف الدین احمد

مولانا شاہ معین احمد فاروقی ندوی اپنے بارے میں لکھتے ہیں:
 "دسمبر ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم گھر کے مکتب میں حاصل کی اور ابتدائی
 علمی و فاضلہ دینی و علم میں اپنے ناما شاہ شرف الدین صاحب مرحوم سے پڑھی۔ مریض کا برطانوی
 جیورج کے فینس یافتہ اور حضرت حاجی امدا اللہ صاحب مہاجر کی کے مرید اور مجاز صحبت
 اور علم سرائے تھے۔
 میرا وطن اور وہاں کا مشہور قلعہ راولی ضلع بانہ کی ہے۔"

۱۔ طوطا المسلمین - تحکم کے بیان میں عام فہم اور مفصل رسالہ ہے۔

۲۔ ذریعۃ العائنین - اس میں رمضان المبارک کے متعلق تمام ضروری اور بہت مفید مسائل
 شہید تندر و احکامات، امداد و نظر اور نماز عید کا مفصل ذکر ہے۔

۳۔ قیصر صادق - اس میں حدیث شریف سے خواب کے حالات و حکامات عجیب بیان کئے گئے ہیں۔

۴۔ مولوی معنی - حضرت مولانا مہتمم کی سوانح عمری نہایت عمدت اور طبع اور عمدت سے لکھی گئی ہے۔

۵۔ قیصر نامہ ہر دو حصہ - حضرت محمد بن یزید کے قیصر نامہ کا خلاصہ مع فوائد و زوائد مفید و کارآمد اور
 قابل دید ہے۔

۶۔ ہمارے ملوثات - ہفت روزہ کو دین کی طرف رغبت دلانے والا مفید رسالہ۔

۷۔ حیات مختصر علیہ السلام - آپ کے بزرگ حالات کو حدیث و تفسیر و تاریخ کی کئی کئی جوں سے جوئے کیا گیا ہے۔

۸۔ علم و دین - ہر کام کی ابتداء کرنے والے کلاس میں بیان کیا گیا ہے اور آخر میں ضروری مسائل۔

۹۔ مائتول الیقین فی اقامتہ و انذارہ - آذان کی ابتداء اس کی حقیقت اور فضائل اور نہایت کارآمد
 اور مفید مسائل۔ سید نبوی کی تفسیر کا مفصل حال - رسول پاک کے چار مؤذنوں کا ذکر۔

۱۰۔ چیل حدیث

۱۱۔ نیک بیبیان

۱۲۔ تقویم خرمی یعنی اسلامی منتری۔

۱۳۔ اشارۃ الہدیٰ یعنی گزراہ حدیث - مختصر احادیث نبویہ کا عام فہم ترجمہ۔

۱۴۔ رفیق سفر

۱۵۔ حاشیہ سراج - جو درحقیقت سراج کی ایک بہترین شرح ہے۔

۱۶۔ حیات شیخ الحد - بڑا سا نثری صفحات - ۲۰۸

۱۷۔ تفصیل کے لئے حیات سراج، یہاں سے جو یہ طور و وجہ کا مطالعہ کیا جائے۔

میان محمد تقاسم نیانگرمی کا حال جو تم نے لکھا تھا معلوم ہوا کہ مرو نیکی اور مستعدی کا دریا شغال میں ہیں۔ بغیر کبھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجازت دی جاوے اور بدایت کی جاوے کہ خلافت شریعت سے نہیں اور اپنے طالبین کو مسائل فقہ ضروریہ اور تصحیح عقائد اہل سنت تعلیم کریں اور عوام شریعت کے اوپر مستقیم ہیں اور مشروعات اس کے سے بچتے رہیں اور حسب استقامت اوطالب کو ذکر اور اشغال کی تعلیم کریں۔

اب اس قدر تحریر کرتا ہے کہ اس خدمت کو اپنے حق میں تمتہ فطری تصور فرماؤ اور ذکر اور اشغال میں بقدر طاقت و فرصت خود بھی مشغول رہو اور جو کوئی طالب نام نہدا کا ہوا اس کو بھی تاکید کرو۔ عجب نہیں کہ حسب اہلی چوش فرمائے اور تہمداری بدولت ہم جیسے ناکارہ و دیباہ بھی ناکارہ مقصود اصلی اور حاصل مقصود حقیقی ہو جاویں۔ پاکریاں کار ہاؤ شو از نیست۔

(مکتوبات یعقوبی مکتوب ۵۳۷ ص ۱۲۷)

اس تحریر سے واضح ہے کہ غشی محمد تقاسم نیانگرمی کو مولانا یعقوب نے خلافت عطا فرمائی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب گیلانی نے بھی انہیں اجازت عطا فرمائی۔

غشی محمد تقاسم نیانگرمی

مولانا انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں:

غشی محمد تقاسم نیانگرمی کو ان کے نزدیک نفس اور جاہ سے اور سیاست اور عبادت کے بعد اپنی خلافت انہیں عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ جیسے میرے مرید عطا فرمائے۔ غشی محمد تقاسم کچری میں غشی نظر آتے ہیں۔ لیکن مرشد کامل (مولانا محمد یعقوب نانوتوی) کی بدولت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے آپ خلافت دینے کے باوجود اپنے مرشد کامل حضرت حاجی امداد اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو بھی تحریر فرمایا ہے کہ آپ اپنی طرف سے بھی اجازت خلافت عطا فرما کر سرفراز فرمائیے۔ چنانچہ ایک خط میں غشی محمد تقاسم صاحب کو حاجی صاحب اور اپنی طرف سے خلافت کی اجازت کے بارے میں لکھتے ہیں:

بخدمت برادر عزیز القدر غشی محمد تقاسم صاحب زاد اللہ فیہ

بعد سلام سنوں ملاحظہ فرمائیں اس سال جو عارضہ عرب کو حضرت محمد مہدی علیہ السلام صاحب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں محروض ہوا تھا اس میں تمام اذکار بھی تحریر کیا تھا اور یہ استدعا کی تھی کہ حضرت کے نزدیک اگر مناسب نظر آوے ان کو اجازت سلسلہ پیران جاری کرنے کی ہو جاوے اور خلافت اسلام کرام سے عزت بخشی ہو جاوے چنانچہ اب جواب اس طریقے کا حضرت نے تحریر فرمایا اور اجازت لکھی عبارت مذکور کی ہے:

حافظ محمد سعد اللہ ہزارویؒ

قرآن مجید حفظ کر کے پھر علوم دینیہ کی تحصیل اپنے اہل کائنات محمود سے کی۔
ڈاکٹر شریعہ اور نمایاں پتی کہتے ہیں:

”میاں محمد صلیب کی اولاد میں ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادے بھی عمر کو پہنچے ہیں۔
حافظ محمد سعد اللہ سب سے بڑے تھے۔ قرآن مجید کے حافظ تھے اور علوم دین میں گاہی نام رکھتے
تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنے اہل کائنات کے ہاں گرامری افتخار رکھنے چلے گئے تھے۔ علوم شریعت
میں اپنے اہل کائنات کے ہاں درجہ اولیت میں خود شمس الدین سیالوی سے تفرق و خلاف حاصل کیا تھا۔ پھر
مصلی شاہ گولڑی اور حافظ محمد سعد اللہ ایک ہی دکن حضرت خواجہ کی خدمت میں اکٹھے حاضر ہوئے تھے
ایک ہی دن ان دونوں کو خلافت ملی۔ سفر حج بھی اکٹھے ہی ملے۔ اور پختہ ہمدان میں حضرت حاجی محمد اللہ
ملازمت کی تھے۔ چار میں وزارت بھی ایک ساتھ تھی۔ حضرت میر علی شاہ صاحب سے تفسیر اہل حق
حافظ محمد سعد اللہ نے ہمیشہ اپنے مساک کو شریعت حق کے تابع رکھا۔ ۱۹۰۰ء میں انتقال ہوا۔“

حضرت میلانا حافظ عبد الرحمن امروہیؒ

آپ ۱۳۴۴ھ کو مولانا ضحیٰ اللہ سندھوی کے گھر بمبئی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب
شیخ شہاب الدین سرور دہلی سے متصل ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے
بھائی اور تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس اللہ اللہ الرحمن کی ترتیب پر نام رکھے گئے تھے۔ سب سے بڑے
بھائی کا نام ابو موسیٰ عبد اللہ تھا۔ منجھے خود مولانا عبد الرحمن اور چھوٹے حافظ عبد الرحمن تھے۔
پانچ سو سال کے تھے کہ انہی بن کے ہمراہ کہ منظر چلے گئے اور وہاں اپنے بھائی محمد امین
راہتی، کے پاس رہے۔ یکے بعد دیگرے حافظ عبد الرحمن تھے۔ ان سے قرآن مجید حفظ کیا۔ حافظ قرآن کے بعد اہل
حجاز مسجد الحرام میں منادی۔ ۱۳۹۰ھ میں وہاں سے واپس بمبئی آ گئے۔

۱۳۹۲ھ تا ۱۳۹۴ھ دارالعلوم دہلی ہند میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ترمذی شریف مولانا محمد
نوروزی سے ان کے اکثری دور میں پڑھی۔ حضرت نانوڑی کے وصال کے بعد دیوبند سے سرواڑا آ گئے۔

۱۴۰۶ھ کے دارالعلوم میں سید میں ملازمت بھی آئی۔ ان دنوں قادیان شہر میں وطن کو تیرا دکر کراچی میں حکومت خلیفہ کر کے گیا
اور دست بردار کی طرف سے لالچہ حجاج تھے۔ مولانا محمد ناصر نوروزی مولانا اسلم علی گڑھی مولانا مولانا جلال
نور علی مولانا صدیق بن علی فرخ پور کو کہتے تھے ان کے ہاں پڑھتے تھے۔ ان کا ۱۳۷۲ھ میں ہی انتقال ہوا۔
ان کا حافظ صاحب گینے کے باشندے تھے۔ عبد الرحمن کی مسلم الحاج انیس کے پوتے ہیں۔

اور یہاں حضرت مولانا احمد حسن امروہی سے ۱۳۱۱ھ میں سند لانا شروع حاصل کی۔
 گنگوہ میں حضرت مولانا شریفی سے بھی حدیث پڑھی۔ بیرویل میں تاجی محمد ابوساویہ
 حسین بن محمد بن خدیج سے جو بیک واسطہ طور پر شوالیہ کے شاگرد تھے، اس حدیث حاصل کی۔

تعلیمیں افزاغت کے بعد در شاہی مراد آباد میں چند سال تدریس کی۔ پھر در اسلامیر جامع مسجد
 امروہر تعلق ہو گیا اور اپنا استاد حضرت مولانا احمد حسن کے وصال کے بعد ۱۳۳۵ھ سے مستقل
 طور پر صدر مدرس، شیخ الحدیث و التفسیر کے منصب پر فائز ہوئے۔ درمیان میں چند بار راست
 میں ٹھہرے ہیں اور بالعمیل دیوبند میں درس حدیث دیتے رہے۔ پھر امروہر آئے اور

آخر وقت تک باوجود بستی کے دس قرآن و حدیث دیتے رہے۔ آپ کے بارے میں قاری طویب
 تاجی تحریر فرماتے ہیں،

”حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب امروہی، آپ حضرت مولانا احمد حسن صاحب
 امروہی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ تفسیر کے بعض اسباق حضرت نانوتوی سے بھی پڑھے۔ سان
 دونوں بزرگوں کے فروع میں آپ کے اوپر حدیث، فقہ اور تفسیر وغیرہ کا سابقین میں شکلا و رنگ
 غالب تھا۔ جبکہ جگہ حضرت نانوتوی کے علوم کا حوالہ بھی دیتے تھے اور ان میں وضاحت کے ساتھ
 بیان بھی فرماتے تھے۔ امروہر میں ایک عرصہ تک درس دیا اور آخر میں کچھ عرصہ جب کہ ۱۳۲۲ھ میں
 حضرت مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ گرفتار کر لئے گئے، تو دیوبند میں بھی چندہ سالوں تک
 درس حدیث دیا۔“

وصال ۱۳۲۱ھ چوٹی الاقری ۱۳۱۱ھ صبح کو کہ کتاب علم و عرفان اپنی پوری پوری کتابتیں

اور خوشامیزوں کے اندر غروب ہو گیا۔ جسے جامع مسجد امروہر کے جنرل گرے میں حضرت محدث امروہی کے
 باطل قریب جگہ پائی۔

امروہر آپ کا وطن ثانی بن گیا تھا۔ مگر اخوت ملک کوئی مکان آپ نے اپنے لئے تعمیر
 نہیں کرایا۔ عمر کے آخری چند سال مدرسہ کی بنیاد دیوبند میں گزارے۔

علمی آثار | مطول، مفصل، کافی اور بیشدای شریف کامل کے حواشی آپ کے علمی آثار میں آپ
 کے شاگرد کثیر تعداد میں ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت مولانا مفتی کنایت اللہ امروہی بھی ہیں۔

اولاد | ۱۔ مولوی عبدالغفور شفیق مرحوم۔ ۲۔ مولانا عبدالحی۔ ۳۔ مولانا عبدالقدوس۔ ۴۔ حافظ
 عبدالسلام اور ۵۔ مولانا عبدالکرم ہیں۔
 مولانا حکیم عبدالحی لکھتے ہیں:

”شیخ الفاضل عبدالرحمن بن عنایت اللہ مفتی بمبئی امروہی فخر اور حدیث کے سرکار
 غلام میں سے تھے۔ ولادت اور نشو و نما بمبئی میں ہوئی۔ اپنے والد، مگر کر کے اساتذہ اور
 درجہ کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی سے منقن تربی پڑھی اور ان کے
 آخری شاگردوں میں سے تھے۔ علامہ احمد حسن امروہی سے مراد آباد میں حدیث پڑھی۔ پھر اہم
 رشتہ محمد گنجوی سے حدیث پڑھی۔ علامہ حسین ابن حسن انصاری یمنی سے بھی اجازت حدیث
 حاصل کی۔ پھر مسجد شاہی مراد آباد میں تدریس کر گئے اور ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ پھر بال
 بمبئی مدرسہ کو منتقل ہوئے۔ آپ کو لگے۔ وہاں بھی مدت تک پڑھاتے رہے۔ پھر در اسلامیر
 باقی امروہر میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ چنانچہ سال جامعہ اسلامیہ بالعمیل

۱۔ آپ والدہ کے جانشین اور علامہ اسلامیہ جامعہ جمہوریہ کے صدر مدرس ہیں۔
 ۲۔ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب امروہی، والعلوم دیوبند و شان ۱۳۳۵ھ میں

لے۔ مولانا حافظ محمد امین مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا حبیب الرحمن دیوبندی لکھتے ہیں آپ کے ہم درس تھے۔
 لے۔ مولانا قاری طویب تاجی، دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۲۷۵۔ حضرت مولانا محمد

میں بھی حدیث کی حقیقہ حاتی امداد نہ مہاجر کی سمیت ہوئے اور انہیں سے خلافت حاصل کی۔
ایک عظیم المرتبت عالم دین کی وفات پر یہ بھی لکھا گیا ہے:

مطلی معلقین میں یہ خبر نہایت شگ و شوم کے ساتھ سنی ماٹھے کی کہ بتاریخ ۱۲ جولائی ۱۳۶۴ء مطابق ۲ مئی ۱۹۴۴ء بروز یکشنبہ بوقت چھ بجے صبح حضرت مولانا حافظ علامہ شمس الدین شیخ الحدیث والفقیر جاسد اسلامپور عیادہ سید ابوبکر اسماعیل دہلوی رحلت فرما گئے۔ آپ کی عمر نوے سال سے کچھ زائد تھی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے ان فضلاء میں سے تھے، جنہوں نے دارالعلوم کے دوران میں تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ کو علاوہ دیگر کابریک جتوہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافذ قرآن، بانی دارالعلوم سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ قلمیہ عالم حضرت حاجی امجد اللہ صاحب مہاجر کی سے اجازت بیعت حاصل تھی۔ آپ نے تقریباً ساڑھے سال علوم و دینی کی خدمت کی۔ چند سال میں آپ کے فیض و فطانت کی ایک کثیر تعداد بانی قیام ہے۔ فقہ تفسیر میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر اہل مراد آباد کثیر تعداد میں آگئے تھے نیز حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب صبح اساتذہ مدرسہ شاہی مراد آباد جنہ کے لئے بوقت امر و ہر پہنچے۔ ایک بڑے مجمع نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ جامع مسجد امر و ہر کے جنوبی حصہ میں آپ کے مزار مدفون ہے۔ مولانا احمد حسن امر و ہر کے پہلو میں آپ کی مرقفہ ہوئی۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پس اندگان کو ہر جلیل عطا فرمائے۔

مولانا حمید حسن خان ٹونگی

”شیخ فاضل حمید حسن بن غلام حسین خان بایں افغانی ٹونگی بزرگ شیخ محمود حسن صاحب سنیعت ۱۲۸۱ھ کو ٹونک میں پیدا ہوئے۔ رشو و زاد میں برقی تحصیل علم اپنے شہر میں اپنے بھائیوں محمود حسن و محمود حسن، علی محمد حسن اور مولانا حمید اکرم سے کی۔ پھر لاہور کا سفر کیا اور مولانا غلام احمد لغمانی لاہوری سے مدرسہ نمونہ میں ایک عرصہ دراز تک پڑھتے رہے۔ پھر حدیث پارسہ شیخ علامہ حسین بن حسن انصاری میانی اور سید نذیر حسین دہلوی سے حاصل کی پھر اپنے شروا پس کر مدرسہ ناصریت میں تدیس کا آغاز کیا۔ وہ فقہ اصول، کلام اور حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ عزت نفس اور وقار کے ساتھ تدریس کرتے تھے۔ متوکلا علی اللہ یہ سلسلہ جاری رکھا اور مرتزبے پر تعلق رہتے تھے۔ ان کے وصیت علم اور روشنی فی العلم کے باعث اس کی سب سے مصنف ذی الجبر ۱۳۴۹ھ میں انہیں ہمارے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں لے آئے جہاں وہ سال کے قریب کتب سماج اور حدیث پڑھاتے رہے۔ آپ حدیث نہایت تحقیق کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ تدریس میں ہر نئی مصروف رہتے تھے۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ تک دارالعلوم میں پڑھانے کے بعد اپنے وطن واپس چلے گئے اور وہاں آخر وقت تک پڑھاتے رہے۔ شیخ حدیث کے رہائی اور عتبات اساتذہ میں سے تھے۔ امام امداد اللہ شاہی مہاجر کی کے بڑے پرہیزگار جوان تھے اور اچھے سے مشرف ہوئے تھے، سمیت کی تھی اور ان کی طرف سے اجازت سمیت“

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں وفات ہوئی اور مشہور مقبرہ "سرتی باغ" ٹونک میں دفن

کئے گئے۔

مولانا حیدر حسن خاں صاحب کی ولادت ریاست ٹونک راجپوتانہ میں ۱۲۹۹/۱۳۰۰ھ
ہوئی۔ ان کے والد صاحب کا نام مولوی احمد حسن خاں صاحب تھا۔ ان کے بزرگ میرزا سہیل
حسین آباد میں آکر رہ گئے تھے۔ وہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد یہ ناخداں ریاست ٹونک میں
مستقل ہو آجس کے قیام کو اب یہ خاں خود شیر کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔

مولانا کو چھٹے پڑھانے کے سوا دنیا کے کسی کام سے سروکار نہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا
سیاست کے کوچ سے تو بالکل نااہل بلکہ متوحش تھے۔ اخبارات و رسائل کان کے یہاں اگر
کسی کوئی طالب علم کوئی بات سنا دے تو سن لیتے اور کبھی اظہار خیال بھی فرماتے۔ مولانا کی سب
بے نیایں صفت ان کی سادگی اور طلبہ کے ساتھ شفقت و مسادات کی واحدی جن کی مثال کم
ہم میں نہ ملے۔ علامہ وحید حسین پٹنوی انکھ سے نہیں دیکھی۔ وہ اپنی اولاد اور طلبہ میں نہ صرف یہ
وفا نہیں کرتے تھے بلکہ سائنسز شہکار کا جیسے کہ سونا دار اور زمین طلبہ کو اولاد پر ترجیح
دیتے تھے۔

مولانا ابوالحسن علی عدوی لکھتے ہیں:

"دائم سکون کو مولانا سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ مولانا مرحوم کو مستقلات اور علوم
میں مولانا غلام احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ تھانہ لاہور اور اپنے برادر اکبر مولانا محمد نور علی
خان اور عدیث میں شیخ حسین بن حسن انصاری اور مولانا سید غفر حسین دہلوی سے تلمذ تھا۔

بھی تھی۔ آخر وقت تک ان کے اور ادب و محلات کی پابندی اور سلسلہ پر استقامت رہی۔ ولایت کو تھما
میں طویل قیام کیا کرتے تھے۔ بہت عاجزی کے ساتھ دعا کرتے، محبت دیتے اور بہت خوش رو رہتے
تھے۔ تجرید قرات کا اصولی پرست علم قرآن پڑھتے تھے۔ قرات و مفہوم میں انہیں جملہ اہل
تھا۔ شاہی بڑی تحقیق کے ساتھ پڑھتے تھے۔ تفسیر قرآن پر بہت توجہ دیتے تھے۔ اس فن کے
اساتذہ کی طرح انہیں اپنے شریں میں ایک مدرسہ خاص تعلیم قرآن کے لئے قائم کیا تھا اور اس میں
علمائے کبار لکھنؤ سے بڑے بڑے اساتذہ کو مامور کیا۔

حقائق علوم میں بھی مہارت تھی اور ان علوم کو بھی وقت و فکر کے ساتھ پڑھاتے تھے۔
خواہ علمِ ریاضی، حیثیت و مندر میں بار بار اور لائقِ علمِ اصطلاح کی بنیاد پر کتب
نہایت ضبط اور مہارت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ مذہبِ حنفی پر سختی سے پابند تھے۔ امامِ اعظم
کے ساتھ بہت محبت تھی۔ ان کا یہ حالہ احترام کرتے تھے اور ان کے مذہب کی تائید و نصرت بڑے
فرد کے ساتھ کرتے تھے۔ دیگر تمام اہلِ کلام کا احترام بھی محفوظ رکھتے تھے۔ تمام شافعی پر علمی عقیدہ
کیا کرتے امام بخاری پر بھی ان کے علم و فضل کے باوجود کلام کیا کرتے تھے۔ سید بن عدیث میں
ان کا طریقہ صحیح علمی طریقہ تھا۔ وہ فقہاء کی بجائے محدثین سے زیادہ متعلق تھا۔ ان کا طریقہ
زیادہ تر علامہ محمد بن علی شوکانی کی "نیل الاوطار" کے انداز پر تھا۔ وہ ان کے شیوخ کے شیوخ
تھے۔ مذہبِ حنفی کی تائید و نصرت کے باوجود اپنے اہلِ حدیث طلبہ اور اوجاب کے ساتھ نہایت
لطفت و رعایت سے پیش آتے تھے۔ نہایت متواضع تھے۔ سائنس کی طریقہ پر عامر نہ ہوتے تھے۔
چھوٹے سے بیسی اور عبادت کے انعامات نظر آتے تھے۔ جو انہیں دیکھنا ان کا ادب کرتا اور
محبت کرتا تھا۔

بعض اشخاص فی سائل میں ان کے چند رسائل بھی ہیں۔ ان میں "بعض ترانے الیہ" و
جنتی بعدت الصبا، مجتہد فی مسئلۃ الحج اب الشریعہ شامل ہیں۔

علامہ سید عبدالحی، نعمت اللہ، حیدر آباد کن ۱۳۴۰ھ ۳۰/۳/۱۳۴۰ھ (عمری سے ارد)

مولانا ابوالحسن علی عدوی، پراگہ پراگ، لکھنؤ ۱۳۵۰ھ ۱۵/۱۲/۱۳۵۰ھ

بیت و اجازت حضرت حاجی امداؤ اللہ صاحب مبارکی سے تھی۔ نہایت فکر و مشاغل و غم و
عاجز و ناتوانی بزرگ تھے۔ سادگی اور تواضع میں سلف صالحین کا نمونہ اور ذوقِ حدیث اور طلبِ کتب
ساتھ شغف و وسوسات میں اساتذہ پیشین کی یادگار تھی۔ ۱۰ سال دارالعلوم زعفرانہ علی گڑھ میں
کی حدیثیں حدیث و احکام کی خدمت میں انجام دیں۔ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ / جنوری ۱۸۳۵ء میں سکندرش
ہرگز ٹھیکہ تشریف لے گئے۔ بھوان ۵۸، جلوس الاولیٰ ۱۳۶۱ھ / اگست جون ۱۸۴۲ء میں وفات پائی اللہ
موتی باغ ٹھیکہ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے علیہ

مولانا حیدر حسن خاں صاحب محدث ٹوکی جو تفرہ پناہ دس چندہ برس تک دارالعلوم
نورۃ العلوم لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہے کہ دو سال ہوئے کہ ریاست کی خواہش پر اپنے وطن چلے گئے
تھے۔ انھوں نے سچے کہ چند روز ہوئے کہ اپنے وطن بھی میں وفات پائی۔ محدث مرحوم اور ان کے
بڑے بھائی مولانا محمود حسن خاں صاحب مصنف "مجموع المستفیضین" اس وقت کے علمبردار میں ایسے
دو تامل فرماتے کہ جن کے وجود پر علم و فضل اور روح و تقویٰ کو ناز تھا۔ اچھا لکھنؤ کی ایسی مولانا
محمود حسن خاں صاحب ہمیں موجود ہیں مگر انھوں نے سچے کہ ان کے چوتھے بھائی مولانا حیدر حسن خاں
نفس عالم نمانی کو اور ان کے ۱۔ ایسے زمانہ میں مرحوم کی وفات مشرقی علم و فضل کی کائنات میں
ماوراء عظیم کبھی جانے گی۔

مرحوم بڑے جامع العلوم تھے۔ علم عقیدہ و تقلید و ریاضیہ کے وہ یکساں ماہر تھے۔ نبیلہ
اپنے بڑے بھائی مولانا محمود حسن خاں صاحب سے بڑھاتا حدیث کی سند شیخ حسین عرب
یعنی خوزجی سے حاصل کی تھی۔ استفادہ باطنی میں بھی ان کا درجہ بلند تھا اور علوم عقیدہ میں وہ
ماہر کامل تھے۔ علم حدیث کو بغیر تفسیر نہایت خوبی سے بڑھاتے تھے۔ رجال پر ان کی نظر وسیع

دارالعلوم کی مجلس کے ناز میں لکھنؤ کے اکثر اہل علم ان کے مشورت و صلاح تھے اور
عالمی میں ان کا فیصلہ قریل فیصل کا حکم رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ خوبی کو اپنے فضل و کرم
اور نراستہ اور راستہ اعلیٰ فائیت فرمائے علیہ

جمادی الاخریٰ ۱۳۶۱ھ / جولائی ۱۸۴۲ء

عمران موت و نحو کی تحصیل کی۔

۱۸۶۰ء کی ابتدا تک ہے کہ جس کی حکومت ہوئی ہے، اسی کے مذہب کو روچ ہوتا ہے، لیکن یہی
 دور بدافتداری میں پادری و عیسائیت کی لگی لگی، کو چہ کو چہ تبلیغ کرتے پھرتے تھے۔ ان کے پڑنا
 داخل کے سامنے مسلمان علماء محض درویش تھے۔ تاہم ان درویش تفسیروں نے پادریوں کی طرف
 دل دی اور ان کی ڈیوٹیس ہوا میں تحصیل ہو کر رہ گئیں۔ آپ اپنی اسی طالب علمی کے دوران کنگھڑ
 دلی سے غور رہے تھے کہ ایک پادری کو از کاشمیر کہتے ہوئے سنار کہ مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم تھے۔ لیکن جب ان کے پیغمبر کے نواسوں کو مخالفین نے قتل کیا تو اس وقت پیغمبر صاحب
 نے خدا تعالیٰ سے فریاد کی۔ حالانکہ حبیب کا محبوب زیادہ محبوب ہوتا ہے، مگر پیغمبر صاحب
 زیادہ کرتے تو یہی تعالیٰ ان کی ضرورت تھا۔ پادری صاحب کی اس عامیاد کنگھڑ سے مجمع پرکوت
 لاری ہو گیا۔ آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ تقریر سے کہیں واسطہ نہ پڑتا مگر اس کے باوجود یہ
 سارے الفاظ میں پادری صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ آپ غلط کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب
 نے خدا سے فریاد نہیں کی، فریاد کی اور ضرور کی۔ نواسوں پر ظلم ہوتے ان کو تمام و کمال بیان کیا
 مگر بلا ملا ہو سکا تمہارے نواسوں کو مخالفین نے شہید کر ڈالا اور ان پر نہایت ظلم ہو چکا ہے
 لیکن اس وقت مجھے اپنا اکلوتے بیٹے یسوع مسیح کا ملیب پر پڑھنا یاد آ رہا ہے اور اس کا ظم
 بیٹے میں کہتے ہوئے ہے، اس جواب سے پیغمبر صاحب خاموش ہو گئے کہ واقعی اکلوتے بیٹے
 چڑھ کر میرا زوار نہیں ہو سکا۔ جب بیٹا نہ چھ سکا تو میرا نوکر مسیحی میں ہے، آپ کے اس
 جواب سے مجھے میں مان پڑی اور خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور پادری صاحب مجمع سے اوجھڑا افتیاد
 کر نہیں کا سیاب ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد سے مندرجہ کا شغل بڑھتا گیا۔ وقت کا زیادہ حصہ الہی بحثوں میں
 گزارنے کا تو آپ کے استاد مولانا حالی مشغورہ دیکر ناظرہ بحثوں میں کمال جب بنی حاصل ہو

مولانا شرف الحق دہلوی

مولانا آپ ۱۸۶۰ء کو لگی جتہ والی محلہ چڑنی والان دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا میرزا محمد
 بن عبدالحق بن شیخ عبدالحکیم تھا۔ نسب حشرۃ ابوہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

آپ کے والد صاحب کو، ۱۸۶۰ء کی جنگ آزادی میں انگریز حکومت نے دہلی واپس لے کر
 بھکر گردا کر دیا تھا۔ لیکن وہ موقع پا کر بھکر چھا کر نکل آئے اور اس وقت تک دہلی میں رہے جب تک
 دہلی مغرب نہ فتح نہ ہو گیا۔ آپ کے پیراں شیخ بلخس سرہند شریف دیشاوار میں رہتے تھے۔
 وہاں بیٹا میں خاص رہائی ملی۔ کچھ نہ پاتا تو ہونے کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کے سرہند شریف
 کو بھیجا کہ وہاں رہے۔ کچھ ضرورتوں پر رہنے کے بعد دہلی چلے آئے۔

تعلیم و تربیت آپ کی والدہ مولانا شاہ رحیم بخش دہلوی سے ادا کرتے تھے جس چنانچہ ان ہی
 کی نگاہ میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ شاہ صاحب نے ہی قرآن مجید پڑھایا اور وہ کئی پڑھنے کی
 اور شاہ صاحب کے ایک متحدہ پنڈت دگر پڑھانے ہندی اور سنسکرت میں شکیل لائی۔ ۱۸۷۰ء
 میں ایچجوہر ک سکول میں داخلہ لیا۔ مثال پاس کیا اور انگریزی کے مضمون میں اول آئے۔

۱۸۷۰ء میں مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی سے فارسی کی ابتدائی گت میں پڑھیں ۱۸۷۲ء
 میں مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی کے امتحان دانش ناضل میں بیٹھے
 اور تمام پنجاب میں اول رہے۔ فنی کے امتحان سے فارغ ہو کر مدرسہ اسلامیہ فتح پور دیہی

کتے چہ کہ آپ تعلیم کی تکمیل کر لیں۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔

احیائے تعلیم | ائمہ حدیث کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں انگور پہنچا دیا۔ کتب حدیث پر کچھ کتب حاصل کی۔ منا کو کا شوق تھا پھر شروع ہوا۔ اس مرتبہ گنگوہی نے حکم دیا کہ مرقۃ المفاتیح سے تبلیغ اسلام کے لئے چنانچہ مرقۃ المفاتیح اور بطل غائب۔ مرقۃ المفاتیح میں مصروف ہو گئے۔ پادریوں سے مناظرے ہونے لگے۔ طبیعت نے عیسوی کیا کہ ان مناظروں کے لئے جرات و روانی کا خزانہ دیتا ہے۔ چنانچہ آپ نے جرات و روانی کی حکیم عبدالمجید خاں کے زیر ہدایت ایک عیسوی عالم سے چڑس۔ اس نے آپ کو تکمیل پر تحریریں سند دی۔ پشتو مولانا عبدالحکیم افغانی لکھ کر تک مولانا ابوالخیر سے سکھیں۔

الغرض آپ ۲۰ سال کی عمر میں مولانا قاری، انگریزی، سنسکرت، عبرانی و لسانی، پشتو اور ترکی وغیرہ و خط زبانوں کے ماہر ہو گئے۔

حق | ۱۸۵۵ء میں حج کے لئے عرب میں شرفیں پہنچے۔ وہاں مولانا رحمت اللہ گریزوی صاحب باقی مدرسہ صوفیہ کے مدرس کی خدمت میں تین ماہ تک قانونی مناظرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ مولانا رحمت اللہ گریزوی نے اپنی تصانیف، انھما و عیسوی، الزامات الشکوک اور اطہار حق و زبان عربی و فرانسیسی بہت کچھ عنایت فرمائیں۔

مولانا رحمت اللہ گریزوی صاحب کی کسی سند کے اتفاق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حدیث کی اجازت مولانا قاری عبدالحق سے بھی حاصل تھی۔ اس سند پر مولانا رحمت اللہ صاحب کے دستخط و تاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ مرقوم ہے۔ آپ نے زندگی میں کئی جگہ کہتے تھے کہ وہ سال ۱۲۲۱ھ میں اندیسرے کی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔

صوفیاء و مسک | علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ آپ نے علوم باطنی کی طرف توجہ دی اور

اس میں حضرت حاجی امجد الدین تھانوی کے ماتر پر بیعت ہوئے اور باقیہ متادل ملوک کے لئے حدیث و ساری میں خلافت حاصل کی۔ حجتہ حاجی صاحب کے دربار میں شہنوی شریف کی شریک رہے۔

سلسلہ تشنبدیہ کی اجازت حضرت مولانا انوار الدین ابن مولوی شجاع الدین اور مولانا سلیم الدین فرغانی، سلسلہ قادریہ و اضمحیر کی اجازت حضرت صالح عمر قریشی، امین الدین سجادہ نشین مولانا شاہ عبدالقادر جیلانی سے حاصل کی۔

طریقہ مجددیہ کی اجازت حضرت غلامہ صاحب نے مرحمت فرمائی۔ طریقہ شاذلیہ و طافریہ کی اجازت حضرت شیخ ابوالحسن طابری نے عطا فرمائی۔

دوسرے حج ۱۳۶۱ھ کے موقع پر پہلے سال تک ملک اسلامیہ کی سیاحت کی بلانہ ہوئی کہ ملک اسلامیہ کی سیاحت کے بعد تیسرا حج کیا ہوگا۔

۱۸۵۵ء میں ایران تو آپ نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں سیکڑوں مناظرے کئے گلخان میں کتب مفتی، میفراتے، پادری ہومار اور گڑا سمیت خصوصیت سے قابل ذکر ہیں

دسمبر ۱۸۹۱ء میں پادری ایم جی گولڈ اسمتھ سے حیدرآباد میں ۸۰ فرسنگ ۱۸۹۳ء کو

ایسی جگہ سے مکمل پڑھیں۔ ۸۰ فرسنگ ۱۸۹۵ء کو پادری دوش اور پادری اسے بیڑک سے غازی پور کے مناظرے ہوئے وہ آپ کی قابلیت کا بہن ثبوت ہیں اور خاص طور پر دہلی اور غازی پور کے

دینی اوقاف و ادارہ تاجی مناظروں نے آپ کی عظمت کا کتنا کتنا ہندوستان میں بٹھا دیا تھا۔

جس موضوع تحریر، انجیل پر یکم اپریل ۱۸۵۴ء میں آپ کے ساتھ مولانا رحمت اللہ نے

۱۸۵۴ء میں لکھنؤ کے مناظرے کا جواب لکھا تھا۔ وہی موضوع پر آپ نے ۱۸۹۱ء میں دہلی کی مسجد فتوحی

مناظرے کا جواب لکھا تھا۔ ۱۰۰ فرسنگ سے مناظرہ کیا۔ دہلی اور دہلی کے اصلاح میں

مناظرے نے ایک بل بل چا دی تھی، جس کی خاص وجہ یہ تھی کہ پادری صاحب اور مولانا صاحب

مولانا سید احمد حسن امروہوی

شیخ اہل علم فقیر احمد حسن بن اکبر حسین حسینی حنفی امروہوی تفریق میں وسعت اور کلام میں تبحر کے باعث مشہور عالم میں تھے۔ ولادت اور نشو و نما امروہیہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ اپنے شہر میں تعلیم حاصل کی۔ پھر دیوبند چلے گئے اور مولانا محمد قاسم بن اسماعیل نانوتوی کی خدمت میں، کہ ان سے استفادہ کیا۔ دیگر حکامات بھی پڑھتے رہے۔ بہت سے علوم و فنون میں اپنے شاگردوں سے آگے بڑھ گئے۔ پھر مدینہ کی سند شیخ احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری شیخ عبدالرحمن بن محمد انصاری پانی پتی اور شیخ کبیر عبدالقدیم بن عبدالحی البکری برصاوی سے حاصل کی۔ پھر جہاد کا سفر کیا اور طریقت کی تعلیم شیخ امداد اللہ تھانوی مبارکی سے حاصل کی۔ مدینہ کی ایک اور سند شیخ عبدالغنی بن ابی السید و عربی مبارک دین سے حاصل کی پھر دیوبند آکر مدرسہ امروہیہ میں تدریس شروع کر دی۔

خوبصورت و شیریں کلام، اچھی عادات کے مالک، مضبوط عمل کرنے والے اور بہت زیادہ درس لیتے والے تھے۔ میں کئی بار انہیں امروہیہ میں ملا۔

۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۰ء میں وفات پائی۔

مولانا حکیم عبدالحی خرمشاہی، سید ابودکن ۱۹۴۰ء ج ۸ ص ۲۲۱ (عزل سے اردو)

مولانا عزیز الرحمن تھانوی

مولا آپ کا تعلق سادات حسینیہ سے ہے اور امروہیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ عبدالوہاب دہلوی میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔

مولا نے تربیت آپ نے عاری و عربی کی تعلیم امروہیہ کے مشہور عالم مولانا سید طاہر علی دہلوی کے شاگرد شیخ امروہیہ محمد حسین جعفری سے حاصل کی اور طب کی تعلیم امروہیہ کے مشہور طبیب مولانا گل خان سے پائی۔

حضرت اسلام مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں دیوبند آنا تو تھانویہ میں رہ کر علوم و فنون کی تکمیل کی اور اپنے استاد کے کمالات علیہ السلام کی تکمیل کی گئی۔

اسلامی تعلیم میں آپ کا شمار اتمتہ میں ہوتا ہے۔ سب سے آغاؤں کا کونو تشریف لے گئے۔ جو کہ بعد میں اور بھی کے مدارس میں مختلف اوقات میں مدرسہ دینی کے کلمہ پڑھانے اور سب اور علوم دینی کی تشریحات فرماتے رہے۔

جس وقت ۱۲۹۹ھ میں حضرت نانوتوی کی مجلس سرگامیہ سے مدد فرما کر باعزت و شایانہ ملازمت ادا قائم ہوا تو اس کے پہلے مدرسہ آپ ہی تھے۔ ۱۳۰۳ھ تک آپ کا مدرسہ تعلق رہا۔ پھر امروہیہ تشریف لے آئے اور جامع مسجد میں مدرسہ اسلامیہ بنایا۔

فی الحال جدید کی سائنسی بنیاد کے اعتبار سے یہ مدرسہ حضرت قاسم العلوم کا مدرسہ دین و دنیا کی بنیاد پر قائم ہے اور تدریس دین کرنے لگا۔

مدرسہ امروہیہ کے قیام کے چند سال بعد مجلس شوری دارالعلوم دیوبند مدرسہ دین و دارالعلوم دیوبند میں ہی آپ نے چند ماہ درس دیا۔ آپ کو اور حضرت شیخ الشہداء کو دینی و دنیوی تعلیم کے لیے مدرسہ امروہیہ کے فہرہ دار حضرات یہ کہہ کر بلایا کہ آج کل کا اندیشہ ہے کہ لے آئے اور پھر آپ کے مدرسہ امروہیہ میں سلسلہ درس

شروع کر دیا۔

آپ علوم تاسیس کے امین تھے اور ان کی ترویج میں عمر بھر نمایاں حصہ لیتے رہے اپنی خصوصی صلاحیتوں کے لحاظ سے آپ علوم تاسیس کے حجم تصویر اور باغیچہ دیگر حضرات اور قوتوں کے مثیل شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کا فیضان علمی دور دو تک پہنچا اور سینکڑوں غلاب علم آپ کے درس سے عالم و فاضل بن کر نکلے۔ عالم بے مثل حضرت مولانا عبدالرحمن غل صاحب غزنی پشاور شیعہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب غزنی اور اس قسم کے دوسرے اور بھی بہت سے ماہرین علم و فضل آپ کے تلامذہ ہیں جن سے علم و نور پھیلا اور ایمان و حرمان کا رنگ دلوں میں جما دیا گیا ہے کہ مدرس و مدرسہ و اطفال و تفریح کے علاوہ آپ نے کئی کئی میں تصنیف فرمائی، جن میں سے آپ کے مضامین کا مجموعہ "انوار اب احمدیہ" کے نام سے شائع ہوا اور کئی غیر مطبوعہ ہیں۔

علمی اور دینی خدمات کے ساتھ آپ نے جمعیتہ انصار میں بھی بہت بڑا کام کیا ہے "جمعیتہ انصار" کے جگہ جگہ کی مسدورت کی اور بہت سی تقاریر کی ہیں، جن سے عوام خواص سنجیدہ ہوتے تھے کلمہ

جناب مولانا احمد بن صاحب امرہوی رحمۃ اللہ علیہ (آپ ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ارشد تلامذہ میں تھے اور آپ کو صورتہ اور شیخہ حضرت مولانا سے کئی شباعت تھی۔ آپ کا برہان میں تھے

سلوک و خصوصیات آپ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت میں باجائز بیعت اور خلافت حضرت حاجی صاحب موصوف اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے حاصل ہے استاد محترم کی طرح آپ میں بھی انتہا سے زیادہ اختلائے حال تھا۔ اس وجہ سے اکثر و بیشتر علمی لائن سے ہی آپ کا تعلق رہا، حالانکہ اپنے زمانہ میں تصوف کے اچھے مقام پر فائز تھے۔

مرض الوفاات: ربیع الاول ۱۳۲۰ء کے آخری ہفتہ میں جن دن بکار آیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اردو ہر میں طاعون پھیلا ہوا تھا۔ آخر اسی میں مبتلا ہو کر اطمینان شہید ہوئے اور ۱۲ ربیع الاول کو واصل حق ہوئے۔ اودہ تاریخ "شہید اعظم" نہایت خوش لباس خوش اخلاق اور زمین و آسمان بزرگ تھے۔ وصال کے وقت تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ چھوڑے۔ صاحبزادہ مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحب اپنے والد کی نشانی اور ان کی نفسی تقیم پر گامزن ہیں۔ اردو ہر کے مدرسہ اسلامیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ مولانا عبدالرحمن صاحب مفسر کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ قرأت حسن میں قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد ہیں۔ ۲۰ سال تک حیدر آباد کئی میں علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ اب پشاور ہو کر اردو ہر میں قیام پذیر ہیں۔

مولانا قاری محمد طیب تاسی جگہ تھے ہیں:

آپ حضرت نافوتی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے اور حلیل القدر محدث تھے۔ آپ مدرسہ جامع انور ہر میں جیسے حضرت نافوتی نے قائم فرمایا تھا۔ ایک طویل عرصہ تک بحیثیت صدر المدبرین فائز رہے اور آخر تک درس حدیث میں مبتلا رہے۔

۱۔ قاری محمد طیب تاسی: تاریخ دارالعلوم دیوبند: دہلی: ۱۹۶۵ء - ۵۵ - ۵۶ - قاری فیوض الرحمن: شہرہ راج کے دیوبند: ۱۹۶۶ء - ۵۷ - ۵۸ - محمد سراج الدین: شمس الدین: لاہور: ۵۹ - ۶۰ - محمد سراج الدین: شمس الدین: لاہور: ۶۱ - ۶۲ -

۱۔ مولانا مفتی محمد رفیع: تذکرہ مشائخ دیوبند: لاہور: ۱۹۶۶ء - ۶۳ - ۶۴ - (کلیں واقعات)

ارشاد کے راستہ سے ہزار ہا شیخین ہفت کو عادت پائے بنایا اور آپ کا مسلک طریقت ہندوستان سے گزر کر افغانستان اور عرب تک پہنچا متحد علمی تصانیف آپ نے ترک میں جوڑیں۔

۲۔ سیاسی خدمات [ہندوستان کو غیر ملکیوں سے آزاد کرانے کے لئے ایک زبردست انقلابی تحریک پھیلانی جس کو روڈ ولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں رشعی دعائی کی تحریک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہ تحریک بہت زیادہ موثر ہو گئی مگر اس میں مذہبی اور کلام پر مبنی پھر بھی اس کی گانگ جن کے دلوں میں لگی ہوئی تھی انہوں نے نیکندہ کام کر کے ہندوستان کو آزاد کرایا۔ آپ تقریباً پانچ برس اعلیٰ مرتبہ رہے۔]

مولانا یکم سید عبدالملی کہتے ہیں

۱۔ شیخ، عالم کبیر، علامہ، محدث محمد حسن بن ذوالفقار علی خانی دیوبندی۔ نفع و نیش دے علوم میں سب سے بڑے عالم اور شاخین میں فقہ اور اس کے اصول کا بہت اچھا فکرمند تھا اور اس کے مخصوص اور قراہ کو بہت زیادہ جانتے والے تھے۔ ۱۲۶۰ھ میں بریلی میں ولادت ہوئی اور قشور و دیوبند میں رہی۔

علم کی تحصیل [مولانا سید احمد علی دیوبند مولانا الیقوت بن مملوک علی اور علامہ محمد قاسم اور دیگر سے کی۔ ایک عرصہ تک مولانا محمد قاسم کی خدمت میں رہے اور ان سے بہت کچھ حاصل کیا، یہاں تک کہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔

۱۲۹۲ھ میں مدرسہ دیوبند میں تدریس پر مامور ہوئے طریقت کی تحصیل شیخ رشید احمد گلوچی سے کی۔ ۳۰ سال میں کئی بار گلوہ جاتے تھے، ان سے انہارت، بیعت بھی انہیں حاصل تھی نہایت قابل و زائد تھے۔ کئی بار حج زیارت کی غرض سے تاجرانہ کی مسافرت ملی۔ ۱۳۹۳ھ میں رشیدیہ کی

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی

مولانا تاج الدین محمد طیب قاسمی کہتے ہیں:

وہی خدمات آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشاد کا فائدہ میں سے تھے اور حضرت کے بعد قاسمی علوم کا پرفیضان عالم ہیں آپ کی ذات سے جو اس کی نظیر دوسرے تہذیب میں نہیں ملتی۔ اپنے استاد میں ثانی اور اس کے علم میں غریق تھے۔ دین کے ہر دائرے میں آپ کی خدمات نمایاں مقام رکھتی ہیں۔

درس، تصنیف، ارشاد و محقق اور جہاد، تباہ و فساد میں آپ کی خاموش خدمتیں زبانِ نعل سے گویا ہیں۔ آپ اپنے استاد حضرت نانوتوی کے علوم کے امین اور خزانہ دار تھے۔ آپ نے ان علوم کی ایشاح و تفصیل اور تقسیم و تیسر میں نمایاں حصہ لیا اور عظیم خدمت انجام دی حضرت نانوتوی کی تصانیف کی اعلیٰ ترین طباعت و تزئین حاشی و حواشی آپ ہی نے شروع فرمائی اور چھاپا کلاں پر آپ ہی نے سب سے پہلے مزارات قائم کئے۔ قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا، بنگالی کے باب و ترجمہ پر ایک جامع اور دہر سا تصنیف فرمایا۔ متعدد رسائل و مقالات تصانیف بھی فرمائیں اور مناظر سے بھی لکھے۔ دارالعلوم دیوبند میں چالیس برس تک مسلسل درس حدیث دے کر ۸۰۰ اعلیٰ استعداد کے صاحب طرز عالم دین، فاضل علوم اور اہل برین فنون پیدا کئے۔ آپ کا درس حدیث، ۱۳۵۰ھ میں امتیازی شان رکھتا تھا اور مرجع علم تھا۔ آپ کو علمائے حضرت، محدث حضرت سید محمد امجدی و

ایک صالح جماعت جس میں مولانا محمد تقی صاحب مولانا شاہ احمد گلوہی، مولانا تقرب و مولانا رفیع الدین موصیٰ
موجود تھے، مولوی احمد علی کاغذی اور دیگر حضرات شامل تھے، ان کی صحبت میں حج و زیارت کی، مکر کو حرمین
شہر کے راجہ شاہ شاہی اور صاحب رحمت اللہ بن خلیل الرحمن کی کفایت ہوئی اور عزیز مرید
میں مولانا جلیل الدین بن ابی سعید و مولوی سے اور ان سے صحبت فیض حاصل کیا اور جب مولانا
محمد تقرب فوت ہوئے تو ان کا وصال ہوا اور مولانا سیدان و مولوی بھائی، چلے گئے تو ۱۲۰۵ھ میں ان کا مہاجرین
صداقت مدرس پر فائز ہوئے اور علوم و سنت کی تعلیم میں بے حد محنت کی، بہت سے لفظ و آراء
ہوئے، بہتوں کی تربیت کی، اس فہرہ میں ان سے اللہ نے بہت نعمتیں پائی، انھوں نے جندکو
انگریز حکومت سے آزاد کرانے کے لئے ایک پروگرام بنایا جس میں چاہتے تھے کہ حکومت افغانستان
اور غلات قرب جہان میں ان کی مدد کرے، اس کے لئے انھوں نے اپنے شاگردوں اور دیگر قابل اقتدار
لوگوں کی ایک جماعت تیار کی، جن میں سب سے آگے رفتی عبد اللہ شاہ تھے جنہیں انھوں نے انگریز
بھیجا، ان کے توسط سے شیخ ابراہان کے تلامذہ کے درمیان شمالی حدود اور افغانستان میں رابطہ قائم
کیا گیا اور جب یہ کام کسی قدر مکمل ہو گیا اور زمین و آسمان کے سلسلہ میں ہوا و ہوا کی روشنی ہو گئی
۱۲۰۳ھ میں خود تیار چلے گئے، ان میں حضرت مولانا شکی غائب پاشا سے تہنائی میں ملاقات کی
پھر وزیر منورہ چلے گئے، وہاں انہیں شاہزادہ جگس اور جمال پاشا کے ملاقاتی چٹائی چلام سے ملاقات
کی، جب وہ زیارت دین کے لئے آئے تھے تب ہند میں مسلمانوں کی حالت کو سن کر انگریزوں کو کھانے
میں انہیں اپنا ہم نوا بنایا اور اہل جند کے لئے ان سے خفیہ طور پر ایک خط لکھا جس میں ہند کی فقیہ
کے محل کو سن کر ان کا وہ تمام اور جس میں اہل جند کو شیخ محمود بن ابی اسد اور ان پر اپنا ہونا کرنے کے لئے کہا
گیا تھا اس سلسلہ کی نقول نے ابی انیس جنہیں نہایت راز سے جندوستان اور افغانستان میں مہیا مانا تھا
یہ نقول جندوستان پہنچ گئیں اور شیخ محمود جن چاہتے تھے کہ ایران کے راستے سے آزاد ممالک
اور افغانستان میں اپنا کام چاہتے تھے، انھوں نے طاقت کا سفر کیا اور نہ واپس آ گئے اور کچھ عرصہ

وہاں رہے، وہاں دس ہجری باری ہوا، حج بھی کیا۔

۱۲۰۴ھ کی بات ہے، انگریز حکومت کو اس پرگاہ کی اطلاع ملی گئی اور غلامیوں کو بہت
مشق دہائی کا بھی پتہ چل گیا، انگریز حکومت نے اس طرح کے قاتلوں کو پکڑنے کی غرض سے اپنی
پکی ملائی شہرستان میں دھائی کو مضافی حکومت سے نکل چکے تھے، انھوں نے انگریز حکومت کو ان
حضرات کے تھکانے کو دیکھ کر کوشش کی، چنانچہ ۱۲۰۵ھ میں انھیں گرفتار کیا گیا، ان کے ساتھ
مولوی حسین احمد نیش آبادی، حکیم نصرت حسین کوڑی، مولوی غلام گل اور مولوی وحید احمد بھی تھے۔
۱۲ رجب الاولیٰ ۱۲۰۵ھ کو ان سب کو صرگ سے روانہ کیا گیا اور وہاں سے "واٹ" بھیجے گئے جہاں
ربیع الآخر ۱۲۰۵ھ کو پہنچے۔

شیخ محمد حسن بن مال اور ہندو واٹ میں قید رہے۔ وہاں بھی دیگر عبادت تہذیب و تہذیب
کام میں لگا رہے، انھیں بقضائے حکیم نصرت حسین قید کے دو دن بھی اپنا حج سے جا ملے۔
جہاں ان کا قید ۱۲۰۸ھ کو انھیں، باکی لگ گیا اور ۱۲۰۹ھ میں ان کو جندوستان پہنچے، اہل جند نے نہایت
ترک و تشرف سے استقبال کیا، اہل جند کے دل ان کی طرف مائل ہو گئے، ان کے نام کے ساتھ
مشتاق احمد کا لقب عام خواص میں مشہور ہو گیا، جس جگہ سے بھی گزرتے انھیں استقبال ہوا اور لوگ
ٹوٹ ٹوٹ پھرتے تھے اور زیارت سے شرفت ہوتے تھے، اہل جند نے ان کا استقبال میں ایک
بہت بڑی مجلس کیا، انہیں قیدانے کائی کوڑ بٹا دیا تھا اور شدت امراض کران کے قوی مریض
تھیں کہ کہتے تھے اور اب وہ زیادہ مشقت اور بیماری کے قابل نہیں رہے تھے، مگر اس کے
باوجود انھوں نے ان تمام چیزوں کو الانے کے طاق رکھتے ہوئے، جندوستان کے تمام شہروں کا دورہ
کرنے کی غرض سے جلی ٹوٹ گئے، جہاں جامعہ طبرستان کا بنیادی پتہ رکھا، غرضیاد اور توحیدی دیکر
انگریزی حکومت کے ساتھ باطل کا ذکر دیا کرتے۔ واپس اپنی آئے جہاں مرض اور ضعف میں اور
اشرف ہو گیا اور ۱۲۰۹ھ رجب الاولیٰ ۱۲۰۹ھ کو دہلی میں وصال ہوا، آپ کا وصیت دہلی سے دہلی

اولیٰ و مسلماء۔ یہ حضرت کے سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کا دوسرا نام "المکاشفہ" ہے۔ اس کتاب
 میں جو مائیت ہے کہ مولانا محمد حسین صاحب ثبانی نے مذہب حنفی پر اعتراض کرتے ہوئے کہ
 دار الشیخ کا تھا اور دین و دستان کے حنفیوں کو چیلنج کر دیا تھا کہ دفعہ دین و نقولتہ نقولیمہ بلکہ
 دین و سننوں کو اگر کوئی عقلی عالم قرآن اور احادیث سے ثابت کرے تو ہر مسئلہ کے عوض دس سویرے
 دیے جائیں گے حضرت شیخ احمد نے اس چیلنج کو قبول کر لیا اور نہایت مکمل جواب تحریر فرمایا۔ ساتھ
 ہی ایک اعتراضات پر حنفیوں کے مسئلہ پر تمام کر دیے، جس کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا
 ہے۔ اب کی عبارت میں سو فی اور جو ہے۔

مولانا میاں اصغر حسین لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا نے استاد کو مکی اجازت و ائمان سے
 مکرم ٹیلا اور وقتاً کر لے کر غلط لکھتے ہوئے ایسے جواب لکھ کر قلم توڑ دیے۔
 ۱۔ ایضاح الاثر۔ یہ مصباح الاثر کا جواب ہے۔ سب سے پہلی یہ کتاب ۱۲۹۹ھ میں میر تقی
 عثمانی ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۳۰۳ھ میں۔

۲۔ احسن التقویٰ۔ ۱۳۱۳ھ میں برسر لکھا گیا۔ اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ لکھنؤ میں جموں کی
 نماز جائز نہیں ہے۔

۳۔ جملہ مقتول۔ مولانا محمد حسین ثبانی نے اس کتاب کے مسئلہ میں حضرت شاہ اسماعیل شہید اور
 ان کے معتقدین کے ملہار پر سخت ترین اعتراضات کئے تھے۔ حضرت شیخ احمد نے ان اعتراضات
 کو نہایت محکم اور درست جواب تحریر فرمایا۔

۴۔ فتاویٰ۔ یہ برسر حضرت شیخ احمد کے دو مشنوں دفعی اور اس کی عظمت۔ کیا ایمان میں نہ
 امانت لے گا جموع ہے۔ جوہ افادات محمد کے نام ہے ۱۲۵۲ھ میں سرکاری موت میں شان ہزار

لا لکھا اور مولانا کے ایک مضمون نے نماز جائزہ پر بھی اپنے استاد مولانا محمد قاسم خان کو چیلنج کے پہلو میں
 دفعہ کئے گئے۔ ہندی مہمت، اچید نظر، عزیمت، اللہ کے راستہ میں جہاد، وہ اللہ کی نافرمانی ہے۔
 اسلام کے دشمنوں کے ساتھ گفتگو کا فی ثرما ہوا تھا۔ نہایت سادہ تھے تحکات کا اثر ان
 زباناں پر سے متوکل اور بڑے دل دانت تھے۔ بڑے غیر تھے۔ نقلی اور عقلی علوم میں پوری مہارت
 تھی تاریخ اسلام پر بھی بڑا وسیع تھا۔ شرواب سے بھی لگاؤ تھا اور بہت زیادہ اشعار یاد تھے
 خود بھی شاعر تھے۔ ان تصانیف کی کلام میں ایک بار مقام ہے کہ درس کا امتیاز تحقیق اور امتیاز
 متانت و باب پر اکتفا کر تے تھے۔ محدثین اور آثار مجتہدین کا بے حد احترام تھا۔ دریا ز قد
 تھا۔ چنے اور بات کرنے میں بڑا وقار تھا۔ ان کے کھڑے تھے۔ ہمت اور تواضع کے آثار نظر
 آتے تھے عبارت اور بجا بہ کا نور چمکتا تھا۔ احباب اور تلافی کے ساتھ انہماک کے بچہ و دعا اور
 حبیب کا اثر لکھا دیتا تھا۔ اپنے وسیع علم اور کثرت درس کے باعث تالیف و تصنیف کی
 طرف زیادہ توجہ دے سکے۔ مگر اس کے باوجود مشن الی وادی پر ان کے حاشی اور تعلیقات میں
 جملہ التعلیل فی تنزیل العز و الذلل۔ مسئلہ امکان کذب اور اس کے امتناع پر ان کی ادویں کتاب
 ہے۔ اولیٰ الکاملہ محمد حسین ثبانی کے دس سوالوں کے جواب میں، ایضاح الاثر جو جواب ہے
 مصباح الاثر کا جو کتاب ہے محمد احسن امروہی کی یہ تھے
 مولانا مفتی عزت اللہ رحمتی لکھتے ہیں:

حضرت شیخ احمد کی زیادہ تصانیف تو نہیں ہیں اس لئے کہ ابتدائی پچیس برس مال
 تو دس تعداد میں مشغول رہے اور اس کے بعد کی زندگی بجا بزرگ سریوں میں مصروف نظر آتی ہے
 تاہم جس تعداد میں آپ کی یادگار کتابیں ہیں انھیں تصانیف کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۶۔ ابواب الناس والارواح: پنجابی شریعت کے ابتدائی چند تراجم ابواب کی مختصر شرح ہے اور اسارت
ناسی کی یادگار ہے۔

۷۔ سکيات شيخ احمد جفوة کے منقول کلام کا مجموعہ ہے جس کو مولانا میاں اصغر حسین نے شائع کیا یا تھا
اس کتاب کو پڑھنے سے جفوة کا اسرار و حقیقہ برپا ہو گا۔

۸۔ حاشیہ مختصر الحافی: ۱۲۲۲ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۹۔ تصحیح الی داد: ۱۲۱۰ء میں شائع ہوئی۔ میں تصدیقات۔

۱۰۔ توافی: یہ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

۱۱۔ ترجمہ قرآن شریف: جفوة کا یہ بہت بڑا علمی کارنامہ ہے جس کی افادیت اور حریت ہندوستان
کی مدد سے متباد ہو گئی ہے اور یہ مبارک تحفہ دنیا کے ہر چہر پر موجود ہے۔ سورہ فسار تک
حاشی بھی آپ کے قلم سے ہیں۔ باقی آپ کے قابل شاگرد مولانا شبیر احمد عثمانی نے مکمل کئے۔

۱۲۔ مکتوبات شیخ احمد: شیخ احمد کے مکتوبات کا مجموعہ۔

سلوک و تصوف: حضرت شیخ احمد کو حضور مولانا محمد قاسم جفوة مولانا رشید احمد گنگوہی
اور حضور حاجی املاؤں نے مبارک فرمایا۔ جنہوں نے حضرات سے اجازت و بیعت اور خلافت حاصل کی تھی۔

حضور شیخ احمد کے خلفاء امین مولانا خزانہ الدین مظفر گنگوہی مولوی سواتی محمد اکرم بیجاوی مولانا
محمد سہیل بیگ پوری مولانا نادر حسن مولانا فقیر کوثر رائے پوری وغیرہم حضرات ہیں۔

وصال سے کچھ پہلے ان کو اقبال حسن لکھتے ہیں: ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۴۶ء

۱۳۔ مولانا مفتی عزیز الدین بھٹوی: مذکورہ شیخ احمد مجتہد ص ۹۱۱

۹۱

۱۴۔ مولانا میاں اصغر حسین: حیات شیخ احمد دیوبند ۱۳۶۶ء ص ۱۳۶

۱۵۔ حیات باکل دیوس کی چوٹی: اسی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے قدرے سکون ہوا تو سر ہلکا
اور بازو سرخہ کا تو کچھ افسوس نہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ میں سترہ مراد ہوں۔ تمنا تو یہ تھی کہ میں یہ بیان
کراؤں ہوتا اور اعلیٰ نگاہ الحق کے جہم میں میرے گھولنے کے جانتے۔

تیس مرتبہ بلند واز سے اٹھ اٹھ کر... سورہ یونس کی تلاوت شروع کی گئی۔ ۱۵
۱۶۔ حیات باکل دیوس کی چوٹی: اسی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے قدرے سکون ہوا تو سر ہلکا
اور بازو سرخہ کا تو کچھ افسوس نہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ میں سترہ مراد ہوں۔ تمنا تو یہ تھی کہ میں یہ بیان
کراؤں ہوتا اور اعلیٰ نگاہ الحق کے جہم میں میرے گھولنے کے جانتے۔

۱۷۔ حیات باکل دیوس کی چوٹی: اسی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے قدرے سکون ہوا تو سر ہلکا
اور بازو سرخہ کا تو کچھ افسوس نہیں، مگر افسوس یہ ہے کہ میں سترہ مراد ہوں۔ تمنا تو یہ تھی کہ میں یہ بیان
کراؤں ہوتا اور اعلیٰ نگاہ الحق کے جہم میں میرے گھولنے کے جانتے۔

۱۸۔ اقبال حسن: شیخ احمد مولانا محمد حسن علی گلاہ ص ۲۳

۱۹۔ مولانا قیام حسن: شیخ احمد مولانا محمد حسن علی گلاہ ص ۲۳

ابن عربہ سے مراد کہ اس کی قدرت پر محدود نہ ہو۔ اس کی قدرت و رحمت پر
مضبوط ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی چیز لا علاج نہیں سمجھتی کہ راحت، راحت کا کیفیت
کو نہ اس کو پرانہ دیکھ رہے ہیں۔

ایک صاحبزادی کے انتقال پر اہل حق سرکار کے مشفق چاہتے تھے کہ جو قرآن پڑھتے ہیں
اپنا آگے چلی جائے والی کو قرآن رسانی مت بھریو کیل، کیونکہ یہ قرآن پڑھنا قرآن
اس کو قرآن میں یاد رکھو۔

مولانا عاشق الہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں۔

۱۸۔ تاریخ الاطوار ۳۴۹ و ۳۵۰ فروری ۱۹۲۰ء کو آپ دنیا سے رخصت ہوئے
گماں طرح کر دیا کہ تم کو خیر کو ایسا شہید بنا کر دینی و ملی ایسی یادگار چھوڑ گئے، جو موت و زندگی
کا تمہرہ ہے۔ ذات کا مادہ تاریخ ہے۔

عالم کی موت جان و عالم کی موت ہے یا

تمنا ترین تلامذہ! آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

- ۱۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
- ۲۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ
- ۳۔ مولانا افراسیاب کشریؒ
- ۴۔ مولانا حبیب الرحمنؒ
- ۵۔ مولانا مفتی کاشف الدین شاہ جہان پوریؒ
- ۶۔ مولانا حبیب الرحمنؒ
- ۷۔ مولانا حبیب الرحمنؒ
- ۸۔ مولانا محمد امین انصاریؒ
- ۹۔ مولانا عبدالحقؒ
- ۱۰۔ مولانا احمد رضاؒ

- ۱۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۲۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۳۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۴۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۵۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۶۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۷۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۸۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۹۔ مولانا سید محمد امینؒ
- ۱۰۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۱۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۲۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۳۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۴۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۵۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۶۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۷۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۸۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۹۔ مولانا سید محمد امینؒ

۲۰۔ مولانا سید محمد امینؒ

۲۱۔ مولانا سید محمد امینؒ

۲۲۔ مولانا سید محمد امینؒ

۲۳۔ مولانا سید محمد امینؒ

۲۴۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۸۵۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۸۶۔ مولانا سید محمد امینؒ

۱۸۷۔ مولانا سید محمد امینؒ

حضرت مولانا شاہ ارشد حسنؒ

حضرت مولانا شاہ وارث حسنؒ، شاہ امتیاز حسن بن شاہ محمد حسن کے فرزند تھے جو عینی سیدنا۔
سلسلہ نسب سیدنا امام حسینؑ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ حضرت مقدوم
جہانیاں ثانیؒ گورے ہیں۔ وہ اپنے والد ماجد شاہ ہمالہ الدین کے شاگرد و خلیفہ تھے۔

آپ کا ولید کوڑہ جہاں آباد ہے جو آپ ہی کے بزرگوں کا آباد کیا ہوا ہے۔ بیٹھا
پس جنگل تھا اور اس جنگل میں گھاس کن کوڑہ بہت تھا اس لئے لوگوں نے اس مقام کا نام
کوڑہ رکھ دیا۔ شاہ جہاں آباد شاہ جب اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں اس خانقاہ میں سرمد ہوا
تو اس نے کوڑہ شریف سے متصل شاہ جہاں آباد آباد کیا جو اب جہاں آباد کے نام سے مشہور
ہے۔ اسی بنا پر کوڑہ شریف کو کوڑہ جہاں آباد کہتے ہیں۔

ولادت | حضرت شاہ وارث حسنؒ کی ولادت ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت | سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کر لیا اور فارسی کی چند کتابیں بھی پڑھ
لیں۔ سات برس کی عمر سے صوم و سلوٰۃ کی پابندی آپ کا دستور العمل رہی۔

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ کے ماموں صاحب نے آپ کی سرپرستی اختیار
کی اور شش اپنی اولاد کے آپ سے محبت رکھی۔ پھر عربی شروع کی اور دس سال کی عمر

میں آگاہی آپ کی آواز اعلیٰ کا خطاب دیا جائے تو یہاں ہے۔ کبر نفس اور تواضع کا سبق آپ کے
قدم قدم پر ہر حرکت و سکون سے حاصل ہوتا ہے۔ بایں وجہ یہیت لینے سے عوام آپ کو بچاؤ کر
تو ہر کتنا ہی بزرگ میں دلچسپی اور رشک کو کبھی ہی بچوں میں چھپائے گھٹا اور جھکے بغیر نہیں رہتا۔
آنحضرتؐ میں نے دامن بکڑا اور امداد شفا ہری و باطنی نعمتوں سے لافال ہر ہے ہیں۔ مولانا محمد کو
جو کوہ برآنا، محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ خاصا ہے اس کے اسان ہدایت کے ہر دو تیرے
کے گنگ و نسبت سے متعین ہیں۔ مولانا کی ہاتھوں عادت رہی کہ جب کہ دن علی الصباح و روز بندہ پیارا
لنگن چننے اور جو کی نماز حضرت امام اربعینؑ کے پیچھے ان بزرگوارات کو روز بندہ لیتے تھے کہ کیونکہ میں گھر
میں درس دیتا تھا۔ ہر سبتہ ایک دن میں پائیس کوں کی سفت کاٹنے کا جبر غیر شرعی و محبت میں
ہوتا تھا اس سے خدا ہر ہے کہ لنگن زمانے تھے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو چپ چاہتے
پا پینٹ اور عام ہندو کی طرح بیٹھ جاتے تھے۔ ایک با محضو نے آپ کے متعلق یہ الفاظ فرمادے
اور مروری محمد حسن کو حکم کا گھٹلا میں بیٹھے

شاہ سراج الباقین کہتے ہیں: آپ کا بارو و مشاہیر علمائے ہند و سان میں ہیں اور ہر
عالیہ روزند کے مدرس علم ہی ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ اس
لذا میں ہند میں علم حدیث میں آپ کا کوئی ہم پائ نہیں سنا اور آپ حدیث میں استاد اعلیٰ
کہتے جاتے ہیں۔ آپ کا علم و مذاہب کے جامع اور نہر شائق بنی ہیں۔ مزاج میں سادگوار و لگوار
بلے صحت۔ لباس مٹاوار و اعلیٰ سادہ استعمال کرتے ہیں۔ آپ صاحب تعاضبت بھی ہیں مینظر و
میں آپ کی لکھن کن میں نہایت عمدہ ہیں۔

۱۔ مولانا عاشق علی بریلوی، تذکرۃ الرشید، دہلی، جلد اول، ص ۱۵۵

۲۔ شاہ سراج الباقین، بخش امامتین، لاہور، ص ۸۶

سابقہ پڑھ کر ابن عساکر نے حضرت کے مرض میں مبتلا اور دماغ کی تائید سے اندھے جس کثرت سے حضرت کی نظیر فیض اثر سے مملو استعظیم پر آئے ہیں اس کی نظیر اس زمانہ میں کہیں اور نظر نہیں آتی ہے۔

مولانا شاہ قلی حسن صاحب دارالحدیث حنیفیہ تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا فضل الرحمن صاحب مولانا ابوالحسن صاحب مولانا شاہ دارالحدیث حسن صاحب کوثر جہاں آباد کا کون سا منکر ہو سکتا ہے۔ دور نہ جانتے یا بھی جھڑپ مولانا شاہ دارالحدیث حسن صاحب کوثر جہاں آباد کی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والے حضرات کثرت موجود ہیں ان سے حضرت مولانا کی شانِ تقدس کو پوچھتے، آپ کی اکرامات کے تذکرے ان سے سنتے، اُس قدر خلق آپ کے محقرہ اورات میں آتی کہتے لوگوں کو آپ سے راہِ حق حاصل ہوئی، کیسے کیسے منکرینِ غلو اور جھڑپ آپ کے کلماتِ لطیبات کے اثر سے کمرِ طیبہ پڑ کر مشرفِ باسلام ہو گئے۔ آپ حضرت رشیدِ عالم گنگوہیؒ کے مرید تھے۔ آپ کو اجازت و خلافت حضرت حاجی امجدالہ صاحب نورالانوارؒ سے حاصل تھی۔ سبحان اللہ! آپ کے فیضِ وریکات کے دریائے سب کو میراب کیا، اپنے پرانے سب کو فیضِ یاب کیا۔ آپ نے علمِ سینہ کو سفینہ بنا دیا۔ آپ کی تالیفات شراعتِ العزیز کی خوشبو سے عالم مُنک گیا۔ اب کیا ہے جو چاہے اس نایاب جوہر کو بسوٹا حاصل کرے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب میں وہ اذکار و اشغال اور وہ اوراد و اعمالِ صالحہ ہیں، جنابِ نمک نہ کہیں چھپے اور نہ عام طور پر ظاہر ہوئے، بلکہ سیدِ بر سینہ محفوظ و منقول رہے۔ اب مولانا کی فیاضی سے ہر شخص نفع حاصل کر سکتا ہے۔“

میں قادرِ اتمیل ہو گئے۔

دوسرے دن میں خانقاہ اتمیل ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا اور متنبیوں کو بڑی بڑی کتب کا درس دیتے رہے۔ درس و تدریس کے ساتھ آپ نہایت دھمکنی اور پر حصولِ طاقت اور اذکار و اشغال میں منہمک رہے۔ عالمِ اذہر حضرت آپ کی اس مرتبہ پر پہنچ چکی تھی کہ بڑے بڑے لوگ آپ سے تحصیلِ علم کے متمنی ہوئے۔

سلسلہ کی ترویج و اشاعت [آپ کی مشورہ، کیفیت اور کیفیت پرور جمعیت، آپ کی تعلیم و تلقین، آپ کی نصیحتیں اور تقریریں، آپ کے ملفوظات و ذکر و توجہ کے آپ کے حلقے، رات دن قال اللہ و قال الرسول میں آپ کا انہماک، لوگوں کے دلوں میں رغبت الی اللہ کی آگ و سکناء، طاعت و عبادت کا شوق میوڑا نہا، مریدین سے اولاد کی سی محبت، ان کی فلاح و بہبود کی کوشش میں اپنی جان کو تکلیف میں ڈالنا اور اس تکلیف سے سسرور ہونا، یادِ اس کے علاوہ بے شمار خصوصیاتِ الہی ہیں جن کا صرف دیکھنے اور سنے ہی سے تعلق ہے۔ اعلیٰ درجہ کی اکرامات وہی ہوتی ہیں جو حضرت فی الثقلین سے متعلق ہوں۔ ان معنوی اکرامات میں حضرت نے جس امتِ زمانہ کا نظارہ فرمایا ہے۔ اس کا کسی قدر اظہار ہوا ہے کہ ہر سکتا ہے کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ جیتے پرتے نظر آئیں گے جو برسہا برس سے گھر حضرت کے فیضِ توجہات سے اچھے ہو گئے، بدعتِ قدسہ تھے، خوش عقیدہ ہو گئے۔ دہریہ تھے، باغداد میں گئے، خاسق و خوار تھے، عابد و زاہد ہو گئے۔

آپ نے وسائلِ دارالعلوم دیوبند کے فاضلِ امتدہ سے تعلیم حاصل کی، پھر تلبِ اوقاف مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی پھر اسی سے بیعت ہوئے اور مکمل سلسلہ کے بعد ان سے خلافت حاصل کی (قادیانی فریض الرحمنؒ) بشا پر علماء (۱۳۵۰ھ)

آپ نے دو سال دارالعلوم دیوبند کے فاضلِ امتدہ سے تعلیم حاصل کی، پھر تلبِ اوقاف مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی پھر اسی سے بیعت ہوئے اور مکمل سلسلہ کے بعد ان سے خلافت حاصل کی (قادیانی فریض الرحمنؒ) بشا پر علماء (۱۳۵۰ھ)

آپ نے دو سال دارالعلوم دیوبند کے فاضلِ امتدہ سے تعلیم حاصل کی، پھر تلبِ اوقاف مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں پہنچے اور ان سے دورۂ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی پھر اسی سے بیعت ہوئے اور مکمل سلسلہ کے بعد ان سے خلافت حاصل کی (قادیانی فریض الرحمنؒ) بشا پر علماء (۱۳۵۰ھ)

لگ گئے ہیں بوابرات کے ڈھیر

اب بھی کوئی نہ لے تو ہے اٹھیر لے

علامہ سید محمد علی گھنوی لکھتے ہیں: شیخ نیک عالم وارث حسن بن امین زحری الحسینی
تحتی کوثری عالم، محل اور لڑنے کے نیک بندوں میں سے تھے۔ ولادت اور نشوونما کوثری علیہ السلام
میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے سفر کیا اور دینی کتابوں کی تحصیل و جمعہ دیوبند کے اساتذہ سے کی پھر
لنگوہ کے اہل شریعت و فہم و کرمی سے درس حدیث بھی لیا اور سلوک کی تکمیل بھی کی پھر حجاز کا سفر کیا اور
چچ و زیارت سے شرف ہوئے اور وہاں حضرت جیساہ الداعی بن محمد بن عثمانی منہاجی کی خدمت میں
ایک عرصہ کو تحصیل علم کی پھر حیدرآباد دکن و دہلی میں رہے۔ وہاں سے واپس ہوئے۔ یہاں سے کوثری کے خدو میں ایک عرصہ تک
فرمانت رہے۔ پھر کتبہ اور سرحد فاریس جنات خدو کی سیاست کی۔ شیخ حسین عقیلی دہلی
اور دیگر بزرگوں سے بھی استفادہ کیا۔ پھر گھنوی فرمایا: سید محمد علی گھنوی میں قیامت و اختیار کی
انہیں بہت ہی قبولیت حاصل ہوئی اور ان سے بہت تعلق لے اُنٹا۔ اُنٹا با ان میں بے شرط و رکاباں ہوا۔
اور دیگر داعیوں شامل ہیں۔ ان لوگوں کے محل شکیک ہو گئے اور اعلیٰ سنو گئے اور ان کے اوقات زکوٰۃ
میں گزر گئے۔ وہ بہت وسیع المشرقت تھے

ان کی وفات ۱۶ جولائی ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد
بہت زیادہ تھی۔ وہیں شیلین مسجد کے سامنے دفن کئے گئے تھے

مولانا تاجی مہدی تاجی لکھتے ہیں:

”آپ شہر صاحب سلسلہ بزرگ تھے حضرت گنگوہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ دارالعلوم میں
تعلیم حاصل کی۔ انگریزی و اسی خفیہ لکھنے و گورنمنٹ کے بڑے بڑے عہدیدار آپ سے زیادہ
مستفید ہوئے۔ اجڑا محمد بن آپ سے بعض خواتین کا نکاح بھی ہوا ہے۔ یہاں تک آئی کی اور
آپ پارس کے اخوات نمایاں تھے۔“

”کوثری جہاں آباد دہلی تھا۔ ۱۲۱۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۲۳۴ھ
میں تحصیل علم سے فراغت پائی۔ پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں پہنچے اور ان
کے سلوک کی تکمیل کے خلاف حاصل کی پھر حجاز چلے گئے۔ وہاں شیخ المشائخ حضرت حاجی ارشد
منہاجی کی صحبت میں رہ کر ان سے بھی خلافت حاصل کی۔“

تدریسی خدمات | آپ نے کچھ عرصہ بنارس اور مظفر پور میں بطور مدرسہ درس دیا۔ دہلی میں قیام انجام
دیا۔ پھر ملازمت ترک کر کے گھنوی آئے اور یہیں قیامت اختیار کر کے رشو و ہدایت میں مشغول
ہو گئے۔ انگریزی دس طبقہ ان سے زیادہ مستفید ہوا۔ استفادہ کرنے والوں میں شیخ اکوئل اور
بڑے بڑے افراد و رئیس شامل تھے۔

۱۶ جولائی ۱۲۵۵ھ کو وصال ہوا۔ جناح مسجد شہید شاہ پیر محمد گھنوی کے قریب
دفن میں لے۔“

مولانا مشتاق احمد انیسویں لکھتے ہیں:

”حاجی وارث حسن صاحب بھی حضرت مولانا رشید احمد صاحب! رحمہ اللہ خلیفہ میں
ہیں اور شیخناظر طریقہ اور سنیہ زلیباس لکھتے ہیں۔“

آپ کے خلفاء میں ایک شاہ سید محمد نوکی فرخ آبادی (۱۲۰۰-۱۲۵۱ھ) تھے اور

لے۔ مولانا قلی حسن شاہ، شہزادہ اعجاز دہلی، ۱۲۵۵ھ (پیش لفظ طبع ثانی، ص ۶۲)
دیکتاب عزم جناب کہیں واضح کن صاحب کی عنایت سے علی، عجز اللہ خیرام
لے۔ مولانا حکیم جلالی، نزہت الزکاة و الزکاة، ۱۲۵۶ھ، ص ۲۸ (عزل سے اردو)

آگہ ذوقی شاہ صاحب کے خلفائے حضرت خواجہ شمس الدین صاحب فریدی (فوسلم غریزہیں۔
حضرت ذوقی شاہ صاحب کا وصال ۱۱۹۵ھ میں میدان عزالت میں ہوا۔ انہوں
نے اپنے شیخ حضرت شاہ وارث حسنی کے ملفوظات تریبہ العشاق نامی کتاب (دو جلدوں)
میں جمع کئے ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۹ پر عنوان یہ ہے۔
" حضرت اقدس (شاہ وارث حسن) کو حضرت حاجی صاحب اور مولانا گنگوہی

سے خلافت تہ
ملفوظات حاضر ہوئے۔

مولانا مفتی غریز الرحمن دیوبندی

آپ ۱۲۴۵ھ کو دیوبند میں پیدا ہوئے، انارکلی امام غلام حسین قاضی شیعہ کے خاندان
میں تعلق رکھتے تھے۔ مولانا افضل الرحمن کے بڑے صاحبزادے اور علامہ شمس الدین صاحب کے بڑے بھائی تھے۔
مولانا مفتی عزیز الرحمن سمجھوتہ لکھتے ہیں کہ تعلیم و تربیت آپ کی اکابرین دیوبند کی انور
ہیں ہوئی ہے اور حضرت مولانا محمد تقی صاحب اور حضرت مولانا محمد تاج صاحب سے پیشہ کیا ہیں۔
۱۲۹۰ھ میں آپ خانقاہ اقصیٰ پور گئے اور مندرجہ ذیل حضرات کے ساتھ دستار بندی ہوئی۔
امولانا مفتی عزیز الرحمن ۲۰ مولانا احمد سکندر چوہدری (چوہدری) ۳۰ مولوی محمد اسحاق صاحب
فرخ آبادی ۴۰ مولوی بشیر احمد صاحب ہندولہ ۵۰ مولوی مسعود علی صاحب دیوبند ۶۰ مفتی رحیم بخش
صاحب شبر کوٹلی ۷۰ مولوی سرچاق صاحب دیوبندی۔

فرزیت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ملا خطا ہوا مدرس مقبول ہوئے۔ اس کے بعد دارالعلوم
پانچوہرہ پور میں تدریس قرآنیت لگے اور ۱۳۰۹ھ تک اس کا پ واپس بشاہر و دس روپیہ ہوا مدرس
دارالافتاء دیوبند میں تدریس لگے ہیں فرزیت کے بعد بسطہ تعلیم مدرس میرٹھ تشریف لے گئے اور قادیان مدرسہ
میں لکھتے ہیں۔ (۱۲۹۰ھ تا ۱۳۰۹ھ مدرس۔ ۱۳۱۰ھ تا ۱۳۲۶ھ مفتی)۔
مولانا گنگوہی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریس کی۔

۱۔ ساری قریش الرحمن، شمس الدین دیوبند، لاہور ۱۱۰۶ھ ج ۱ ص ۲۶

۲۔ مولانا مشتاقی ص ۱۰۱، انوار المشتاقین، حیدرآباد دکن ۱۳۱۴ھ ص ۳۵

۳۔ سید محمد ذوقی، تربیت المشتاقین، لاہور ۱۹۴۷ء، مغل: ذوقی، طبع دوم ۱۳۵۱ھ

مولانا سکیم نادر بخش آپ سرام کے باشندے اور حکیم حسن علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔
۱۲۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ متعدد علماء کرام سے تکمیل علوم کی اور حضرت حاجی اعجاز صاحب سے
بیت ہوئے۔ آپ بہت عزم و کوشش و راست ملک و طبع پر زین میں طبابت کرتے تھے اور
وہیں کی جامع مسجد کی امرت کرتے تھے۔ ۱۲۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

۱۲۸۰ھ ملازمی صاحب نے ۱۲۸۵ھ التواریخ کے تراجم و تالیفات ۱۲۴۵ھ مکمل ہے
گو عالم سید عبدالحی صاحب نے ۱۲۳۰ھ مکمل ہے۔ نثر و اذکار تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے اول اذکار
سے بہر حال ناواقف ہیں۔ واللہ اعلم۔

مولانا قادر بخش سہلری

اشیخ العالم المشہر قادر بخش بن حسن علی سہلری دہلوی تھے۔ ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم اپنے والد مولوی احمد حسین سہلری اور تلمذ مولوی
فیاضی سے کی پھر نواز پوریا کریم مدین الدین کاظمی سے استفادہ کیا اور گفتگو میں علامہ عبدالحی بن عبدالمطلب
انصاری سے درس نظامی کی اکثر جگہ پائے گئے۔ پڑھیں کیونکہ انہیں مولانا محمد قسیم بن عبدالحکیم کھنوی سے بھی
پڑھیں پھر کافی پتہ لگے۔ شیخ قاضی جلال الرحمن پانی پتی سے اور مراد آباد میں مولانا فضل الرحمن بن علی بدایت
مندیں حاصل کیں۔ پھر حاکم سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور سید احمد بن زین الدین دہلوی شیخی
کی اور شیخ عبدیہ الرحمن ردوی ہمارے بابت حدیث حاصل کی۔ پھر واپس ہندوستان آئے اور
یہاں دہلوی تھے۔ اور دس و تیس کا سلسلہ راست ملک و طبع پر زین میں شروع کیا۔

ان کی تصانیف میں التقریر المتعول فی فضل المعصیۃ و اہل بیت الرسول اور معین شہرہ
رفع الاشیاب و قایمہ التعلیل و التفتیہ اور جرد الاشیاء علی حیاۃ سیدنا قیام ہیں۔

رجب ۱۲۶۰ھ میں وصال ہوا۔

اعلام صابری لکھتے ہیں و

کاؤس دفعہ کھایا تا بس حسن و قسطنطنیہ کو مسلمان ہونے کے ساتھ ہی جہاد جاری رہا۔

عسکری تعلیم | ابتدائی گزشتہ کلمات سے آپ کی عسکری تعلیم کا انتخاب دیکھ کر ہر ایک عسکر و عالم کے درجہ و پندار و مسکن کی تیار کیا ہے کہ حکومت کا خطاب یا فتنہ پرانہ تہمتیں کی بنا پر خطاب و پس کر دیا گیا۔
حیدر آباد میں | نظام آباد میں کی دفعہ دست پر تپ دہان و متعلق حکم کے منصب پر فائز ہوئے حکومت آصفیہ کا سب سے بڑے شہر میں منتخب پڑا آپ ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء سے ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء تک فائز رہے۔

وجہ ان | پھر وہ عالم و پور تہذیب و ادب آگئے، وہاں ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء میں آپ نظام صاحب کو لکھنے میں آباد کیجے جیسا کہ پھر میں جب نظام آباد آ کر پیشین پوری تو آپ اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ وفات کے وقت زبان پر اللہ کا ذکر جاری تھا۔ اللہ کے فضل کے ساتھ خدمت پر دروازہ کھلا۔ یہ سہ ماہی اولیٰ ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء کو واقع ہوئی۔
نظام آباد پیشین | پیشین کو نظام آباد تیار کیا گیا، حضور نظام آباد میں حضور علی خاں کا حکم تھا کہ جہاد میں مدد ملے۔
نہا جائے | نظام آباد و حیدر آباد میں متعدد ترغماز خانہ اہل ان کی آگئے۔ ان ۴ ماہی اولیٰ حضرت کچھ سید مقرر ہوئے۔ نظام آباد میں اہل علم میں اپنے مسکنات پر شاہان اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دیا۔
معاذ اللہ | عادی کی سید میں توجہ تفرکہ کرتے ہوئے نہایت ناسخت کے ساتھ پیر پور جعفر آباد کر۔ ان میں کہ وہ مجھے لیے آئے تھے۔ اگر تو میں روکے۔

صرفیاد مسکن | آپ حضرت حاجی مولانا صاحب کی کے خلیفہ بنائے تھے۔ صرفیت کی وجہ سے جمعیت کا سلسلہ بہت وسیع رہا۔ آپ حضرت لنگوٹی کے بھی خلیفہ تھے۔

اولاد | آپ کی اولاد میں حضرت مولانا صاحب محمد طیب صاحب قاسمی رحمہ اللہ و مولانا صاحب محمد طاهر صاحب قاسمی آپ کے گیارہ ہیں گھائیہ کہ آپ ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ صاحب تذکرہ مشائخ دیوبند کی رو سے آپ مولانا صاحب قاسمی انور قاسمی کے فرزند تھے۔ آپ نے قصبہ رام پور میں لائے شعلہ سار سار میں میں مافظہ نور محمد صاحب سے جو ایک جید حافظ تھے۔ ۹ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ اس کے بعد حضرت انور قاسمی نے لکھا و شعلہ بن محمد کے مدرسہ اسلامیہ میں ابتدائی تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ وہاں

مولانا حافظ محمد احمد قاسمی

آپ حضرت مولانا محمد قاسم انور قاسمی کے فرزند ہیں۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء کو بنوڑ میں پیدا ہوئے۔
ابتدائی تعلیم | قصبہ رام پور میں لائے شعلہ سار پور کے جید حافظ نور محمد صاحب سے ۹ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر والد صاحب سے مدرسہ اسلامیہ لکھنؤ میں شعلہ بن محمد میں ابتدائی تعلیم کی غرض سے بھیجا دیا۔ وہاں آپ مولانا عبداللہ انیسویں سے پڑھتے رہے۔ ان ۱۸۷۱ء مدرسہ شاہی اسلام آباد میں داخل ہوئے۔ یہاں اپنے والد کے ہمراہ گرو مولانا احمد حسن امروہی محدث سے مختلف علوم و فنون کی تعلیم فرمیں۔ بعدہ والد صاحب نے خود تعلیم دینے کے لیے دیوبند بلایا۔ محو طے عصر کے بعد حضرت انور قاسمی کا وصال ہو گیا۔ بقیہ تعلیم والدہ مرحومہ دیوبند میں لکھنؤ کی حضرت شیخ احمد مولانا محمود جیسے معقول و ادیب کی نگرانی میں فرمیں۔ حضرت مولانا محمد نعیم صاحب سے روزی شریف کے چند سبق پڑھے۔
اہل قاسم | اللہ حدیث حقہ مولانا شریف احمد لکھنؤ سے پھر کراخت حاصل کی۔

تدریس | ۱۲۵۹ھ میں کثیفیت مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا اور جماعت علوم و فنون کی ان میں شعلہ بن محمد کی تربیت کی۔

۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں حضرت لنگوٹی کے مشورے سے دارالعلوم کا اہتمام آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہے اور دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں کارنامے نمایاں انجام دیے۔ آپ کی اول مولانا صاحب الرحمن کی کراخت سنہ دارالعلوم کو کھنچا دیا۔ آپ کا دور اہتمام تاریخ دارالعلوم

و مولانا رحمت اللہ کی (نونی) خدمت پر کیا کرنا کہ مسجد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے تاکہ
 کہ فیضِ اہل طلبہ میں سے چند خاص نام رک رک کر قبول فرمیں جو ہندوستان میں حضرت مولانا رحمت اللہ
 کے خاندان کا تلامذہ تھے۔ ان میں سے بعض اصحاب نے ملکہ مظفر علی بیگم کی کوشش سے مولانا سے شرف
 تلمذ حاصل کیا۔

۱۔ مولانا عبد السمیع صاحب راسپوری مصنف حمدیاریؒ

تسلیت میں اور وہیں شاہ ولایت صاحب میں آپ کا چہرہ مقبرہ ہے۔
اعلاؤ صاحبی لکھتے ہیں۔

مولوی ثناء الرحمن دہلوی کے والد سترہ سو تالیف کی ایک مشہور و معروف شخصیت تھے بہت باوقار اور حکام برس تھے اور صاحب جائیداد بھی تھے۔ مولوی ثناء الرحمن کا جنم نام نامیہ کے تقابلاً ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء کو کرشنکی میں پیدا ہوئے۔ جب سات سال کے ہوئے تو ان کے پاس پڑھ کر کے ایک نامور مولوی عبد السمیع صاحب کو پاس پورے چار ان کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ مولوی صاحب کی کوشش سے انھوں نے اس چھوٹی سی عمر میں ایسی تعلیم حاصل کی کہ دیکھ کر دل سے تعجب کرتے تھے۔ تیرہ یا چودہ سال کی عمر تو ہی مولوی صاحب جامع مسجد بنارس میں داخل ہوئے۔ وہاں ان کی تعلیم جاری رہی۔ انھوں نے بتایا کہ میں بھی اپنے مذہب و مہمت پر بندہ نہیں۔ غفلت کے اور کپڑے اتار کر جو کہ پرکھا نہ تھا کیا ہوں اور بچا پا کر رہا ہوں۔ مگر اگر کوئی زنا بول مول نہ کرتا ہے تو ان کو سمجھا یا کہ یہ خالق کی عبادت نہیں۔ پتھروں کو بچا کر مرنے والے ہے شکر اور مرنے والے میں جو شکر رکھے ہوئے ہیں وہ کس طرح مہجور ہو سکتے ہیں۔ تو فرمایا ہے میں اور مجھوڑی کس طرح مہجور ہو سکتے ہیں تو اس کو بھی نہیں اڑا سکتے اور سروں کو توغیغ و فغاغہ پہنچا سکتے ہیں ان باتوں کو سن کر ناہر سنگے مشاعرہ اوداس کے دل میں افسانہ بن گیا۔ جاگزیں ہوئے اور یہ موعظہ کاملہ سلیم کہتے ہیں :

۴۔ مولانا محمد علی شاہ، ایک جہاد پرست اور کراچی - ۱۱۱۵۲۔ اشتر دہرہ سرسواتیہ ملک کوترہ شاہ
مرادنا فضیل الرحمن کے کہنے پر کہ میں ان کے اسلام قبول کرنے کی تعمیل شکستہ۔

۱۰۔ ادا صابری، سیرۃ حاجی ادا اللہ صاحبزادہ کے خلفاء مدظلہ ۱۵۱۰ھ (۱۹۹۸ء) کراچی اور ایسٹینٹ

۱۹۵۵ء - ادارہ صابری: تک کی شروعات حیات زار سے۔ دہلی ۱۹۵۵ء

مولانا انوار اللہ حید آبادی

علامہ حکیم عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں:

شیخ، فاضل علم، انوار الدین بن قاضی سراج الدین بن قاضی حیدر آبادی مشہور عالم ہیں سے تھے۔

قدیمہ قندھار تانہ پڑکن میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۶۲ھ تاریخ ولادت ہے۔
حفظ قرآن مجید اور دیگر دینی تفاسیر کی اجلائی کتابیں اپنے شہر علم سے پڑھیں پھر شیخ عبدالحق
انصاری گمشوی اور ان کے فرزند شیخ جلالی گمشوی سے حیدر آباد میں تحصیل علم کی۔ قاضی سراج عبد اللہ
یوسف سے پڑھی۔ تصوف و سلوک کی تکمیل اپنے والد صاحب سے کی اور ان سے "اجازت بیعت و عطا
ہوئی۔ بہت سے علوم میں مہارت حاصل تھی اور حکومت میں ملازم ہوتے پھر کچھ عرصہ کے بعد
راجہ زیارت کے لئے ۱۲۹۴ھ میں مجازاً ساگر کیا۔ شیخ کبیر صاحبی اہلادار و مہاراجہ کی سے شادوان کے
فاتحہ پر بیعت کی اور حاجی صاحب کی طرف سے بھی مجاز ہوئے۔

۱۲۹۵ھ میں نواب محبوب علی خان کے علم فخر ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں خان بہادر بھنگالہ
ملا۔ اسی سال دوسرا حج کیا۔ ۱۳۰۵ھ میں تیسرا حج کیا اور عزیز منونہ میں تین سال قیام کیا۔ ۱۳۰۸ھ
میں حیدر آباد واپس آئے۔ پھر وہی علمائے عثمان علی خان کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۶ھ میں حبیب
نظام محبوب علی خان کا انتقال ہوا اور امیر عثمان علی خان نے ان کی جگہ لی۔ انہوں نے ۱۳۲۰ھ میں

ان کی مرگ ہوئی۔ بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں انوار اللہ نام (دو جلدوں میں)،
اجازت بیعت میں ہے۔ کتاب العقل و عید و قیام فلسفہ پر تحقیق و تفتیش میں اس میں
مفسر کے ہر ترجیح اور اہم نظم و توضیح کے من قبہ بھی بیان کئے گئے ہیں۔ انوار احمدی فی
الہدایہ منہجی علی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کو پڑھ کر عاشقانِ رسولؐ کے دل یاد رسولؐ اور بہت رسولؐ
پر دلچسپی لگتے ہیں، مقاصد الاسلام دیکھنا حصول میں ہے، ان کے علاوہ بھی ان کی کئی ایک
تصانیف ہیں۔ چوٹی الاثر ۱۳۲۶ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اپنے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ میں تلمیذین
کے ہاتھ لکھی تھیں۔

مولانا انوار احمدی لکھتے ہیں:

"آپ ریاست حیدر آباد کے علین المہم تھے اور میر محبوب علی خان قزاق خانے دکن مرحوم
نواب بزرگوان کے استاد تھے۔ علوم معقول و منقول کے ماہر تھے علوم سلوک اور معرفت کا مستقر پھر
الہامی حاجی صاحب کی خدمت اندس میں حاضر ہو کر حاصل کئے۔ دولت خلافت و اجازت سے شرف ہو
کر دکن وستان واپس آئے۔ میر تونہ کے باوجود دارالامان و دارالکرامت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد کئی کتابیں
لکھی واپس کیے یا نہ تھے۔ دہریوں اور غیر پڑھوں کے لئے کتاب العقل لکھی۔ سزا غلام احمد دانی نور
ان کے پیروں کے رو میں انوار اللہ نام تصنیف کی۔ آپ کی مشہور و معروف تصنیف تحقیق و تفتیش
الاسماء و احوال عت کے واسطے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ انوار احمدی اور مقاصد اسلام کے مسائل
مسلمانوں کے ایمان کو ترقی دینے میں ہیں۔"

علامہ حکیم عبدالحق دہلوی تحت نظر کراچی ۱۳۱۶ھ ج ۲ ص ۱۷۱
علامہ صاحبی دہلوی تحت نظر کراچی ۱۳۱۶ھ ج ۲ ص ۱۷۱
علامہ صاحبی دہلوی تحت نظر کراچی ۱۳۱۶ھ ج ۲ ص ۱۷۱

آپ کو استاد کے ہنگامہ پر ہی توفیق کی ۱۲۲۴ء میں وزارت اوقاف پر مقرر ہو گئے اور نو برس تک چنگا خطاب دیا گیا۔

۱۲۳۲ء میں قتل میں مل جلے اور اس کے بھائی کے علم ہی پر مقرر ہوئے آپ کو بڑے واجبات حاصل ہوئے۔ دینی اور فرائض مسائل میں آپ کی بات نافذ ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی علمی استعداد سے جس سے ملک اور بندوں کو بہت نفع ہوا۔

علوم فقہ اور نقل میں آدھ روڈ گار تھے۔ نہایت جرات گزار خطاط اور کتب اور تصنیف و تدریس اور مذاکرہ میں ہر وقت لگے رہتے۔ اہل بدعت سے سختی سے پیش آتے تھے اور انہیں راہ نہایت ہی تسلیم دیتے تھے۔ ۱۲۹۳ء میں حیدرآباد میں مدرسہ فاضلہ کی بنیاد رکھی۔ کتابوں کی نشر و اشاعت کے لئے ایک مجلس بھی قائم کی جس کا نام ۱۸۵۷ء علوم رکھا۔

قدما اور بچائی چڑھی تھی جسم مضبوط تھا۔ رنگ سرخ و سفید تھا، آنکھیں موٹی تھیں کھانے پینے میں کوئی تلفظ نہ تھا۔ آخری وقت تک ورزش کا اصول فراموش نہ کیا اور ذمہ داری نہایت پارسا تھی۔ علم اور تواضع تھے۔ بیماریوں کی عیادت کرتے اور جانوں میں شرکت کرتے تھے۔ نیکی اور نیلائی والے تھے۔ مال کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور ذات سے جمع کر کے رکھتے تھے۔ زبان پاکیزہ تھی۔ فضول گرتی سے ناسوں دور تھے۔ مغرب سے آدھی رات تک فحشاہت کبھی کاملاً نہ کیا کرتے۔ شیخ علی الدین ابن عربی سے بہت عقیدت تھی۔ زندگی کے آخری سالوں میں آپ کی تائید میں اختلاف میں گزرتی تھیں۔ صبح کی نماز کے بعد دن پڑھتے تھے اور کتابوں کے کچھ کتب کا بہت شوق تھا۔ (مولا ابوالحسن ندوی: نزہۃ القلوب: ج ۱ ص ۱۸۰) اس کتاب میں ابن ابی حنیفہ جرات و صفت کے فوائد ابوالحسن علی کاظم سے پہنچے ہیں۔

لے حیدرآباد: نزہۃ القلوب، کراچی: ۱۹۶۶ء ج ۱ ص ۱۸۰ حرر: علامہ

مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مراد آبادی

آپ مراد آباد کے ایک علمی خاندان کے اہلکار تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام مولانا محمد امین ہے، جو سب سے پہلے تھے۔ آپ کے نانا حکیم محمد علی صاحب تھے جو مراد آباد کے بڑے اعلیٰ درجے کے علماء ہیں۔ آپ کے بھائی کے زیرِ تعلیم آپ نے تربیت پائی۔

۱۲۶۲ء کے قریب ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ بیاضات علمی سنبھلی اور مولانا محبوب علی صاحب (سکن سنبھلی) دروازہ مراد آباد سے فارسی اور ریاضیات کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۸۶۵ء میں علم طب کی تحصیل کی۔

اپنے چھوٹے بھائی مولوی شمس الدین کے کمال و علم و قیام نام نہاں کی خدمت میں پڑھنے اور کچھ پڑھنے کے بعد مراد آباد واپس آ گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دیوبند پہنچے اور تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ دیوبند میں آپ نے حضرت مولانا محمد امین صاحب اور مولانا سیاحند دہلوی کے علاوہ مولانا فتح محمد صاحب دھانیوی، اور مولانا محمد ناضل صاحب سے پڑھا۔ پھر مراد آباد آ گئے۔ جب آپ مراد آباد پہنچے تو مولانا فتح محمد صاحب قنونی بھی مراد آباد آ گئے اور آپ ہی کے شاگرد بن گئے اور آپ کو پڑھاتے رہے اور خود بھی حضرت مولانا عالم علی گٹھوی ثم مراد آبادی تھیں۔ حضرت شاہ محمد امین دہلوی سے حدیث پڑھتے رہے۔ آپ نے بھی حدیث مولانا عالم علی صاحب

صوفیہ از سلسلہ | درمیدج الاول ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۳ء بمقام ہفت چار شہر مراد آباد سے بیرون
ہوتے اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی جس سے
نے بغیر قبول فرمایا اور درمیدج الاول ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۳ء کو میرٹھ میں بیعت کا شروع
حاصل ہوا یہاں تک تکمیل تک پہنچا اور ڈاکٹر فضل میں بھی مشغول رہتے تھے ماسی، مراد
مولانا احمد حسن اور دیگر تھے۔ مدرسہ اسلامیہ خوجہ میں بیعت کے ساتھ ڈاکٹر کا بھی کر کے رہا
سلوک کے بعد حضرت نانوتوی نے ان الفاظ میں آپ کو خدمت عطا فرمائی: صوفیہ حاجی صاحب
طوت سے آپ کو بیعت کرنے کی اجازت ہے۔ حضرت نانوتوی مراد آباد کے جس شخص کو بیعت
فرماتے تھے تو خاص طور پر فرمادیا کرتے تھے کہ تم کو ڈاکٹر فضل کی تعلیم جو عہد حق کر سگے

آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے بھی غریق مجاز تھے۔ اس کا ذکر متفرقہ ان رشیدیہ موجود ہے۔ ۱۵۔ رجب ۱۲۱۰ھ کو شیخ المسیح حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے عرف آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

شاعری | آپ نازی اور اردو کے تاجور الکلام شاعر تھے۔ نازی کا ایک مکمل دیوان غیر مطبوعہ موجود ہے۔ ستاسی کی بڑی تصنیف، فراتے، ہے۔ آپ کے کلام میں خانقاہی و حلی و نظیری و قدسی کا رنگ جھلکتا ہے۔ آپ نے نازی شاعری میں مولانا سید جبار شید نازی کی پوری تہذیب آبادی اور انکا اہل انجمن سے اصلاح لی تھی۔ اپنے شاگرد مولانا محمد قاسم نے بارے میں آپ کے دلکش شعر نیچے درج کیے ہیں۔

یہ ہے چونکہ اس قسم کے دواؤں اور فرماؤں کی سائنس
فیوض کا تمام ذخیرہ اس قدر ہی قاصر
آپ کا مطلب آپ کو روحانی علاج کی طرح جسمانی علاج میں بھی مدد ملے گی حاصل شدہ آپ کی
حافظہ نگار اور ہندو پارے باضر تھے۔ آپ کی کتابتیں کے بعد اعتقاد و آفات ہیں۔

رمضان ۱۲۴۰ھ کو شبِ جمعہ میں ساڑھے دس بجے پر عمر ۲۸ سال ۸ روپ کا وصال ہوا۔
بعد از آنجا کہ قبر از سرے کی نماز حضرت مولانا قرب علی الدین صاحب زادہ صاحب خانہ قادری نے
”مذبح حضرت مولانا عمر کا کراہی تو ہی وغیرہ حضرت حاجی صاحب نے پڑھائی۔“

اور آپ کے دو فرزند مولانا حکیم محمد ادریس اور مولانا حکیم محمد فاروق تھے۔ مولانا ادریس سال کے پہلے اپنے بزرگ والد سے جا ملے۔ ان کے فرزندوں میں مولانا محمد حسن، مولانا محمد عمر، مولانا محمد حسین اور مولانا فیض محمد عثمان استاذ شعبہ انجمن مسلمہ بنیوہی میگزین ہیں اور مولانا ادریس عمری وفاتی میں دستا گاہ کامل رکھتے تھے۔ حضرت گنگوہی سے بیعت تھے۔ مگر مولانا ابی نبیوں سے مولانا ادریس صاحب سے تہذیب حاصل کی تھی۔ ۱۳۱۲ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ملہ نوبی الخ، ۱۳۳۲ھ میں شیب ججو کو حضرت قاضی نواب محمد امجد علی بن احمد خان نے بھی وصال فرمایا۔

۱۰ - سرور، نایب سرپرست فریدی: مولانا حکیم محمد عبدالقیل قاضی، نقویان، کشنو، اردو، ۶، ۱۹۷۱ء (۲۵۱) کی تفصیل،

سے خطاب فرماتے۔ دارالاحنافین کی کتابوں کو پسند فرما کر قیمتی رنگاوتے تھے اور مصارف کو اپنے

مطالعہ سے سرفراز فرماتے تھے۔ (مصارف ۱۲۴۲ھ/ ستمبر ۱۹۲۴ء)

لولاء اولاد میں ایک سولانا شاہ جی الدین (دم ۶۹، بھاری الاولیٰ ۱۳۶۶ھ/ ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء) بوقت
صبح تھے۔ وہ اپنے والد کے بعد بھولاری کے سجادہ نشین تھے۔ بستر سال کی عمر میں انہوں نے وفات
پائی۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”سجادہ نشین حال حشر مولانا شاہ جی الدین رحمہ اللہ شیعہ حنفیہ مولانا شاہ جلال الدین صاحب
رحمہ اللہ تعالیٰ نے چند سال کے انضمام الیہ میں اور تسلسل عہدات کے بعد ۶۹ بھاری الاولیٰ ۱۳۶۶ھ/

۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء کی صبح کو ستر سال کی عمر میں اس وارثانی کو ارواح کما اور زمانہ تقسیم کی ایسی دنگار
مشتعل ہوئی جس کی زیارت سے بزرگوں کی بہت سی نشانیاں ایک ذات میں نظر آتی تھیں۔ مرحوم

کی یہ کیفیت کا سال ۱۳۶۶ھ ہے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار امیر شریعت اول مولانا شاہ
جلال الدین صاحب سے چلی گئیں۔ فقیر دوست مولانا عبدالجبار صاحب رامپوری سے حاصل کیں اور

تحصیل قرآن ۱۳۱۸ھ میں مولانا عبدالرحمن صاحب آہ صاحب سے حاصل ہوئی۔ یہ ایک تعلیم
یہی بھولاری ہی کے ایک قیام پذیر بزرگ مولانا حکیم وارث حسن صاحب سے حاصل کی۔ مولانا

کبھی طلبہ میں کیں۔ سجادہ نشین سے پہلے کتبک دس تھیں کتبک سلسلہ جباری راہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء
میں اپنے والد جاکر وفات کے بعد سجادہ نشین اور صاحب بہار کے امیر شریعت بن گئے۔ والد

اس وقت سے آخر وقت تک وہ ذاتی تعلق اور اپنے متبعین اور متفہمین کے توجہ کو تسلیم
عملیت اور اپنے نقطہ نظر سے ہمارے مسلمانوں کی قومی خدمت میں مصروف رہے۔ ۱۳۴۴ھ میں

جی زیارت کے لئے ہماز عراق و شام کا سفر کیا اور لوگوں کو اپنی برکات سے مستفید دلایں ملکوں کے

شاہ بہ الدین بھولاری

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا شاہ جلال الدین سجادہ نشین بھولاری اس عہد کے جلیلہ و شہیل تھے۔ ان کا
زہود و روحانیت و اتقا، علم و عمل، صورت و سیرت، ہر چیز محمود و مسند تھی۔ کم و بیش پچاس
برس تک یہ علم و عرفان کی شمع صوبہ ہمارے روشن رہی اور اس کی روشنی دور دور تک پھیلی رہی
ان کے شب و روز کے چوبیس گھنٹے ذکر و فکر اور مطالعہ کتب کے سوا اور شغلی میں کم تر صرف
ہوتے تھے۔ ان کی نشست گاہ ایک کتب خانہ تھی۔ ان کے چاندل طرف کتابوں کا انبار لگا رہتا
تھا اور اس کے پچیس یا زائد کتب خانہ جادہ فرما رہتا تھا۔ اس عہد میں یہ ایک ہستی تھی جو
ظاہر و باطن، علم و معرفت، حقیقت و شریعت کا مجمع البحرین تھی اور جس سے بزرگوں کا کھوں
علم و معرفت کے پیاسے سیراب ہوتے رہتے تھے۔ بھولاری کا سجادہ اس بزرگ ذات کی رفیق
افروزی سے چشم نور شد تھا۔ اس کو یہ آفتاب اب ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔ وہ میرے والد
مرحوم کے چڑ بھائی تھے۔ دونوں مولانا شاہ علی حبیب صاحب قدس سرہ سجادہ نشین بھولاری
سے تشریف لے گئے۔ خاک کو آغا ز عمر میں ۱۳۹۸ھ میں بھولاری کی خانقاہ میں چند ماہ بسنے کے بعد
والد بابر مرحوم کے تہہ پایت رشتہ کا اتفاق ہوا تھا۔ اس وقت سے آخر عمر تک اس بھائی
پر خاص نظر عنایت تھی۔ کبھی کبھی حکومت ہندوں سے سرفراز فرماتے تو ”آغا بھوان“ کے اناط

”پھلوانی شریعت کے صاحبِ مہادہ کا معمول رہا ہے کہ فتاویٰ پر دستخط کرنے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں۔ اس نے جب سے آستانہ کی جلد بکشی مجھے ملے گی ہے۔ میں بھی دستخط نہیں کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی میں یہی ہر کردیتا ہوں کہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ محبت اور اخلاقی تعلیم دینا ہے۔“

محمد بدرالدین عفی عنہ پھلوانی شریعت

بعض بزرگوں سے استفادہ کیا۔

وہ حدودِ شریعت، ایک صالح پسند، استقامت اور صبر اور بہت، لباسِ اہرچیز میں خودِ مصلحت تھے۔ مذاہبِ مال سے بیکار تھے۔ تقریرِ تحریر پر قدرت رکھتے تھے۔ متعدد مجالس میں شرکت فرمائی۔ قومی اجتماعات میں تقریریں کیں۔ مساجد میں وعظ و پند سنائے، تحریکِ خلافت کے نفاذ سے سیاسیات میں بھی شرکت کی۔ خلافت کا مفروضہ منقہ آراء اور وجہ تملک و مبارکے اہل منقہ و مصلحت کی مصلحت کی۔ وقتاً فوقتاً ان کے سیاسی خیالات اور دیرِ شریعت کی حیثیت سے ان کے فرائض بھی شائع ہوا کرتے تھے۔ سابقہ کی وفات سے مسلمانانِ ہمارا ایک بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانے والے کو اپنی نوازش سے بے پایاں سے اور نہ جانے والوں کو اپنی نصرت سے سرفراز فرمائے۔

مولانا شاہ بدرالدین مولانا شاہ مسلمان پھلوانی کے ہم زلف تھے۔ مولانا شاہ مسلمان اپنے بڑے بڑے مولانا شاہ حسن میں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

”..... مگر یہ اول چاہتا ہے کہ تم میں اپنے ہاتھ کی نسبت کا غلبہ ہو۔ جس کی جلی صلاحیت بھی تم میں موجود ہے اور یہ نسبت خاص کر جناب شاہ بدرالدین صاحبِ مساجدِ نشین خانقاہِ حبیبہ پھلوانی، میں مجھ سے آگے ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ انہیں کے حلقے میں بیٹھو اور انہیں سے نسبتِ رابطہ پیدا کرو اور اس فقر کو بھی اس نسبت میں مددگار سمجھو۔ گو ابھی اجازت کیسے ملتی دکھارے۔ آئینہ چل کر خودِ دل اٹھو گے۔“

نہر دہ کہ خواہم خدا را بہ بنیم بران و درخِ مصطفیٰ را بہ بنیم

وہ جب ۱۹۲۰ء میں مدعو کے ساتھ تعلیمات مختلف پرستے تھے اور مسئلہ قیام قدمہ میں اختیار کیا تھا تو ان کی بڑی کمزوریاں تھیں اور وہ اس وقت ان کی تعلیمی ترقیوں میں مدد دی جا رہی تھی۔ تاہم ان میں نواب حسن علیک مرحوم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بڑے تلامذہ تھے۔ نواب صاحب نے ان کے لیے بہت سی چیزیں یاد دلوائیں اور ان کے لیے ان کی تعلیم پر توجہ دلائی۔ ان میں سے ایک نواب صاحب کے تلامذہ میں مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی تھے جو ان کے لیے بہت سی چیزیں یاد دلوائیں اور ان کے لیے ان کی تعلیم پر توجہ دلائی۔ ان میں سے ایک نواب صاحب کے تلامذہ میں مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی تھے جو ان کے لیے بہت سی چیزیں یاد دلوائیں اور ان کے لیے ان کی تعلیم پر توجہ دلائی۔

خادم صاحب کے چلنے اور تھوڑی دیر اور پھر گئے اس بعد میں کہ ان کو جینے کے ترسہ ملے
ہیں بلکہ رنگوں میں مٹھان اور کچیل کاغذ پر سوئے کے کاغذ پر دلوں پر کوڑا ہونے
کا تھا۔ شاہ صاحب بھی نواب حسن الملک (محمد علی) مرحوم کے ساتھ اس جلسہ میں گئے تھے قریب
اٹھ گھنٹے کے بعد تو فرمایا: "یہاں کے لوگوں نے قابل کاغذ پر کوڑا ہونے کا کیا ہے، جس میں
نہایت ہی داخل ہوں۔ مگر غور فرمائیے کہ نواب حسن الملک توحیدی ہیں، ان کو کون دجال کے کا
اور پھر پکڑا ہونے لگے ہیں سنا کہ خود انہی نے ان کی شہادت ہے کہ وہاں گھنٹے شہادت
و لیکن الشیطان گھنٹا دیا مسلمان ملا مسلم نے کفر میں کیا جو شیطان نے فرمایا، جن ان کھنٹوں سے
بد مذہب بن گئے اور ان کو لوگوں کے ہونے لگے کہ ان کا دل شاہ صاحب کے ان بد شکلوں سے بھرا ہو گیا۔

شاہ صاحب کی ذات ایک عجیب جلیقہ ہستی تھی۔ ایسے لوگ اب میدانِ ہویں کے زمانہ
 بلی رہا ہے، جو کائنات اور خلقت ہے، وہ قدیم وجد کے درمیان حلقہ اتصال تھے۔ اب قدیم بھی
 جدید ہو رہا ہے اور جدید جدید ترین بن رہا ہے۔ دو ناپ کے ان کے اختلاف پر اور دم شاکہ میں
 اور ان کے مہمان اپنے بزرگ باپ کے سچے پانچویں نسل ہیں۔

مولانا شاہ سلیمان بھلپوری

آپ ۱۷۴۹ء کو کچھلورہی صوبہ بہار لڑکھا، میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ پھر لڑکھاپور میں فرنگی محلے کے اسکول کا اعلیٰ محدث سہارنپوری اور مولانا سعید خیر حسین محدث دیوبندی سے درسیات کی تکمیل کی۔

کھنکھو کے قیام میں اور سات ختم کرنے کے بعد آپ نے طبیب طوسی اور پھر کلابیاب مغرب کو کھنکھو پر آپ نے عراق اور امداد علی میں دو سفر فرمایا یہ سفر کھنکھو سے۔
 خدمۃ السلاطین کے نام سے پہلے کلابیور میں اور پھر کھنکھو میں ایک انجمن کی بنیاد رکھی۔
 مولانا سید سلیمان ندوی کی تحریر فرماتے ہیں کہ:

مرحوم دینعلی انصاری عالم، بشارتِ اربابِ خوش بینِ غلیظیہ پر بارشِ اعظماءِ مرقعہ شمس
مقرر اور طبعی طور پر گزرنے کے علاوہ فیضِ بابِ مرقیٰ تھے۔ ان کو تاریخِ عاشق اور طوطی نظم و نثر
کا اچھا ذائقہ تھا۔ سچے کتب خانوں اور کن بولی کی تلاش رہتی تھی اور اسی حیثیت سے وہ سچے ہم عصروں
میں گنوا اور اتنا زور رکھتے تھے۔

حاجی شاہ امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نسبت رکھتے تھے۔ پنجاب و مدراس
شمالی بہار اور مصر و ہندوستان میں ان کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی۔

میں نے کچن میں پھولاری کے قیام کے زمانہ میں ان سے ابتدائی منطق کے دو چار سبق پڑھے

۱۰۔ مولوی احمد رضا خان اہل بدعت اور ان کے پیروں کی تحریروں پر لکھا تھا۔

۱- مرزا آسید بیگ زندی - یادداشت‌ها - کراچی ۱۹۵۵ عرصت نامہ کی تفصیل (مربوطہ اداریہ) ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۸ء

تصانف میں شرف السعاده و سلسلہ اکابر و زعماء، رسالتی الصلوٰۃ والسلام و انما
 انما یمن و انما یمن، شرح قصیدہ غوثیہ، شرح حدیث مسلسل الاولیٰ و ثانی، صلاح الدین
 برکات الدین، عیاض الاحباب، صانۃ الاصحاب، عین التوحید و عین شمس الصافات (مجموعہ)
 رسائل تصوف، ۳۰ جز، ۱۰۱۱ (تذکرۃ الخواصر ج ۸، ص ۱۱۱)

پاک و ہند کے نامور عالم اور صوفی و عارف و شایع مولانا شاہ سلیمان پھولاری، جن کی
 عظمت علمی اور کمال روحانی و علمائے اقبال نے اپنے ایک خط میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ
 گہر شرف و صبر بہار کے مشہور شیعہ پڑکے ایک مرموز تیز قبیلہ پھولاری میں ۱۲۰۹ھ و ۱۲۰۹ھ
 میں پیدا ہوئے۔ مولانا شاہ سلیمان پھولاری نے جس خاندان میں آنکھ کھولی وہ ابتداء ہی سے فراغت
 لیس، علم و فضل اور ذوق و تقویٰ سے ممتاز پیدا ہوا تھا۔

اس نافرمانی میں اکابر مدینہ منورہ اور بزرگان دین سے ہیں، جنوں نے صوبہ بہار کو
 اپنے علم و فضل اور عرفان و تصوف سے اہل لکنا۔ اسی خاندان کے فرزند مولانا شاہ محمد سلیمان
 کے بعد پیدا ہوا محمد حسین قادری پھولاری اور مولانا آمل احمد محدث مہاجر دہلی ہیں، جو شاہ سلیمان کی
 نانی کے حقیقی بھائی تھے۔ اسی خاندان کے فرزند حضرت احمد پھولاری ہیں۔ اسی نافرمانی کے ایک
 رکن رئیس، رئیس ملک شہزادہ محمد داؤد ہیں، جو حضرت شاہ محمد سلیمان پھولاری کے والد محترم تھے جو بڑی
 نے طبیب کی کتابیں حکیم علی حسین صاحب سے لیں تھیں۔

حضرت شاہ محمد سلیمان پھولاری نے علوم دینیہ کی تکمیل حضرت مولانا شیخ عبدلی فرنگی علی
 سے کیا تھا۔ فرنگی کی تاریخ "کئی نادر ہوا" (۱۱۹۷ھ) سے ملتی ہے۔

علوم کا ہی سے نافرمانی ہوئے کہ حضرت شاہ سلیمان پھولاری نے اپنے بزرگوں کے
 نقش قدم نہ کرنا پسند اور صرف الہی کی طرف توجہ کی، مسلحہ چغت میں جن بزرگوں سے اجازت و
 تعلیم حاصل کی ان میں سب سے پہلے بزرگ مولانا شاہ قعدت اللہ تھے جو فریاد اسماعیل خان کے
 سے ابتدا میں حکیم محمد حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔

رجسٹر دے تھے، جن سے شاہ صاحب کی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری
 کو مدینہ منورہ کے لئے سہارنپور آئے تھے۔ شاہ سلیمان نے ان بزرگ سے بھی اجازت لی جو حضرت حاجی
 املائے صاحب مہاجر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے مرید ہوئے اور ان کی خلافت سے سرفراز
 ہوئے، خود فرما کر دے تھے کہ میں اب پیشانی چھینا ہوں۔

خانقاہ غرض بیان | جب شاہ صاحب حج کے لئے گئے تو ان کے مرشد حاجی املائے صاحب نے
 ان سے فرمایا میں تم کو روح و نفیست دیکھا کرو شاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کعبۃ الشرف میں
 جا کر خلافت کعبہ تمام کرو اور دو رکعتی اور ایک رکعتی دعا پڑھا کر اپنا جلا شیعہ مجھے تذکرہ کر کے لئے کہتا ہے
 مجھے برون کہ نہیں آتا، خداوند! تو مجھے توت ربان اولیٰ تو کی نعمت سے اہل فرما۔

سین سیدیں سیلا وظا | پھولاری تشریف لائے کے بعد مولانا نے سب سے پہلے گلین مہاجر میں
 وظف کیا۔ لوگ اس وظف سے بے حد متاثر ہوئے اور روز بروز ان کے شاگرد و تلامذہ و استجابات کو
 پانچا تہا میں وجہ تھی کہ اس زمانے میں ان جیسا خوش گو و عارف کوئی دوسرا نہ تھا۔ اپنے وظف میں شغلی
 شریف کے شمار موقع بروز شریفی خوش الحانی سے بڑھتے، مولانا کی آواز میں بڑا سوز و گداز تھا ان
 کی زبان سے شغلی کے شاعرانہ کلام میں بڑی بڑی قدرت ملتی رہتی تھی۔

سلسلہ قادریہ میں اجازت | ۱۲۰۱ھ میں شاہ صاحب نے اکبر مقدس کی زیارت کے لئے عراق کا
 سفر کیا۔ وہاں وہ اعلیٰ حضرت بیدار اہل حق سجادہ نشین آستانہ حضرت پاک کے حمان
 ہوئے، ان سے شاہ صاحب نے شیخو اپنے جہی سلسلہ قادریہ کی اجازت لی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھنڈ کے دوران قیام میں انہوں نے علوم دینیہ کی تکمیل
 کی اور طبیب کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا۔ خود شاہ صاحب کا بیان ہے کہ جن دولہان
 مطہرہ کا تھا، برادری کے اکثر بزرگان کی نشست میرے مکان پر ہوا کرتی تھی چنانچہ خاصی وجہ
 سے ابتدا میں حکیم محمد حسین کے نام سے مشہور ہوئے۔

”جناب مولانا شاہ سلیمان صاحب پهلوانی نے کتب و دیوانہ مولانا عبدالحی صاحب سے شری
میں ”اولیٰ حدیث حضرت مولانا احمد علی صاحب قوت سمار پوری سے پڑھا ہے؟“
مولانا یکم صاحب دہلی کہتے ہیں۔

”مولانا سلیمان بن داؤد بن وعلہ اللہین صاحب بین برغدر بن فتح محمد پهلوانی مشہور شاخ
میں سے تھے۔ اصل میں گنگوڑی ضلعی سارن کے تھے۔ ۱۱۷۶ھ میں پهلوانی میں اپنے نانا کے ہاں
بیدار ہوئے۔ ان کا نام شیخ اسطفان وعلہ اللہ بن سولہ تھا۔ اپنے ننیال کے ہاں پرورش ہوئی۔
کچھ عرصہ اپنے علاقہ کے عارف سے پڑھا پھر علامہ عبدالعزیز بن عبدالحی کسٹری سے پڑھتے رہے پھر دہلی
میں مولانا سیدنا جبرین حدیث سے حدیث پڑھی۔ منہ حدیث مولانا احمد علی حدیث سمار پوری سے
حاصل کی۔

”فرقت کی تعلیم اپنے خیر خیرہ عن حبیب پهلوانی سے لی۔ مولانا افضل الرحمن گنج مراد آبادی
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بھی سندی، پھر کچھ وزارت کے لئے بھیجا گئے۔ دارالحکومت
کے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ ان میں حضرت حاجی اعوان سمار پوری کے ہاں پر سمیت برستے اور ان
سے پڑھا بھی اور ان سے اجازت حاصل کی۔

”وعدہ نسبت میں نہیں بدھوئی حاصل تھا۔ نہایت عمدہ خطیب تھے۔ حبیبیہ
بنادیا اور حبیبیہ جام گوئی کو لڑا۔ یہ خطاب کے دوران اکثر مشنری کے اخبار مر سے چھڑا کرتے
تھے۔ ہزار مصلحتوں کو مسکور کر دیتے تھے۔ وعدہ العلماء کے توبہ تفتات میں سے تھے اور اس کی
تقریبات میں خطاب بھی کرتے تھے۔ ہندوستان میں ان کی خدمت عام تھی۔ لوگ ان کے خطبات
اور تقریروں کے میٹھی تھے۔ نہایت ذہین تھے۔ عربی فہم و فہر قدرت حاصل تھی۔

”قاری سے بھی ذوق رکھتے تھے اور گفتگو کے مشاغل میں پڑتے ہی تھے۔ اپنے پیشے کے
لحاظ سے پانچلس حاذق کہتا تھا۔ مشہور ہے کہ وہ مشہور عالم و شاعر شوق شیری کے ہم درس تھے۔ جزیہ
کے تنازعہ کی تاریخ میں مولانا علی اور علی حدیث کو بہتر سراہا جاتا تھا۔

”ملت کی تباہ حالی سے شاعر پھر چند رنگوں کے مل کر وعدہ العلماء کے نام سے پہلے پڑ
میں پھر کھنڈوں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی۔ مولانا سید محمد علی، علامہ شری نغوی، مولانا جبر القی قناتی سید
ظہور اسلام فتح پوری، مولانا ابراہیم آبادی، مولانا شاہ سلیمان پهلوانی اس انجمن کے ستاروں میں
سے تھے۔ اس کے پیشہ فاضل، سید مولانا کی خطبہ یاد تقریروں کا مشہور عام ہوا۔ دارالعلوم ندوۃ کی بنیاد
حضرت شاہ سلیمان پهلوانی کی تحریک و توجہ کا نتیجہ ہے۔

”دفتر دفتر مولانا کی خطبہ زہرہ سے جزیہ پاک و ہند گونچا تھا۔ سرسید نے مولانا کی وہ
تقریر جرائدوں نے وعدہ العلماء کے ساتھ تراجملاس میں کی تھی۔ اپنے اخبار میں ”شاہ سلیمان کا خیر بار
وعدہ کی سرشت سے چھاپی۔

”اب تعلیم حضرت شاہ صاحب عالم و صوفی اور نہایت ملت پرست کے ساتھ ساتھ ایک تہذیب
بھی تھے۔ وہ گفتگو پروردگار کی مینٹ کے رکن تھے۔ حدیث غازیہ کلکتہ کی مدرسیہ کٹر اور نصاب کی تعلیم
رکن تھے۔ مولانا کی نویدگی کے تاکر کرنے کی جہد میں جن نوایں سلیمان نے مبین وعدہ کار ہے۔
علامہ اقبال کا مائثر آپ کو لائے تھا۔ لی کہ ال دھانی کے ساتھ علم فضل سے تھرا سرت کیا ہے۔
آپ کے مکتوبات نہایت دلچسپ ہیں اور وفائت سے رکھنے کے قابل، ذکر دہلی کی فکری میں
پیشہ کے قابل۔ میں نے خود انہیں پڑھا ہے اور پوری کو پڑھنے کے لئے دیا ہے۔
مولانا شاہ پیرراجہ یقین کہتے ہیں:

۱۴ صفر ۱۲۵۴ھ میں وفات پائی
خود کہتے ہیں:

”۱۴۲۲ھ اور ۱۴۲۴ھ میں حرمین شریفین میں ماضی نصیب ہوئی۔ دیگر بزرگوں کے علاوہ حضرت شیوخ العالم حاجی امجد اللہ صاحب قدس سرہ نے خاص کر دلائل القیام کی اجازت فرمائی۔ چشتیت سے مناسبت: چشتیت سے میری اول مناسبت اپنی والدہ اور خاں کی وجہ سے ہوئی۔ یہ حضرت با وفاء گنج شکر کی اولاد سے تھیں۔ ان کے اور دیگر نوابگان چشت کے احوال بیان کیا کرتی تھیں۔ کچھ سے یہ اطلاع ان بزرگوں کی یاد سے ہو رہی۔ چشتیت سے میری مناسبت اس وقت ہوئی جبکہ تلبیس سے فراغت پا کر مولانا احمد علی محدث کو مدینہ منورہ گیا۔ وہاں ایک بزرگ جن کی عمر محدث بہت زیادہ تھی یعنی پچاس سے کم نہ ہوگی، اسی غرض سے آئے کہ جوئے تھے۔ وہ ذی استعداد عالم تھے اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان کو تلواری کے مرید مانتے تھے۔ ان کا نام مولانا شاہ قدرت اللہ تھا اور ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے تھے۔ درس کے علاوہ جات قیام پر بھی میرا ان کا ساتھ رہا۔ وہ فاکر و شغل اور عابد و زاہد تھے۔ ہم دونوں میں ولی انس ایک دوسرے سے پیدا ہو گیا تھا۔ ہم دونوں گفتگوں میں کرا ایک دوسرے سے طریقت کی گفتگو کیا کرتے یہاں تک کہ ان کی صحبت نے مجھے چشتیت سے داغ دیا۔ میں نمان سے ان کے طریقے کی بھی اجازت لی تھی۔ چار مصلحتیں تھیں۔ چہ پہر حضرت شیخ الفاضل علیہ السلام نے کہا اللہ شرف مولانا الحاج امجد اللہ چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ البتہ ان سے مجھے محبت قائم پہنچا۔“

من کر سریر آدم بدو کون گدتم زیر بار منت اوست
اور اپنی اجازت خلافت سے بھی مشرف فرمایا۔ یہ ان کی بندہ نوازی ہے۔ ورنہ میں اس قابل نہیں

حضرت قبل کہ چند دفعہ صحبت سے نسبت چشتیہ ہو چکا تھا اور میں اب چشتی چشتی ہو گیا
حاشا خان خواجگان چشت را از قدم تار نشانہ دیگر است
”علوم ہائے حق کی تعلیم و تربیت بھی اپنے عہد کے باکمال بزرگوں سے پائی تھی۔ پہلے اپنے خضر اور شاہ شامہ صمدی اور شیخ امجد اللہ صاحب قدس سرہ نے ملاوادی اور انہیں حضرت حاجی صاحب مجاہد کی سے خلافت و اجازت پائی۔ ۱۴۲۲ھ میں جب حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے تو وہاں کافی عرصہ تک حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں رہے۔ ششوی کے درس میں شریک ہوئے۔ فیض و برکات اور توجہات خصوصی سے سرفراز ہوئے۔ حاجات و خلافت پائی۔ نیز احسان تصوف کے وہ تمام سلاسل جو بزرگ ہیں اور بیرون ملک رائج ہیں انہوں نے اکابر شریف سے حاصل کئے تھے۔ اس طرح وہ علو مقام پر اور باطنی دونوں لحاظ سے جامعیت کے مالک تھے۔“

لے۔ مولانا غفر اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ لاہور ۱۳۸۱ھ

لے۔ قاضی محمد حسین چغتائی، شمس المعارف (مجموعہ کاتبیہ)، ص ۱۴۲

لے۔ مولانا حکیم بدایونی، زمزم پبلشرز، لاہور ۱۹۶۶ء (جلد ۱ سے لے کر ۱۰)

مولانا عبد اللہ انصاری انبیٹھوی

”شیخ العالم الفقیہ عبد اللہ بن انصار علی بن احمد علی بن قلیب علی ابن غلام محمد انصاری سنہی انبیٹھوی اللہ کے نیک بندوں میں سے تھے۔ ولادت اور نشوونما انبیٹھہ ضلع سیالپور میں ہوئی۔ اپنے امیر مولانا یعقوب ابن محموک علی اور شہر مولانا قاسم بن احمد علی نانوتوی سے علم کی تحصیل کی۔ ۱۲۰۰ھ میں سند الفرائع حاصل کی۔ حدیث میں دوسری سندیں شیخ احمد علی بن لغت اللہ سہانپوری سید عالم علی گینوی اور قاضی جلال الرحمن پانی پتی سے حاصل کیں۔ یقیناً یہ حضرات کا درس شیخ اجل املا اللہ تھانوی ہمارے ہی سے لیا۔ ۱۲۱۱ھ میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں وعظ و نصیحت اور خطابت پر نامور ہوئے۔ ۱۲۴۴ھ کے ملک جنگ میں جی میں وفات ہوئی۔“

مولانا نانوتوی جو طیب قاسمی کہتے ہیں، ”آپ حضرة باقی دارالعلوم دیوبند کے داماد تھے حضرت مولانا غلامی سے بھی تھے۔ حضرت حاجی املا اللہ قدس سرہ کے خلیفہ جبار تھے۔ مگر کور میں حضرت مولانا غلامی قدس سرہ کے پاس عرصہ تک قیام رہا۔ سرسید نے آپ کو علی گڑھ علی کارسل یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس کے منصب پر فائز کیا۔ سرسید اس پر اکتفا نہ کرتے تھے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہی مولانا غلامی کا مقیم گھر ہے۔ ان نسبت سے غلامی نہیں تھے۔ حضرت باقی دارالعلوم دیوبند سے اجازت حدیث حاصل کی تھی۔“

مولانا کبیر علی خان دہلوی نے حضرت مولانا عبد اللہ بن انصار علی بن احمد علی بن قلیب علی ابن غلام محمد انصاری سنہی (رحمہ اللہ) سے (۱۲۵۰ھ)

مولانا کبیر علی خان دہلوی نے حضرت مولانا عبد اللہ بن انصار علی بن احمد علی بن قلیب علی ابن غلام محمد انصاری سنہی (رحمہ اللہ) سے (۱۲۵۰ھ)

اگر حضرت لغت اللہ بن انصار کو ملی سے مستقل و مستقل کی اکثریت ہیں پڑھیں۔ سو کہ ان کی کمال ہمارے شیخ فضل دکان بن اہل اللہ مرزا اہلی سے کی۔ پھر دوسرا سلسلہ فتح پور میں تدریس پر مامور ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کر کے آخر وقت تک یہاں رہے۔ بہت سے لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ ۱۲۴۴ھ کو وفات ہوئی اور فتح پور میں دفن کئے گئے۔“

مولانا کبیر علی خان دہلوی نے حضرت مولانا عبد اللہ بن انصار علی بن احمد علی بن قلیب علی ابن غلام محمد انصاری سنہی (رحمہ اللہ) سے (۱۲۵۰ھ)

مولانا شاہ فضل بخاری اکبر آبادیؒ

حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوریؒ

خاندان آپ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ والد صاحب کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب سیف الدیوب انصاری اور والدہ صاحبہ کی طرف سے سید صاحب کا کبریاں بنتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد میں بڑے بڑے علماء اور محدث ہو گئے۔ ان میں شیخ الاسلام ابو ساجد خلیل عیسیٰ انصاری علمی اور روحانی لحاظ سے ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور ورع سے توجہ و محنت کی شمعیں روشن کیں۔ اہم تصانیف میں کتاب تہذیب الاخلاق میں ان کے علم و فضل اور روح کوئی وسیع کیا کائنات بلند افلاک میں تذکر کیا ہے۔

شیخ الاسلام کی اوور و نجات شروں میں جاسی اس نے توجہ اور جاد فی سبیل اللہ کے کلمہ کو بلند کیا۔ اس کی ایک شاخ ہندوستان منتقل ہوئی اور اس نے دہلی، سہارنپور، بارہ بکلی اور ریاست اورہ میں سکونت اختیار کی۔

فرنگی محل کے علماء کا تعلق بھی ان بزرگوں سے ہے جو ضلع بارہ بکلی کے قصبہ سہانی میں آئے۔ ان کے جدار کربان نظام الدین تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسی اولاد نصیب فرمائی جو مدرس اور افتاء میں کیوں جہارت کو تھی اور اسی قریب تک اس کا یہی حال رہا اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے تزکیہ نفس، قرآن و سنت کی اشاعت اور انسانی خدمت کی طرف توجہ دی جنہوں نے سہانپور کو اپنا وطن بنایا ان میں ایک شیخ محمد بن عبدالرشید انصاری

آپ جناح آباد غزنی میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام محمد اکرم عرف صوفی صاحب زبانی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ اہل تعلیم کے لئے ہندوستان کا رخ کیا اور اگر وہی جامع مسجد میں قیام کر کے مولوی، بعد از مدرس مدرسہ جامع مسجد سے علم حاصل کر کے کئی کئی سالہ محنت و محنت کے ہزار کوششیں کیں۔ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

وہاں حضرت حاجی امداد شاہ صاحب پرگاہ کے ائمہ پر بیعت ہوئے اور دو سال ان کی خدمت میں رہ کر تازہ دل ہو کر علی گڑھ اور چار دیواری مسلمانوں میں مجاز ہوئے حضرت حاجی صاحب نے آپ کو تفریق و تفریق کلام مبارک اور علمائے شریعت دیکھے اور اگر وہیں رہتے کا حکم دیا۔

بیعت سے پہلے آپ اپنے اصلی مقام پر تشریف لائے۔ سہارنپور میں آپ کا نام مولانا فضل رکھا اور اسی سے تشریف لائے۔

رسالہ ۱۲۱۱ھ میں آپ کا وصال ہوا اور پندرہ سال بعد آپ کا جہانم ہوا۔ اپنے سکونت گاہ میں آپ کی وفات ہوئی اور اولاد آپ کی پانچ ٹوکیاں اور تین فرزند تھے۔

۱۷۵۵ء میں دورۂ حلیہ پڑھا عربی ادب میں بھی مہارت حاصل کی۔

پھر آپ لاہور چلے آئے اور علامہ رفیع الحسن اویس سہانپوری مات فاضل نظر
کالج سے علم ادب کی تحصیل کی۔

مسوری میں | امون مولانا یعقوب صاحب کے ارشاد پر کچھ حصہ مسوری میں قیام کیا۔
وہاں ۱۰ تہامس کا تربہ کیا۔

آپ کو حفظ قرآن کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک حافظ قرآن کو
تربہ میں منانے کی فرمائش کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ خود کیوں حفظ نہیں کر لیتے؟
ان کی اس بات سے متاثر ہو کر آپ نے ایک سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور اگلے سال
خود تلاویح میں شاہد بنا۔

شاہی | ۱۱ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی، جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک سال بعد
آپ کو ایک فرزند علی فرمایا، جس کا عین شباب میں انتقال ہوا۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ۔

صوفیاء مسلک | آپ کے تحصیل علم کے دوران امام ربانی رشید احمد گنگوہی جو اپنے
علم و عمل اور سادگی و سادگی اور اصلاح نفوس کے سلسلہ میں لوگوں کا مرجع تھے اور ان کی
خیریت کا ڈھانچہ رہا تھا۔ لوگ ان سے روشنی حاصل کرتے اور ان پر گر گر پڑتے تھے۔

جیسے چینگے آگ پر۔ ان سے صحیح معرفت حاصل کرتے اور ایمان کی حلاوت پاتے۔ اس کے
وہیں حدیث کی بھی بہت شرت تھی۔ فراغت کے بعد آپ منگھور چنے اور وہاں مدرسے

میں مشغول ہوئے کے ساتھ قاضی اسماعیل منگھوری کی مجالس سے مستفید ہوتے رہے۔
آپ یونین ہی سے علامہ رشید احمد گنگوہی کا نام منگھور کرتے تھے۔ اس سے قبل ان کی حدیث

میں جامعہ شری کا شرف بھی حاصل کر چکے تھے۔ آپ کا دل ان کی طرف کھینچا تھا خصوصاً مولانا
محمد یونس ناٹوٹی اور اپنے ہاں مولانا محمد یعقوب صاحب سے مشورہ کے بعد ۱۹ سال کی عمر

تھے۔ ان کا ذکر علامہ عبدالحی نووی رحمہ اللہ فی البدایہ النعلیہ کیا ہے۔ ان سے بہت سے لوگ
نہایت ہی پیاس بجھائی۔ ہمارے شیخ خلیل احمد کا تعلق بھی ان سے ہے۔

ولادت اور نشوونما | شیخ خلیل احمد کی ولادت صفر ۱۳۹۹ھ بمطابق دسمبر ۱۸۸۱ء میں پنہ خیل
ناٹو میں ہوئی۔ آپ کے والد صاحب کا نام محمد علی اور والدہ کا مبارک اسماء تھا مبارک النساء
استاذہ اعلیٰ علامہ مملوک علی ناٹوٹی کی دختر نیک اختر تھیں۔

آپ سن یون کو نہیں پہنچے تھے کہ آپ کے نام مولانا مملوک علی نے رشتہ سفر
باندھا اس وقت آپ کے والد لازمت کی وجہ سے وطن سے علی فراتے۔ چنانچہ آپ کی تربیت
آپ کے فاضل اور متقی امون مولانا محمد یعقوب ناٹوٹی نے کی اور ان ہی کی سرپرستی میں آپ
نے تحصیل علم کی۔ آپ نے خاص دینی ماحول میں نشوونما پائی۔

اپنے چچا انصار علی کے ساتھ کچھ عرصہ گوالیار میں بھی تعلیم حاصل کی۔ پھر واپس وطن
آکر شیخ سخاوت علی کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔

۱۳۹۳ھ میں جب آپ کی عمر تیرہ چار سال تھی، دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں
آیا۔ آپ کے ہاں مولانا محمد یعقوب اس دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔ انہوں نے آپ کو
یہاں پڑھایا جہاں آپ نے چھ ماہ تک تعلیم حاصل کی۔

شیخ سخاوت علی دوجو حضرت سید احمد شہید کے خاص مریدوں میں سے تھے، نے
سہانپوری میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا۔ شیخ منظر ناٹوٹی جو کہ آپ کے ہاں تھے اس

مدرسہ مذکور علوم کے صدر مدرس تھے۔ دیوبند سے آپ سہانپور کے مدرسہ علمہ علوم میں
آگئے اور وہیں علوم کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی سخاوت علی

شیخ سخاوت علی امین پٹوہری اور شیخ سخاوت حسین بہاری کے نام آتے ہیں۔ آپ کے فاضل انصاف
اساتذہ میں شیخ منظر علی ناٹوٹی ہیں، جن سے آپ نے حدیث کی تمام کتابیں پڑھیں اور

میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی شیخ کی محبت دل میں گھر گئی اور اللہ تعالیٰ کی محبت نے سب کو اکٹھا کر کے سلسلہ میں اتنے جامدے اور یہ منتیں کیں کہ لوگ تعجب کرنے لگے۔ شیخ کے مریدوں کو چاہیے چھوڑ گئے۔ اسی طرح ان کی خدمت میں نوسال کا عمر گزر رہا۔

حج ۱۲۹۴ھ میں کچا اور اپنے شیخ کے شیخ الحاج امداد اللہ مبارک کی نگرانی کی زیارت کی۔ انہوں نے آپ کو بہت نوازا اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔ حج کے بعد جب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دی تو انہوں نے اس اجازت کی تصدیق کی اور خلافت سے نوازا اور قیام آپ اپنے شیخ کے خلیفہ اول ہیں۔ آپ برابر ان سے استفادہ کرتے رہے۔

تدریسی خدمات اپنے منگور ضلع مسافر پور میں تدریس کی اور پانچ سال ٹیٹ کر تدریس کی۔ پھر شیخ جمال الدین کی دعوت پر اور اپنے ماموں مولانا محمد تقیوب کے حکم پر بمبئی میں کام کرتے رہے۔ بمبئی میں ان دنوں ایک علمی مرکز تھا۔ مکمل نواب شاہ جمال کی بدولت بڑے بڑے علمبرداروں میں موجود تھے۔ آپ نے افادہ اور استفادہ دونوں باری رکھے۔ اسی دوران مفتی راست مولانا محمد العظیم برصافوی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اسی دوران آپ نے پہلا حج کیا اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران شیخ عبد الغنی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی پھر حج سے واپسی پر اپنے شیخ گنگوہی کے حکم پر سکندریہ اور ضلع بندہ شہر کی جامع مسجد کے مدرسہ میں شریع کی مگرمتدین نے یہاں آپ کو بہت ستایا۔ آپ نے میر کیا اور شیخ کے حکم پر ایک ماہ بعد واپس ہوئی۔

پھر ایک سال اپنے وطن میں رہے۔ پھر اپنے ماموں مولانا محمد تقیوب کے ارشاد پر بہاولپور چلے گئے۔ وہ پورے ہندوستان میں مشہور اسلامی ریاست تھی۔ یہاں تدریس میں لگے رہے اور دس سال تک تدریس کی۔ یہاں بھی بڑے بڑے علمبرداروں کے سر کے اور دین کی بڑی خدمت کی۔ منظر سے بھی ہوئے اور غالب رہے۔ اسی دوران آپ نے ہدایات الرشید ثانی

کتاب لکھی۔ آپ نے مختلف علوم و فنون کے علاوہ اور حدیث کا بھی درس دیا۔ اسی دوران دوسرا حج کیا اور شیخ کبیر حاجی امداد اللہ مبارک کی اس سفر میں اجازت بیعت حاصل ہونے پر مصباح العلوم بریلی میں ۱۳۰۹ھ سے ۱۳۰۸ھ دو سال تک تدریس کی۔

دراولہ علوم و دیوبند میں اپنے شیخ حضرت گنگوہی کے ارشاد پر دراولہ علوم دیوبند میں ۱۳۰۸ھ میں تدریس حدیث کا آغاز کیا اور چھ سال تک پڑھا تھے۔ رے طبر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آپ سے خوب خوب استفادہ کیا۔ شیخ احمد مولانا محمود حسن بھی ان دنوں تدریس میں مشغول تھے۔ دونوں کے درمیان محبت و الفت کا مقصد اور شرف قائم تھا۔ ہر ایک دوسرے کی دل سے قدر کرتا تھا۔ اسی دوران ملا نید حسین احمد دیوبند بھی آپ سے پڑھا۔

معدہ العلماء کے پہلے جلسہ منعقدہ کانپور ۱۳۱۱ھ میں شرکت ہوئے اور اس کی یادگار۔ **منظاہر علوم میں** ۱۳۰۸ھ میں مظاہر علوم کی تاسیس ہوئی پھر اس میں وسعت ہوئی اور ۱۳۱۲ھ میں مدرسہ بہت قبولیت حاصل کر لی۔ شیخ ارشدیہ احمد گنگوہی اس کے مرکزی اور سرپرست مقرر ہوئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس مدرسہ کے لیے ایک ممتاز شخصیت کا انتخاب کیا جائے۔ نظر انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ کو دراولہ علوم دیوبند سے طلبہ کی گئی اور ۱۳۱۲ھ بخاری ۱۳۱۲ھ میں مظاہر علوم میں مدرسہ مدرس مقرر کیا گیا۔ اس مدرسہ قیام میں بڑا دل طبر نے آپ سے پڑھا۔ آپ کے صدات تدریس کے زمانہ میں مدرسہ نے دونی رفت و رفت ترقی کی اور اس کی شہرت عالم میں پہنچی۔ ۱۳۲۰ھ میں آپ اس کے مدیر مقرر ہوئے اور اچھے اچھے علماء کو راتے تدریس مدرسہ میں لائے۔ ان میں مولانا محمد تقی کاندھلوی اور ان کے فرزند شین احمدیث مولانا محمد زکریا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ ۲۲ سال تک اس مدرسہ کے مدظل میں رہے اور ۲ سال تک مدیر مدرسہ کی تعبیر و ترقی میں اپنی تمام علمی و علمی اور فنی صلاحیتیں لگا دیں۔ یہاں تک کہ مدرسہ اپنے وطن سے نیا دار عزیز اور اس کے ساتھ اپنے رشتہ داروں سے

زیادہ عزیز تھے تعلیم و تدیس میں آپ کا ایک خاص طرز تھا۔ اپنے مدرسے اوقات کے سخت پابند تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بارے میں زیادہ سوچتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بچوں کی تعلیمی بنیاد مضبوط کی جائے جو بعد وقارت کو تعلیم کا اہم جزا میں سے سمجھتے تھے۔ ابتدائی امور میں بہت سخت تھے طلبہ کو دل کی گرائیوں سے چاہتے تھے اور ان سے ایسے رہتے تھے جیسے والدین اولاد سے راستہ کا احکام اور ان کی قدر کرتے تھے اور باقی کی نگرانی کرتے تھے۔

حج و زیارت آپ نے سات حج کیے۔ پہلو ۱۲۹۳ھ میں کیا جبکہ پہلو میں مقیم تھے۔ اس مبارک سفر میں آپ کی طاعات حاجی اعلا اللہ ماجر کی تھیں۔ اس وقت عمر چالیس سال تھی۔ دوسری بار ۱۲۹۶ھ میں جبکہ آپ بہاولپور میں تھے۔ حاجی صاحب سے اس سفر میں اجازت پائی۔ تیسری بار ۱۲۹۳ھ میں جبکہ آپ کے شیخ حضرت مولانا شہداء گنگوٹی کا دعاء ہوا۔ ان دنوں مولانا سید حسین احمد مدنی قندیز منورہ میں تدریس میں لگے ہوئے تھے جب آپ وہاں پہنچے تو حضرت مدنی نے طلبہ مدینہ سے آپ کا قیام کر لیا اور آپ سے درس حدیث دینے کو کہا جسے آپ نے منظور کیا۔ حجاز کے تمام اہل اہل علم و دیانہ دارا نے لگے۔

پچھتی مرتبہ ۱۳۲۸ھ میں منظر علوم کے دیگر علماء حضرت عبدالرحیم رائے پوری اور ان کے فرزند عبدالرشید جن کا سفر کے دوران اشغال ہوا چلے کے لیے گئے۔

پانچویں مرتبہ ۱۳۳۲ھ میں حج کا سفر کیا۔ یہ سفر بڑا اہم تھا۔ اس میں شیخ المنیر مولانا محمود حسن بھی ساتھ تھے، مگر سفر انگ اٹک کیا اور کم عمر میں دونوں ملے اور حج و زیارت میں اکٹھے رہے۔ مدینہ منورہ اکٹھے تھے اور وہ اپنا سفر وزیر جنگ حکومت ترکی سے ملے۔ اس مدت میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں انور پاشا، جمال پاشا اور بہت سے علماء نے شرکت کی۔ انہوں نے تقریریں کیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنی نے آپ کو مولانا محمود حسن شیخ احمد کی نیابت میں تقریر کی۔ شیخ احمد کم عمر سے طاعت چلے گئے اور آپ واپس

بندستان آگئے۔ جتنی بھی چھپے آپ گرا گرا کر دیا گیا اور یعنی تال جیل بھیج دئے گئے بعد میں جب رہائی ہوئی تو دیوبند اور سہارنپور آئے۔ لوگوں نے آپ کا شمار استقبال کیا اور نہایت گرم جوشی دکھائی۔

چھٹی مرتبہ شعبان ۱۳۳۸ھ میں سفر حج پر روانہ ہوئے۔ اس مرتبہ شیخ الحدیث مولانا محمد کریم صاحب نظام آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت عبد اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی جو کہ حقوق حاجی اعلا اللہ ماجر کی کے خلفاء میں سے تھے۔ انہوں نے بندرستان واپس جانے کا مشورہ دیا۔ اس لیے کہ وہ دن بڑے پریشانی کے تھے اور اس سے بندر واپس جاسنی اور دلوں پر خوف طاری تھا۔ محرم ۱۳۳۹ھ کو سندھ پور واپس ہوئی۔

ساتویں مرتبہ ۱۳۴۲ھ میں حج کیا اس حج میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد ساتھ تھی اور اہل دیوبند بھی ساتھ تھے۔ یہ آپ کا آخری سفر ہے جس کے بعد واپس نہ ہو سکی۔

اس مبارک سفر کے لیے آپ نے ۱۳۴۲ھ میں سہارنپور سے رخصت سفر باندھا۔ پہلے دیوبند بارگئے، پھر بمبئی۔ بمبئی میں لوگوں نے نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا۔ بمبئی سے ہرز جمعرات، روضی قعدہ ۱۳۴۲ھ میں روانگی ہوئی۔ اس مرتبہ دیوبند بھی ساتھ تھے جو عمداً راغبکارا لکھنؤ سے آپ کو انوارا کر رہے تھے۔ یہ نسبت و شفقت کا سفر تھا عشق و محبت کا سفر تھا۔ حج کی سعادت حاصل کی اور مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ ۸۔ ۱۲۔ ۱۳۴۲ھ کو حرم النبوی کی زیارت سے مشرف ہوئے اور باب النساء کے سامنے حدیث الاتیام (جواب مدرس علوم شریعت کے نام سے مشہور ہے) میں شہرے۔ یہ ظاہر علوم کی زواریں سے فصاحت ملی تو مدرس آئینہ ہفت و تالیف اور عبادت و ریاضت میں لگ گئے۔ اپنی عظیم کتاب بذل الجہود فی حل ابوداؤد کی تکمیل کی جسے پہلے سے شروع کر رکھا تھا۔

تعلیق دوز بردہ جو درجہ ہی تھی ۱۳۰ رجب الثانی ۱۲۴۶ء کو دوسرے مظاہر علوم ایک خط لکھا جس میں انشائی امور سے متعلق کچھ باتیں تھیں۔ پھر اس ماہ میں مرض نے شدت اختیار کر لی اور سینہ میں درد محسوس ہونے لگا جو بعد میں زکام بر گیا مگر ضعف و نقابست برابر طبعی چلی گئی۔ درجہ حرارت ڈاؤن ہو گیا اور درجہ نبوی جانا موقوف ہو گیا۔ اپنے بستر پر تکیہ کرنا نماز پڑھنے لگے۔ عشاء کے بعد مرض اور دائم ٹھہر گئے اور دوسرے دن کی عصر کے بعد بے ہوشی کی کیفیت رہی۔ رات کو تعلق اور اضطراب اور بڑھ گیا۔

۱۵ رجب الثانی بروز بدھ ۱۲۴۶ء عصر کے بعد آپ نے آواز بلند اندہ کا شروع کر دیا۔ پھر آواز آہستہ آہستہ آہستہ ہو گئی اور آپ کی روح ملا اعلیٰ سے جا ملی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون آپ کے وصال کی خبر پہلی کی طرح پہلی گئی۔ شرف خلیفہ تھانوی نے فقہ اور حدیث کے ایسے مشہور عالم کی وفات پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ معرفت و احسان والے حضرت فدا آپ کی وفات پر سخت صدمہ محسوس کیا کہ جس نے اپنی عزت و بہت و تکریم میں ہر کسی شرف و تکریم سے بے شعر و شاعر ہوا۔

فَاذْهَبْ كَمَا ذَهَبَتْ غَوَادِي مَزْنَةً
أُثْنِي عَلَيْهَا السَّهْلُ وَالْأَوْهَادُ

سید احمد خواب مزبور نے غسل دیا اور مدبر شریف کے بانی شیخ احمد نے اس میں مساندت کی۔ باب بیرون پر آپ کا جنازہ رکھ دیا گیا۔ شیخ طیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عشاء سے پہلے یقین میں اہل بیت کے متعارف کے قریب دفن کئے گئے۔ آپ کے وصال پر تھانوی مدینہ منورہ کا مدیر شریف بھی پڑھنے کے قبل ہے۔

عربی مرثیہ

علمائے ہند سے تعلقات | اس سفر میں اس خط فنی کا جو حکومت جمہور مسلمانان ہندوستان کے دربار میں پہنچا ہو گا تھی کا ازالہ ہو گیا۔ تھانوی انقضا و تیسرے پہلی ہی ملاقات میں مکمل ہو گئے۔ نفسی مسلک کے اختلاف کے ہر ایک دوسرے کی عزت کرتا تھا۔ سلطان دوعین مرتبہ آپ سے ملے سلطان نے ملاقات کے لیے بلایا مگر آپ نے مدد کر دیا۔ سلطان آپ کی تعلیم و تقویٰ معلوم ہو گئی۔ ملی مجلس میں آپ کی برتری و جرات اور سچی بات سے بہت متاثر تھا۔ دوبارہ گھر پر ملاقات کی دعوت دی مگر آپ نے صفت کر دی۔ گمان کے اصرار پر گئے اور ان سے گفتگو ہوئی اور بعض اصلاحات کے اجراء کی لئے نصیحت کی۔

بسی لوگ آپ سے عزت و احترام سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ جلالت الملک عبدالغنی پرنس مسعود احمد بن شریفین کے امام اور سنی طرح و دین کے سربراہ بھی احترام کرتے تھے۔ آپ نے اس موقع کو نصیحت جانا اور جو لوگ دوسرا فنی مسلک رکھتے ہیں، ان کی بعض تکالیف رفع کر لیں۔

۱۴۴۵ھ میں بذل الجمود فی سلطانی داد کی خوشی میں ایک عظیم دی اور لوگوں کو بلایا پھر اس کے بعد اپنی تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی طوف مہذول کی اور کئی انقلاب کر لیا۔ رمضان شریف آپ اپنا اور آپ کی زندگی کا آخری رمضان تھا۔

علامت اور وصال | اس ماہ میں آپ اس مرض کا شکار ہوئے جس میں آپ کا وصال ہوا۔ شروع میں آپ پر سوز کا اظہار ہوا، پھر بخار شروع ہو گیا۔ رمضان آپ نے بہت حریمت کے ساتھ گزارا اور سخت ریاضت کی۔ پھر آپ پر تھانوی کا حکم ملا جس نے چلنے پھرنے سے عاجز کر دیا۔ جب کاچا نہ لگا مگر آپ کی تمام بہت بدتر ہو چڑھی تھی۔ اس دوران آپ کا اصلی مرض میں کچھ خفت محسوس ہوئی اور خیمہ کو بڑھ کر یا کہ چند درستان روز کی بہت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس سال ضعف و نقابست کے سبب چھ ذکر کئے گئے یعنی اور

عَارَى الْقَدَى مَكْسَى الثَّقَى عَنْ رُؤْيَى
فِي بِلْدَةٍ سَادَتْ بِسِلَاحِهَا
وَاللَّهِ هَذَا الْحَقُّ فِي إِخْلَاصِهِ
هُوَ مُنْعَدٌ مِنْ قِيَلِ أَكْرَامِ بَيْتِهِ
عَلَّمَ أُولَئِكَ كَيْفَ تَقَعُودُ نَيْبَتَا
لَا يَلْعَقُ الشَّبَابُ شَارَ مَبْتَدِ
يَا فَحْرَ حَجَّةِ الْحَرِّ الْجَنَانِ بِرُوحِهِ
هِيَ حَقَّةٌ أَنْخَرَتْ بِهَا وَمَقَرَّةٌ

مُعَبَّأَةً أَحَى حَوْلَهُ ضَرْعُ
لَقَدْ وَلَّاهُمْ بِذَلِكَ يَلْبُخُ
يَبْدُو بِصِدْقِي فِي الْعَدَى وَبِرِّي
سِيقَ الثَّقَى بِجُودِهِ مَقْصُوعُ
وَالْفَصْلُ بَجَرِّ وَاللَّحْنُ فِيهِ
أَمْ الْمَعَاخِرُ عَنْ سَوَادِ نَزْعِ
وَبِشْلِهِ وَجَدَ الْجَزَانِ صَبْرُ
بَابِ النِّعَمِ لِرُوحِهِ مَقْشُوعُ

معاصرین کی نظر میں

آپ سے جو بھی ملا اس نے آپ کی تعریف کی اور آپ کی بڑائی کا اعتراف کیا اور آپ کی پستی کا اعتراف کیا اور آپ کی ایک وقت عالمی تھے اور عامل بھی تھے۔
جس تھے اور فقیر بھی اور شریعت و طہارت کے جامع تھے مختلف علوم میں پائے۔ ان کا تعلق
دوات سے جو اور دوا نیات سے اس میں آگے بڑھے جو تھے کسی نقد تیرہ جرات میں
فی کثر وری کی نگہ بندہ کے، یا کہیں بھی شریعت تھے۔ آپ کا اور اور جو تائید
رکے، بکر و زمین کا آپ کی مثالی شخصیت پر اتفاق ہے۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کہتے ہیں کہ "حیدر ملہ میں سے تھے۔ فقیر
میں تھے، زراعت اور سنی تھے، دیم نبوی میں ملاوی انھوں نے درس کی، ان سے ہندوستان
میں لکھنؤ، پٹنہ اور آتش کے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا اور ہزاروں افراد
لکھنؤ، پٹنہ اور آتش کے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا اور ہزاروں افراد

والد مع فی حدة الزمان سفوح
شخص الجهالة في العزى مذبح
تعديه عن بين الوري وتصور
في كل حق فحق فيهم روح
محمد آية شمس العارم تارخ
أبدت جهلك واليه ونصيح
أمنت بذكر الله ثم نبوح
ويصفاه الزمان يصيح
ربيع يرايح الجنان نبوح
فيه فتأري النفس في ربيع
ومضى وكبد الجدي فيه قريح
فيها غيوت في اللنا وصوب
يعني الخليل ولا يزال يسبح
تلويحها في تدبيرة توهيب
عصر عليه الاحتياج نبوح
فالعندية والحجاز جريح
منه وباع العلم منه فبيع
في القدر عمر الدرس يبيع
ويزيد عندنا يقين جريح
الأهوى وكما له الطرخ
إن الحياة وطولها لزوح

العلم يربى شجوة وينوح
لم لا وقد فقه الزمرى بوجده
تهم توة الزهرات تواتها
يأه أهدا قطعت سنات كماله
خلدت من ذكر العارف والنقل
خلصت أرب منكري الأفهام مذ
لولا كملت في الزجال قسوع
يا بحر بحر الهند ملى طائفة
لا تحس باسا مذ خللت بريرة
إن العادة كلها في نوى
حق النعيم وإن نوى جثا لند
ماتت من في ما نزلت عن
دع العنود عليه ودفاتيل
راحت بأحمدنا العداة روع
حكمت بأخذ بقية الأعلام في
ماتت بل مات الأنا جديهم
قاله ما أهدت ليد يشبه
أبصار جيل الزمن العويل مقالة
لجود عن روح العلوم بقصيلة
لا يترك أحدا ليعص كماله
حلياً يأنورا السار في مالها

خیرت والے اور سیاست سے کنارہ کش تھے۔

مولانا عاشق الہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا الحاج الفاضل المولوی خلیل احمد صاحب ابنی شومی مدرس اول مدرسہ سلاطین العلوم سہارنپور بقیہ فیہ۔ آپ کا سلسلہ نسب چند پشت پر حضرت امام ربانی (مولانا رشید احمد گنگوہی) قدس سرہ سے ملتا ہے اور نیز ایک سلسلہ سیّد شاہ ابوالہادی تہجدی علیہ السلام سے متصل ہے۔ اس وقت بظاہر کسی کی نسبت حضرت کے ہاتھ پر آپ سے مقدم نہیں ہے۔ قدرت کے بمقتول صورت اور سیرت میں آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ مشابہت کا حظ واقف عطا ہوا ہے۔ ایک بار آپ نے بعد رمضان، اٹھارہ اپنا خواب حضرت سے بیان کیا کہ حضرت! میں احشاش میں تھا۔ خواب میں دیکھا کہ خر بوزہ تراش رہا ہوں اور قاشیں آپ کو دے رہا ہوں آپ رغبت کے ساتھ کھا رہے ہیں اور کھانے کے وقت آپ کے ذہن سے زہاب و خیر و گراہے وہ میں اپنی زبان پر لیت ہوں۔ حضرت سکرانے اور فرمایا: تم خود سمجھتے ہو گے؟ آنحضرت تو ایک ہی بت۔ مولانا محمد ح ۱۲۹۹ھ میں جب دوبار حج کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو امام ربانی نے مرشد العرب والعجم اعلیٰ حضرت عالیٰ صاحب کی خدمت میں کھار کھڑی خلیل احمد کو اجازت فرمادیں۔ حضرت اعلیٰ مولانا کی حالت دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ محرم ۱۲۹۹ھ میں خلافت نامہ مرتب ہو کر کے عطا فرمایا اور کمال مرتب سے اپنی دستار سید کر سرت نامہ کر مولانا کے سر پر رکھ دی۔ مولانا ممدوح نے دونوں خطبہ حضرت امام ربانی کے حضور میں پیش کر دیے اور عرض کیا کہ بندہ تو اس لائق نہیں، حضور ملی ذرہ نوازی ہے۔ حضرت نے فرمایا: تم کو مبارک ہو۔ اس کے بعد خلافت نامہ پر خط فرما کر حج و ستار آپ کو خود عطا فرمایا۔ مگر آپ کا یہ ادب تھا کہ کاتب کو بیت کرتے وقت سبھی سے تو برا کرانے کے بعد یہ خطا فرماتے تھے کہ کو بیت کی میں نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب

ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ وہ تھکتے، مائل تھے، کچھ تھے۔ سنت کے زندہ کرنے والے اور دعوت کا تعلق بن کر نہ والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ آپ کا شمار تھا اور توفیق اور اللہ کا خوف آپ کا شیوہ۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہ کرنے والے تھے کسی ظالم کا خوف آپ کو نہیں رہتا۔ سچا زکا فضل و کمال کے میدانوں میں اپنے سب سامعین سے ان کے عمل کے۔ اللہ کے راستہ میں، بارہا علم بلند رکھا اور مضبوط علمی دلائل پیش کئے۔ آپ کے افادات سے علم کے چشمے جاری ہو گئے اور آپ کے افادات سے احسان اور توفیق کے دریا بہ نکلے۔ حدیث کی زمین روایات کے نور سے روشن ہوئی اور فقہ کے آسمان روایات کی روشنی سے پاک اٹھے۔ برائیں اور علماء اور طلبہ کے لیے وہ روشنی کا ایک ستارہ تھے۔ پوری امت کا فیصلہ جامع تھے۔ عاملین اور بڑیوں کے کام تھے۔ عالم انسان کے سچے خادم تھے۔ رسول پاک کی سنتوں پر شکر بھرا بل کر نہ والے تھے اور اسلاف اور بزرگوں کے اقتضائے قدیم پر پٹنے والے تھے جب لوگ سوتے ہوئے وہ عبادت کرتے والے تھے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

یحببت شمساً شمساً لیسالی
وَصَارَ نَصْرُ اللَّهِ خَيْفَهُ
وَصَارَ لِسَانُهُ عَنْ حَقِّ اِدْبِ
وَمَا ذَالَتْ حُبْرُ رَحْمَةِ غَفِيْفَهُ
يَعْنِي عَنْ الْحَدَمِ وَالْمَسْلَاحِي
وَمَرْضَاةِ الْاَلَاءِ وَطَيْفَهُ

علامہ رشید علی حسنی کہتے ہیں:

شیخ خلیل احمد غافر اور حدیث میں قوی ملکہ تھا۔ مناکرہ میں بطولی حاصل تھا۔ دینی علوم، معرفت اور یقین میں بہت مضبوط تھے۔ رقیق القلب، حساس، حق والے، صلیح بات کرنے والے، سنت کے انتہائی پابند، بڑھت سے کوسوں دور وہ جانوں کا بہت کراہ کرانے والے اپنے سامعین کے ساتھ بہت نرمی کرنے والے، ہر چیز میں ترتیب اور نظام کو پابستہ والے اوقات کے پابند، اس چیز سے تعلق رکھنے والے جو دینی لحاظ سے مائع ہو، دینی حیات اور

علامہ رشید رضوی جب ہندوستان آئے تو مظاہر علوم دیکھا اور اس کے دیر شیخ
خلیل احمد سے بھی ملاقات کی اور ان کے بارے میں یوں لکھا

لم أنس ولا أنسى زيادة مدرسته مظاهر علوم في مدينة
سمران پور و اکبر مدرستہما الشیخ خلیل احمد الذی لم أرفی علما
العند الأعلام أشد منه انصافاً ولا ابعده عن التعصب البشارع
والثقالید وماذا لك إلا الإخلاص وقوة دينه ونور بصره
* میں مدرسہ مظاہر علوم اور اس کے بڑے استاد خلیل احمد کو نہ بھولا ہوں اور نہ کبھی
بھولوں گا۔ میں نے منہ کے منازعہ میں ان جیسا نصف اور تعصب سے دور نہیں
دیکھا اور یہ عرفان کے اخلاص اور یہ قوت اور نور بصیرت کی وجہ سے ہے۔
شیخ احمد البرزنجی مفتی الشافعیوں کہتے ہیں:

صاحب الفضل والتماحة والعلوم والبراجحة الصاحدا النوع و
الشهم المبدع الفاضل من مدارك التقى بأورنصب والمجاز
من مسائل المدي السهرا نصيب ذي الجدل البازخ والجد الشافع
اللوة على الصکامل والعلامة الفاضل حضرة جناب الشیخ خلیل احمد
حفظه الله الصمد وجمود ساداتہ

حجاز کے نقاشی نقاش ابن علیہ جو ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود کے
وقت میں نجد کے منازعہ میں تھے۔ آپ کے بارے میں جہد کلمات میں آپ کا ذکر
کیا ہے۔ وہ اکثر مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ سے فتویٰ لیتے تھے

سے خلیل احمد کے ہاتھ پر۔

حضرت قدس سرہ کو مولانا سے خاص محبت تھی۔ ایک منبر بھوپال سے یکصد
روپیہ منشا ہو کر آپ کی مجلسی ہوئی مگر جب آپ نے حضرت کی خدمت میں لکھا تو حضرت نے
تحریر فرمایا کہ میں اپنے لوگوں کو اپنے سے جدا کرنا اور دوسرے جہنم میں پاتا ہوں

حضرت نے ایک مرتبہ آپ کے بارے میں فرمایا کہ جو میں وہ مولوی خلیل احمد
ایک خط میں حضرت مولانا کو شرح تحریر فرماتے ہیں کہ

در گور برم از سر گیسوئے تو مارے

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

مولانا سراج الیقین لکھتے ہیں:

"آپ کا برعکاس ہندوستان میں ہے۔ آپ حضرت محمد یعقوب صاحب
میں اعلیٰ مدرسہ عالیہ دیوبند کے ارشد تلامذہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب مکتبہ گلشنی کے اعلیٰ
اور اعلیٰ علم خفایا میں ہیں۔ آپ کچھ دنوں تک مدرسہ عالیہ دیوبند میں درس رتبہ اور اب مدرسہ
مظاہر العلوم سمران میں درس اعلیٰ ہیں۔ آپ کی ذات بھی فیض و برکت کی سرچشمہ ہے۔
سفر حج میں فطریکی اور آپ کی صحبت نہی۔ آپ کا کام اخلاق کے جامع اور معدن ہیں۔
عزیز منورہ کے سفر میں آپ قافلہ میں نماز پنجگانہ اول جماعت کثیرہ کے کماؤ اور فرماتے
تھے۔ تنہا قافلہ میں کسی ایک وقت کی جماعت آپ کی قوت نہیں ہوتی۔ عزیز منورہ میں فقیر نے دیکھا
کہ اہل عرب آپ کا احترام اور اعزاز کرتے تھے اور اس قلیل زمانہ قیام میں طلباء حدیث پڑھنے
کے لیے آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوتے تھے۔ آپ آسٹریا قات عالی رکھتے ہیں۔"

۱۵۸۔ مولانا عاشق الی میرٹھی، تذکرۃ الرشید، دہلی: جلا آریخ، ۱۳۵۸ھ

۱۵۹۔ مولانا سراج الیقین، شمس العارفین، لاہور: جلا آریخ، ۱۳۵۸ھ

محبت رسول از مذکر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری۔ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا شرف
عدت بڑھا ہوا تھا۔ جب بھی تذکرہ کرتے ایک ایک لفظ سے اس کا اظہار ہوتا تھا جب
بھی ذکر کرتے یا قرار دیتے ہو جاتے۔ اسی وجہ سے اس مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہو گئے۔ آخری
عرش تو صبر کا یہاں واپس نہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ وہیں رستہ میں
وفات ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ عجیب تک ہندوستان میں رستہ بڑا تنگ
تھے یہ دو شعر ہمیشہ پڑھا کیے اور گنگا تے رستے

إذا هبت رياح من طيبة أهاج فلول دى طيبة و هوبيا
فلا تدجوا من الوعى و صباقي هوى شكل نفس أين حل حببها
توب طيبة ہے تو ایں جنت میں تو ان کی خوشبو سے اول اثر ہوا رہے۔ یہی
محبت پر تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں کہ ہر آدمی وہیں گتا ہے جہاں اس کا حبیب ہو
عزیمت پر عمل [اصحابِ عزیمت میں سے تھے۔ فتویٰ اور دورے میں ان کی مثال اسات
مہمیں کے دیکھیں گے۔ یہی فتی۔ اس ترس و شوق کا مظاہرہ کچھ سال کی عمر بھی قابل دید
ہے، جبکہ انتہائی کمزور ہو گئے تھے اور ہاتھوں میں ریشہ کی کیفیت بھی تھی۔ مشکل ترین وقت
یہ کہ حرم شریف کی نماز میں چھوڑتے تھے اور پہلی صفت میں پہنچنے کی غرض سے
دوسروں سے سبقت لے جاتے۔ ایک دن جنگا می بارش کی وجہ سے حبیب راستے بند
ہو گئے، چنانچہ ہاتھوں میں لیا اور پھر شریف باہر نکلے۔ راستوں میں پانی چل رہا تھا اور
قدوں پر لٹا رہتے تھے۔ اس نے باوجود حرم شریف کی پہلی صفت میں نماز ادا کی۔
جس بات آپ نے انصافاً فرمائی ہے۔ ایک سچی بات تھا، اعلان ہے آپ کی جرات و
لہذا جس نے اس میں غلطی یا دشواری دیکھی تھی تو اسے غلط قرار دینے کے معاملہ میں کسی کو
بطل نہیں ہوتا تھے۔ اگرچہ کہ شرافت فتویٰ دیا اور ہجرت کا ارادہ کر لیا۔

اور آپ کو اپنے اس مذکورہ مقام پر تھے۔ آپ کے پاس آتے۔ پاس میں حاضر رہتے
اور علی موضوعات پر بحث و مباحثہ بھی کرتے تھے۔
علامہ انور شاہ کشمیری کے الفاظ آپ کے بارے میں یہ ہیں
"الولی العمام العلام العارف الفقیہ المحدث مشیخنا و شیخ الفقه
والحدیث و مسند الوقت :
شیخ الادب مولانا اعجاز علی یوں لکھتے ہیں :

"الولی الحاج السید خلیل احمد الذی تشرق الاقطار والامکن
بلکر و صغله و تعطرت من طیب عرقہ، صاحب علم اخصب الہندیہ
دیبہ و جرمہ واج لا ینقش من علمہ و کرمہ :
مفتی عظم مولانا کافیت اللہ نبوی آپ کے بارے میں کہتے ہیں :
"فہامۃ زمانہ، امام اوانہ، المتکلم الفائق علی اقوالہ الولی
العمام العالم الاوحد الشیخ السید السند مولانا خلیل احمد :
سب سے علماء نے نہایت بلند کلمات میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر یہاں مختصراً
کچھ بیش فقر صرف تین اقتباسات دیے گئے ہیں۔

آپ کے اخلاق و صفات

اتباع شقت از مذکر کے ہر میلان میں سختی سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ابتداء کرتے تھے اور اس سے ہر موہمی اور دھرم نہیں ہوتے تھے۔ سفر حضر اور جلوت
و خلوت میں ہر جگہ اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔

شہ : مولانا عاشق الہی برحق، تذکرۃ اہل بیت، لاہور ۱۹۹۹ء، روہی پری پری ریکارڈنگ کمپنی نے مولانا کو ریکارڈ کیا۔

آپ کی وجہ سے روحانی مسکن کی بہت اشاعت ہوئی۔ آپ کے غلام میں وہ حضرات کے نام دینے پر کتنا کرتے ہیں جنہوں نے دعوت و ارشاد کے خزانے بھرنے اور انجام دیے۔ ایک غلام نے ایسا صاحب باقی تبلیغی جماعت میں اور دوسرے حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ہیں جنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور جنہیں اصلاح نفوس اور تزکیہ باطن میں مارت حاصل ہے۔ ان سے ہزاروں نے فیض پایا۔

نظام الاوقات آپ کا نام میل کے تحت پابند ہے جب آپ کو کوئی حکمت یا نیکو کار ملے:

کل امری فی ہوا والہم صر شغل وائت عن کلہا فی احسن المشغل
 غمانے پھرنے، پلٹنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں مسرت کے تحت پابند ہے قرآن مجید
 کو حفظ کرتے ہی ہیں اٹھتے بیٹھتے اس کی تلاوت کرتے رہتے۔ دوسرے تدبیریں تصنیف و
 تالیف و حفظ و ارشاد و نظام مدرسہ اور دیگر مشکل مسائل اور ان کے حل و گھر کا خیال پر کام وقت
 پر کرتے اور فکر و سلیقہ سے کرتے تھے۔ ایسے زائد رہتے کہ کسی مکان کا گوشہ اپنے لیے منتخب
 کیا ہوتا، مکان کی پوری زندگی سفر و حضر اور خلوت و خلوت کے لحاظ سے تہا و نظم تھی۔
ظاہری جمال اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے بطنی حسن سے
 نوازا تھا، اسی طرح ظاہری حسن و جمال کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

یذیک وجہ حسن اذامآزہ قد نظرأ!

”کہ جتنا آپ محبوب کا طوف دیکھیں گے اتنا ہی وہ آپ کو حسین دکھائی دے گا۔“
 آپ حسن و جمال کے لیے آپ کا قد لمبا کی طرف مائل تھا۔ رنگ سفید تھا جس میں سرخ و قلاب
 تھی۔ جسم موٹ نہیں تھا۔ جلد نرم، پیشانی چمکائیے ہوئے، خوش مزاج اور صفائی پسند
 تھے۔ کپڑے سات سحر سے پہنتے تھے اور لباس عمدہ ہوتا تھا، مگر اس میں نہ اسراف
 نہ اتقا نہ تکلف۔

خاص صفات استغناء، قناعت، تواضع، علم و بردباری، سخاوت و بخشش، صبر و
 استقامت، شفقت و رحمت اور رتوں کو جانگنے میں اپنے ساتھیوں سے مستاز تھے۔

مہمانوں کا بہت کرام کرتے تھے اور کھاتے تھے سے ملے تھے۔ نہایت مشکل اوقات میں
 بھی کبھی کسی سے قرض نہیں لیتے تھے اور اپنی ضرورت کا اظہار لوگوں کے سامنے نہیں کرتے
 تھے۔ لوگوں سے استغناء اور تواضع سے ملے تھے۔ یہ چیزیں نہیں چلتا تھا کہ آپ ضرورت مند

ہیں اور جب اللہ تعالیٰ وسعت اور گنجائش دیتے اور مال پاس آجاتا تو اسے اپنے پاس
 سٹور کر کے نہیں رکھتے تھے بلکہ مسکین اور فقراء میں اسے تقسیم کر دیتے۔ مگر اس سے ان کا
 اپنا دل خوش ہوا اور دل مطمئن ہوا اور رب ربی محو۔ آپ کے کلام کی شریعتی اور ظاس کا
 کیا کتنا۔ یہاں تک کہ چھوٹے انہیں اپنے باپ کی جگہ سمجھتے۔ قرآن مجید کی تلاوت نہایت
 ذوق سے کرتے تھے اور یہ رات دن کا شغل تھا اور حدیث نبوی میں مشغول رہتے۔

درس و تدریس کے بہت ہی پابند تھے۔ اسی طرح تصنیف و تالیف و اصلاح نفس
 اور تہذیب اخلاق اور وعظ و ارشاد کے اوقات میں پابندی کرتے تھے۔ آپ کی کچھ کاغذی قوت
 تھا اور آپ ساری رات بوجھیں سکے تھے کہ اس نے آپ پر کیا کیا کیا کیا تھا۔ جب تھی کا
 وقت ہوا تو اہلیر سے کہا کہ آپ آجائیں۔ انہوں نے آپ کی جگہ لی اور آپ صلی پر
 چاہیے۔ آپ نے نماز شروع کی تو کچھ کا سانس ٹوٹے لگا اور اس کی روح نے جسم کو الوداع
 کی اور آپ اپنے ملک حقیقی کے سامنے نماز پڑھ کر رہے تھے اور زاری کر رہے تھے۔

قبولیت عامر اطلبہ اور اصلاح نفس کے مشتاق ہر ہر کونے سے آپ کے ہاں نہایت
 کثرت سے پہنچتے تھے اور آپ کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے وصال کے بعد تو
 اس میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قبولیت سے نوازا اور اسی کثرت عطا
 فرمائی کہ لوگ آپ کی طرف اس طرح کھینچے پھرتے آتے تھے ایسے لوہا مقناطیس کی طرف۔

مدرسہ کی تو حدیث کی تدریس کی اور اس کا نمونہ آپ کی عظیم کتاب قبل الجہود ہے جو
دوبارہ نواد کی شرح ہے اور چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ خلافت خرقہ اور خلافت منکد
کاموں کو طے نہ ہیں وہ نگینے سموات تھے۔ بدعات کے رد میں ان کی کتاب براہین قاطعہ تھیں۔
صحابہ کی محبت | صحابہ کی محبت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کا گہری ہوئی تھی۔ آپ
صحابہ کے خلافت ایک کلمہ بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح اہل بیت سے
محبت کرتے تھے۔ ایسی کتابوں میں اس اعتدال و توازن کی آپ نے تاکید کی۔

صرفیادرسک | اپنےاسلاف اور مشائخ کے طریق کار کے پابند تھے۔ اصطلاح
فلسفہ کی طرف پوری توجہ دیتے تھے۔ اللہ کے ذکر کی طرف توجہ دلاتے۔ لوگوں کی توجہ ان
ادب کی طرف مبذول کراتے جن سے تزکیہ نفس ہو جاوے، جو دلوں کو منور کرے اور جنہوں میں
چمک پیدا کرے۔ جو انہیں اللہ کا محبوب بنائیں۔ اس کی اہمیت جانتے اور ضرورت
کا احساس دلاتے۔

آیتامعشر ایت۔ اہل مسلمان کو شریعت کے پرست اتباع کی ترغیب دلاتا ہے۔
 سنت پر اجماع ہے۔ ان کا کوئی عقیدہ اسلامی زندگی کا عقیدہ شریعت اسلامیہ کے اتباع کے
 بغیر اور کوئی نہیں ہے۔ اس میں بغیر اتباع و علم و نور علیہ میں کوئی فرق نہیں۔

آپ کا فرمانِ خدا کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ شریعتِ اسلامیہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کے اعتقاد میں اس کے عمل میں، صرف زمانہ و مکان کی تبدیلی تمام مسائلِ شریعت کے تابع ہیں۔ اسی طرح عملِ انسانی بھی شریعت کے تابع ہے۔ مسلمانوں کی مشکلات کا حل، مسیحیتوں اور نصاریوں سے نجاتِ شریعت کے اتباع میں کوئی گناہ ہے۔

احکام قرآن اور احکام رسول انسانی عقل کے تابع نہیں ہیں جو عاجز ہے اور

آپ کی آزاد، اختیار اور مسک | آپ اصول دین اور اس کی فروغ میں سب مہمیں
کی ابتداء کرتے تھے اور اپنے آپ کو ایسے علم سے جو شرک تھا جنوں نے مذمت کو زندہ کی
دی اور شرک کی جڑ کاٹ دی۔ بدعات اور ذلالت کا قلع قمع کیا۔ ماس ملہ کے سربراہ حضرت
امیر سندی محمد الفت ثانی ہیں۔ پچاس ملک کو شاہد علی اللہ ان کے فرقہ دہوں ... خواہ
اسماعیل خیمہ، سید احمد بریلوی اور اخیر میں حضرت حاجی امجد علی شاہ بریلوی اور حضرت مولانا
رشید احمد گنگوہی کے مسک پر تھے۔ اختیار سنت میں انہی کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔
کتاب و سنت کے ساتھ منہجہ تعلیم تھا اور انہیں دروغ میں ملتا اور کتاب و سنت
کی افواشات میں انہوں نے اپنی بہترین صلاحیتیں دکا دیں۔ و دعوں کے کتاب و سنت
کی ضمانت پاتے تھے اور پاتے تھے کہ پورے عالم میں یہ جیسے ملک کو اپنا اعلیٰ درجہ
سے متاثر کریں اور حقیقی منبع سے پیاس بجھا دیں اور آپ کو کہا کرتے تھے کہ انہیں
دوا کل دیو بل و کل جرح و کل لکل من فضل الطریق
و مشعل لکل من ابغی الشہیل کہ وہ خود بزمیاری کی دعا، بزمیاری
میرے، ائمہ دار کے لیے تیار، دیت اور دلہن کے متوشی کے لیے مشعل ہیں۔

[illegible][illegible]

آپ کے ہمراہ دینے والے تشریف لے گئیں اور آپ کے وصال کے بعد بھی زندہ رہیں۔
متاثر ترین تلامذہ ۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی۔

۲۔ مولانا محمد اور حسین کاندھلوی ۳۔ مولانا خلف احمد عثمانی

۴۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ۵۔ مولانا بدر عالم مدنی

۶۔ مولانا عبدالرحمن کاندھلوی ۷۔ مولانا محمد زکریا کاندھلوی

۸۔ مولانا منظور احمد صاحب سامانی پوری ۹۔ مولانا مفتی جلیل احمد تانوی

۱۰۔ مولانا اشتیاق الرحمن کاندھلوی ۱۱۔ مولانا عبدالحق مدنی

۱۲۔ مولانا عتیق احمد پوربندی ۱۳۔ مولانا شبیر علی تانوی

۱۴۔ مولانا اسد اللہ راسپوری ۱۵۔ مولانا محمد حامد صاحب مدرس کالج پشاور

۱۶۔ مولانا محمد عرفان بزاروی ۱۷۔ مولانا عبدالجبار غزنوی

۱۸۔ مولوی غلام محمد بخاری ۱۹۔ مولوی روشن دین باری پوری

۲۰۔ مولوی محمد الدین کشمیری ۲۱۔ مولوی غلام الرحمن تپچی فوجیہ

اسی طرح برصغیر میں شریعت کے اتباع کا محتاج ہے۔ کوئی انسان ان کے اتباع کے لئے
 کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں اور آخرت میں اعلان کتاب کے لئے کئی چارہ کار ہیں۔
تصنیف خدمات ۱۔ ہدایات الرشید ۱۳۲۹ھ میں طبع ہوئی صفحات ۸۸۸

۲۔ مطرۃ الکرامۃ - حصہ اول - مطبوعہ ۱۳۲۰ھ صفحات ۱۴۳ - حصہ دوم - غیر منظرہ

۳۔ تفسیر طائفتان فی تحقیق محل آذان - مطبوعہ - صفحات ۲۲۔

۴۔ الحسنہ علی المنہر - مطبوعہ ۱۳۲۵ھ صفحات ۷۲

۵۔ براہین قاطعہ - مطبوعہ ۱۳۲۵ھ صفحات ۲۴۹

۶۔ اتمام النعم - یہ ترویج النعم کا اردو ترجمہ ہے۔ جو آپ نے ۱۳۱۳ھ میں حضرت حاجی
 امد اللہ صاحب ماجر کئی کے حکم پر کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد شرف علی تانوی
 کے ہاں یہ کتاب سالکین کی تربیت کے لیے مخصوص اہمیت رکھتی تھی۔ جن تصوف
 کی یہ کتاب مزوجان بنانے کے قابل ہے۔ مطبوعہ - صفحات ۴۰

۷۔ بدل المجرور فی شرح سنن ابی داؤد وعرطی، - فن حدیث کی یہ کتاب ۳۰۰۰۰۰۰ سائز
 کی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جس کی تصنیف میں آپ کے دس سال صرف ہوئے
 یہ ابوداؤد کی عربی تشریح ہے۔ حدیث کی صحت اور قبح کا دار اس کی سند ہے۔ آپ نے
 اس میں سند کی بحث نہیں کیا اور دور دورہ یا اور پیچیدگیوں اور فرامی میں جمل مطالبہ
 اختلاف پر بھی سے حاصل بحث فرمائی ہے۔ مطبوعہ - صفحات ۱۹۳۸ ہیں۔

اولاد آپ کا محتاج شاہ عبدالرحمن بن شاہ حبیب اللہ گنگوہی کی دختر امیہ بیگم سے ہوا ان
 سے ۱۲۹۰ھ میں صاحبزادہ ابراہیم اور ۱۳۰۹ھ میں صاحبزادی منیر النساء اور ۱۳۱۵ھ میں ایک
 اور صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ اس ولادت میں من غل امیہ بیگم نے دعویٰ عالم آخرت کو مدعا لگیں۔
 دربار عقد ۱۳۱۹ھ میں حاجی غلام الدین ایشٹوی کی بیوہ صاحبزادی محترمہ منیر النساء سے ہوا۔

مولانا سعد آفندی

مولانا نسیم احمد فریدی لہروی لکھتے ہیں:

"ایک شخص مولانا کوئی کے سلسلہ کے امام آفندی برکات عالم بھی تھے، صاحبِ سرمد بھی تھے۔
کچھ تھے لیکن حضرت حاجی امداد اللہ صاحبِ چرکائی، بہت ہیست ہوئے، خوش حال کیا، اجازت اشغال کی۔
حضرت حاجی صاحبِ مشنوی شریف پڑھا رہے تھے۔ وہ میں غریب رہا رہے تھے، وہی تیار احمد صاحب
کہا کہ اگر مراد دے سکتے ہو تو ان کو بہت لطف آتا ہے، فرما کہ "اس لطف کے لئے اس زبان کی ضرورت
نہیں اور رزق ستر یا شمار پڑھے۔"

پارسی گو کہ چہ کاوی خوشتر است عشق را خود صد زبان دیگر است

عشق آں دلبر جو پہاں می شود این زبان با جملہ حیران می شود

ترجمہ: "آپ صاحبِ غلامی میں گفتگو کر اگر زبانِ لہوی بہت چلی زبان ہے۔ دیگر عشق کی

سینکڑوں زبانیں ہیں۔ ۱۰۰ لہوی دیگر عاشق جب پرواز ہے تو سب کی سب زبانیں جیت

شہد ہو جاتی ہیں۔" (م)

مولانا نسیم احمد فریدی، حکیم الامت کی محفلِ ارشاد، القرآن، ج ۴۴ - شمارہ ۴۵۴۔

حضرت مولانا شیفع الدین گنیموی

مولانا سید محمد ریسن ہنوزی لکھتے ہیں:

"مکہ مکرمہ میں مولانا شیفع الدین گنیموی تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبِ چرکائی کے اہل
خاندان میں سے تھے۔ بہت اونچی نسبت والے تھے۔ ۴۵ سال مکہ مکرمہ میں قیام کیا اور وہاں لہری

گری، بارش، اور پ میں حضرت حاجی صاحب کے مزار پر جایا کرتے تھے۔

ان سے پہلے سرقا میں، میں نے بہت کے متعلق درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ

"میری مجلس میں آیا کیونکہ میں ان کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ پھر انہوں نے مجھے بہت کیا اور

ساتھ ہی مجھے اپنا مزار بہت بھی بنایا۔ ان کی مجلس میں مجھے بہت نرا وہ ناکہ ہوا۔"

نرکت لکھتے ہیں:

"چکر جانے کا اتفاق ہوا۔ مولانا عزیز گل صاحب نے فرمایا کہ سید محمد شیفع الدین صاحب

بزرگ ہیں، ان کو ضرور دیکھیں۔ موصوت کہ منظر میں مولانا حاجی امداد اللہ صاحبِ چرکائی کے شیفع الدین

تھے۔ یہاں حاجی صاحب کے مزار پر جایا کرتے، باقی اشادات کہ سید صاحب پر نظر پڑے لکھتے۔

بیٹے بیٹے سوتے اور جانتے تاکہ نظر کیونکہ بہت تھکتے رہتے۔ اسی میں میری ہانک

پڑی۔ پھر اپنے مکان کی کھڑکی سے کھیر بار کو دیکھا کرتے تھے۔ انہوں نے ۴۵ سال مکہ مکرمہ میں

گناہ سے اسی دوران میں صرف ایک مرتبہ عذر منورہ گئے اور اس دفعہ بھی ایسی درمونی کہ گچ

پر بیچنا شکل ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے خواب میں آسمانی وحی اور کرم منظر پہنچنے کا غیب سے
اظہار ہو گیا۔

آپ کے خلفاء

مولانا فدا حسین در بھنگوی

۱۔ مولانا سید محمد دوست، جوڑی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، ڈیڑھ ٹاؤن کراچی ۷۵۔

۲۔ مولانا سید محمد حسن شاہجہان پوری، دستاؤ دارالعلوم دیوبند۔

۳۔ مولانا عبدالعزیز صاحب دیوبند۔

شیخ عالم فقیر بھٹہ حسین حسینی در بھنگوی ایک علماء میں سے تھے چھوٹی عمر میں ہی
تحصیل علم میں لگ گئے اور اکثر دینی کتابیں مولانا طاعت اللہ علیہ الرحمہ سے پڑھیں کچھ کتابیں فتویٰ
ریاضی کی مفتی نعمت اللہ کھنوی سے پڑھیں۔ اصول فقہ شرح تفسیری، مداریتہ الفقہ کی جلد اول و ثانیہ
عبداللہ بن عبدالحکیم کھنوی سے اور توضیح توحید، اسرار ترمذی اور حادیہ کا کچھ حصہ شیخ محمد کاظم قزوینی
سے پڑھیں اور حدیث مولانا احمد علی حسینی سارنہوی کی حدیث سے پڑھی اور سلوک کی تکمیل شیخ اعجاز اللہ
مکانوی صاحب بریلی اور ان کے صاحبزادے شیخ رشید الدین گنگوہی سے کی۔ پھر درس و تدریس میں لگ گئے ایک
دست تک کراچی آباد، آگرہ، پٹنہ، سوہاگ پور اور دوسرے شہروں میں پڑھاتے رہے۔ آپ سے بہت لوگوں
نے فیض حاصل کیا۔

اعجازی کہتے ہیں: آپ برقی شائع ہو گئے ہیں پیدا ہوئے اور وضع بھی اسی وضع در بھنگوی میں
مقیم تھے۔ ان کا تہذیب و تمدن اور دنیاویات مولانا طاعت اللہ علیہ الرحمہ کی لکھی رہنمائی علیہ السلام سے اور سماج ستہ نام کمال
مولانا احمد علی در بھنگوی کی حدیث سے اور بعض کتب اصول فقہ شرح تفسیری وغیرہ مولانا عبدالحی صاحب
مردم کھنوی سے حاصل کیں۔ حق تعالیٰ صاحب سے اوقات میں بہت پرستے تھے۔

۱۔ مولانا سید محمد علی، خزانۃ القوافل، جید آباد، ۱۹۶۰ء، ج ۸، صفحہ ۳۵۹ (عربی سے اردو)

۲۔ مولانا صاحب، حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفاء، دیوبند، ۱۹۵۱ء، صفحہ ۷۴

۳۔ مولانا عبدالقدوس، علماء و فضلاء، کراچی، جلد ۲، شمارہ ۵، ۱۹۵۲ء

۴۔ تاریخی فیوض الرحمن، شمارہ ۱۲، دیوبند، لاہور، ۱۹۶۶ء، ج ۱، صفحہ ۷۷

۵۔ حوزہ الکلام، سوانح شاہ عبدالعزیز صاحب، کراچی، ۱۹۶۱ء، صفحہ ۷۴

کا جو میں مولانا غوث علی صاحب تھانوی اور آقا بادشاہ مولانا محمد حسین الدار باری حفظہ تعالیٰ صاحب
کے نام اور کام کو یہاں زلفہ و تاج نہ بنائے ہوئے تھے۔ مولانا سید عبدالحی صاحب کے حقیقی مولانا
بھائی مولوی سید ابوالقاسم صاحب بسوی برآپ سے جو میں چند سال بڑے اور تحقیق و محبت کے لحاظ
سے بالکل حقیقی بڑے بھائی کی طرح تھے حاجی صاحب اور مولانا انگلری سے مستقل خط و کتابت رکھتے
تھے۔ حضرت مولانا صاحب نے ان کا جازت میں غلط فہمی تھی۔ غالباً ان کی صحبت کے اثر اور اس حقیقی
ذوق اور اس رت و رنگین کی بنا پر جو شروع سے آپ کے قلب پر پائی جاتی تھی۔ آپ کا حاجی صاحب
کی طرف انجذاب ہوا اور آپ نے ان کی خدمت میں غلط کام کرنے سے بچت عثمانی کی درخواست کی۔
حاجی صاحب نے یہ درخواست نہ صرف قبول کی بلکہ ایک ایسا خط تحریر فرمایا کہ جس کے لفظ لفظ سے
شفقت و محبت و دلچسپی و تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اس وقت حاجی صاحب کو خط لکھا تھا
اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال کی تھی حاجی صاحب نے ۱۵ ذی قعدہ ۱۲۰۵ھ / ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو
کوئٹہ سے یہ والا نامہ تحریر فرمایا ہے جو میرا میں دین رکھ گیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد و نسل علی و رسولہ اکرم

والفقر اے اللہ تعالیٰ علی اللہ

محبت مرزا بکرت مولانا ابوالکلام محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید نور محمد

بد سلام سنون دور کے ترقی و نباتات و عیالیت مشغور و غیر مشغور اب کتب محبت و اراوت
دور ہوا محزون و شگور ہوا اور آپ مجھ کی غیرت معلوم ہونے سے سرد ہوا۔ آپ نے جو اس
بیت عثمانی سید علیہ صبر یہ و سلسلہ نقشبندیہ راہدہ کی ہے۔ یہ آپ کا فہم خیر ہے و زمین ائم
کرم کا نام۔ باقی میں میرے دوستوں اور محبوں کو کچھ فائدہ ہوا ہے نہ صحبت ان کے حسن عقیدت و
ارادت کے کیونکہ انہیں مولانا کی سنت بول چال جاری ہے کہ جیسا بندہ اس کے ساتھ گمان و فہم
رکھے گا وہی اسی حضرت حق اپنی رحمت و عنایت میں بندہ دل حال اس کے کرتے گا۔ علاوہ اس کتاب

میں طبیعت اس امر عظیم سے بہت گہرا تھی ہے۔ برکت میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ کے
حسن ظن و نیک عقیدت و اراوت کے موافق اللہ تعالیٰ ہم فہم فہم کے فہم و کام کی امید ہو میرے
آپ کو روزگار طریقہ یعنی سلسلہ علیہ صبر یہ و سلسلہ نقشبندیہ راہدہ میں بہت عثمانی کر کے
جو کچھ فقر کے رسالہ انصاف و انصاف و انصاف و انصاف میں ہے اس کی اعانت بخشی کہ جو کوئی آپ کو
اس کا ہوا اس کو بھی اس کی تعلیم و اعانت دیکھتے اور خود بھی جو کچھ مناسب حال اپنے کچھے حال چھپے
اللہ تعالیٰ آپ کو حسن عقیدت میں مشرک و کات فیوض کرے و درجات عیالیت و قرب و ملت بہت
فرمائے آمین بجا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

بیب کریم کی خدمت عثمانی و صنعت اجابت بہت ہو گیا ہے اس لئے اپنے فائدہ
سے کچھ پڑت میں مجبور ہے اور اگر غرضت کچھ کی کچھ ہوں تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے
دستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے جواب دیکھنے پر یا غلط کثرت نہ کرتے پر صاف نہیں دیکھتے
حسن الظن تو کی فرادیں۔ رسالہ در خلد و خلد ارباب خدمت ہے بنیاد انصاف کے جسے قسم ہو گئے
مقام و بندہ غیور و کاش کرنے سے شاکہ اور جو عزیز مرزا صاحب یہاں سے لے گئے میں آپ
کو اجازت ہے۔ آپ اس سے نقل کر لیجئے۔ آپ کی بیشی و مرور و اللہ ماہیہ مشورہ کا منتظر
حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے جوار رحمت میں یکجا عنایت فرمائے و غریغ منتظر و عنایت
کرے۔ زیادہ والسلام علیکم، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و عنایت سے فرمائے۔

بخدمت مرزا مولانا سید ابوالقاسم صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا و عنایت سے فرمائے مقربین
میں داخل کرے۔ آپ نے جو رسالے پہلے خیرات مسکین یہاں کے ارسال فرمائے تھے وہ سچے
اور ان کو تحقیق دیکھ کر حاکم کر دیا گیا۔ والسلام فقط۔

رقمہ دہا فقیر اے اللہ تعالیٰ علی اللہ

کے اسلامی علوم و فنون کی تاریخ مرتب کی۔

اس مجددانہ ادب عربی میں مقامات تحریری ان سے بڑی حق اور اردو شعری نوعی کا
آئی زانیس کے حکم اور حوصلہ افزائی سے شروع کیا تھا۔ رجحانہ تعالیٰ رحمتہ واسطہ
مولانا سکیم سید عبدالحی (فرزند مولانا حکیم جہاڑی) کو لکھتے ہیں:

برادر م سید اللہ

اسلام علیکم! عارف و جانکاد کی نسبت کتابت مجرکتنا بہ کار ہے کرن و لامصوب آپ
کا آپ نہیں بلکہ ہم سب کا آپ تھا۔ خدا کی مرضی! میں واقعہ کے سر سے دوڑ لکھنؤ پہنچا، پچھلے
کے ساتھ اطلاع ملی غریب سر پہنچی گئی۔ آپ نہ تھے، راست میں تھے، چند گھنٹے ٹھہر کر علی گڑھ
وہلی چلا گیا۔ وہاں سے لکھنؤ واپس آیا تو میں بیمار ہو گیا اور آپ راکے ریلی میں تھے۔ یہاں اسی
بیجاری کی حالت میں واپس آیا، انھوں نے لکھنؤ میں میری بیجاری کا سہارا دیا۔

مولانا کی تصنیفات پر حفاظت رہیں، انشاء اللہ سب جیسی کی۔ والسلام

سید سلیمان، ۱۵ فروری ۱۹۲۳ء

”جس نامگان! ایس اندگان میں دوڑا کہ مولوی حکیم سید عبدالحی (جو اس وقت میٹھیل کالج لکھنؤ کے
چوتھے سال میں زیر تعلیم تھے، راقم الطوار جو انھیں ملی۔ دوڑ گیا۔ ایک استاد عزیز و دوستانہ مولوی سید
محمد ثانی مولوی سید محمد راجہ اور مولوی سید محمد راجح سلمیٰ، دوسری استادانہ جانکاد و مصنفہ و مفسر،
باب کریم اور بچوں کی قصص انانیاہ و موسیٰ خیم وغیرہ و عثمان، ایک پوچھتے تھے اور ایک استاد
سید محمود حسن ابن سید رشید احمد چھوڑا تھے۔“

لے، مولانا سید سلیمان محمدی، یاد رکھنا، اگرچی: ۵۵ صفحہ ۵۰۴ (دستخط)

کہ مولانا جو انھیں ملی تھے، حیات جہاڑی، اصل: ۱۱۰۰ اور ۱۱۲۳

۲۳

حاجی سید محمد عابد حسین دیوبندی

مولانا کا تباری محمد طیب تاحی لکھتے ہیں:

مولانا کا نام دیوبند کے سب سے پہلے تمام حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب دکنہ دکن
دیوبندی تھے جو طریقہ چشتیہ صابریہ کے ایک مہر و صاحب سلسلہ بزرگ تھے اور زبدورائے خدمت
کا بنیاد تھے۔ آپ کا حلقہ آفرین دیوبند اور اطراف و جوارب میں بہت وسیع تھا۔ آپ اولاً محرم ۱۲۸۳
۱۲۸۴ء سے ۱۲۸۵ء تا ۱۲۸۶ء و ۱۲۸۷ء تا ۱۲۸۸ء و ۱۲۸۹ء تا ۱۲۹۰ء و ۱۲۹۱ء تا ۱۲۹۲ء و ۱۲۹۳ء
ربیع الاول ۱۲۹۴ء تا ۱۲۹۵ء و ۱۲۹۶ء تا ۱۲۹۷ء و ۱۲۹۸ء تا ۱۲۹۹ء و ۱۳۰۰ء و ۱۳۰۱ء و ۱۳۰۲ء
مولانا نسیم احمد فریدی مروی لکھتے ہیں:

مولانا عارف سید عابد صاحب دیوبندی عرف حاجی عابد حسین صاحب تاحی لکھتے ہیں:
مروی سے ہے۔ آپ آقا حیدر علی کی کرم بخش صابریہ ساکن دہلی و رستخاران کے تالیف و تالیف تھے۔
حضرت حاجی احمد دانش صاحب کی تھی، میں آپ کو خلافت عاصی تھی۔ آپ جو تین دارالعلوم میں
تھے ہیں، تین مرتبہ اس ادارے کے مہتمم مقرر ہوئے تھے۔ آخر مرتبہ شاہ رفیع الدین عثمانی کے
مقرر ہوئے کے بعد ۱۳۰۷ء میں مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۳۱۰ء کا سلسلہ انتہا پر نماز رہے۔

مولانا کا تباری محمد طیب تاحی، تاریخ دارالعلوم دیوبند، اگرچی: ۱۱۰۰ اور ۱۱۲۳

۲۴ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ / ۱۹۱۲ء کو وصال فرمایا اور ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ کو بروز جمعہ دیوبند میں مدفون ہوئے۔

حضرت حاجی محمد عابد دیوبندی دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم تھے۔ برصغیر متقی پر بڑی دلور صاحب اثر بزرگ تھے۔ مولانا فروغ ان کے بابت یہ لکھتے ہیں :-

"اور حضرت مولانا مفتی محمد متقی صاحب بیت المسلمین جیسے محمد اور عابد جن کا نام حق نے ان پر کی بڑی بڑی نعمت کی انہوں نے یہ ریاضت اور قہار اس قدر طاقت و حق لائے ہیں کہ میں بہت پاکیزہ شخصیت دیکھتا ہوں۔ رات دن ریتے ہوئے جو ڈارہو مستم میں جامع مسجد کے دو درے میں دل سے دعا کرتا ہوں ان کی برکت سے یہ مسجد ہمست باطن کا ہے اور کلاشہر اہل ان کو ان کی نیت کا ہے یہ شرف دیوبند کی اور ان کو ان سے پہلے

حاجی صاحب کا سال ولادت ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۲ھ ہے۔ قرآن شریف اور فارسی پڑھ کر علوم دینی کی تعلیم کے لئے دہلی گئے۔ نظام تعلیم میں فتنہ کا شوق ایسا نہیں گریہ

۱۔ مولانا سید احمد فریدی، جو مولانا سید عبدالغفار خان لکھنؤ فریدی مدظلہ سے دانشجو تھے، ان کے بیان میں ہے کہ مولانا فروغ، مشہور قاضی، برادران دینی، جی ۱۰۰ صفحہ

سہارا علوم کی تعلیم کے لئے دے سکے۔ متعدد بزرگوں سے ملاقات حاصل کیا۔ میان بکری کشمیر راجپوتوں اور حضرت حاجی مولانا سید عبدالغفار خان کی خدمت میں شرف خلافت حاصل کیا۔

حاجی صاحب کا ساڑھے پچیس سال چھپتی کی سید میں قیام رہا۔ پندرہ سو سال تک آپ کی تعلیم دینی فرائض میں رہی۔ نماز تہجد اور ایسا انشراح تھا کہ ساڑھے سال تک قضا کی فرسٹ نہیں آئی۔ صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت کے بڑے بڑے علماء مفتی عابد میں زبردست ملکہ حاصل تھا۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ اتباع سنت کا غایت اہتمام تھا۔ ان کا مکتوب ہے کہ:

"بیشکل روزی علی ایسا ہے، جسے چاہیے بے اختیار۔ دیوبند کو چاہیے کہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے عامل بزرگ دے۔"

اور حضرت پیر پیر ہمارے بزرگ اور زمرہ دریاہ کا مجھے تھا۔ آپ کی ذات سے مخلوق کو بہت نفع پہنچا ہے۔ یہ سبب ہے کہ آپ کے عقیدے میں گھر پائے زمین باغ میں قدر آپ کی ملک میں تھا۔ اس کا سبب راہ خدا میں دے کر محض خدا پر تکیہ کیا ہے۔ مولانا العابدین میں آپ کے فضائل حالات مذکور ہیں۔

آپ خود اپنا نام محمد عابد ہی لکھتے تھے۔

پیشانیہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۲۱ھ / ۱۹۱۲ء کو ۱۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

نظامی باری لکھتے ہیں:

مولانا صاحب مولانا سید عبدالغفار فریدی مدظلہ سے اپنی پیدائش ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۲ء میں مولانا

۱۔ میان بکری کشمیر کو مولانا محمد حسن راجپوتی (م ۱۲۵۰ھ) سے شوق حاصل تھا۔

۲۔ سید محبوب رضوی، تاریخ دیوبند، ج ۲، صفحہ ۲۲۵۔

شاہ محمد حسین الہ آبادی

سلسلہ نسب | آپ کا نسب نسب بنیساویوں پشت میں حضورِ عظیمؐ اور امیرِ مومنینؑ پشت میں
مشفق خواجہ قمر علیؒ میں گئی۔ غازی اور سائریا پشت میں مشفق خواجہ شیخ مسیح الہی سے ملا ہے۔
آپ کے دارالحدیث مولانا شاہ رضا حسین اور والدہ حضرت مولانا شاہ نقشب حسین
بنی آبادی تھے۔ عم اور خیر مسلم ابن کوثر تہذیب نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ولادت | مولانا محمد حسین ۱۰۵۳ھ میں موضع میکین ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔
تعلیم | حافظ احمد الدین سے قرآن مجید حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی اور اردو عربی کی کتابیں
چچا مولوی محمدی حسن سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولوی نعمت اللہ آپ کو رنگ عمل لے گئے
اور شروع سے خواجہ اسماعیل دہلوی سے پڑھ کر مولانا عبدالحی کے سپرد فرمایا۔ مولانا عبدالحی آپ پر
بہت نہایت تھے اور آپ ان کے محبوب شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے آپ کو اردو اور فارسی
کا خوب عطا فرمایا تھا۔ ان کے آپ کو یہی حکم دیا کہ فلاں مسجد میں وعظ بیان کرو اور یہی فرمایا
کہ آؤ میں تم کو وعظ انوں گا۔ آپ کو یہ دستور پر مرتبہ فقرہ و تحریک پر قدرت حاصل تھی۔
دو سال تک مولانا عبدالحی عراچہ سے دوری کرتے پڑھیں۔ مولانا عبدالحی بنی آبادی اور مولانا
نذیر حسین محدث دہلوی سے تدریس حاصل کی۔ فنِ ادب کی تفصیل مفتی محمد عباس سے اور
طبع کی کیمسید محمد کھننڑی سے کی۔

انفوری کے ماتر ساتر آپ کی کوشش مشہور مدرسہ عربیہ دیوبند کی بنیاد رکھنے میں شریک رہی۔
اس مدرسے کی بنیاد ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۹ء میں ڈالی گئی اور بنائے مسجد دیوبند کی تعمیر بھی آپ ہی کی
کوششوں سے ہوئی۔ اس کے بعد بنائے مکان دیگر مسجد کے لئے وقف کر کے تہ اہل و عیال عرب کو
گئے۔ وہاں قریب ایک سال کے رجب۔ ہندوستان واپس آکر مدرسے کی ترقی میں مصروف رہے۔
اور مسجد کی تعمیر مکمل کی۔ اچھا دین میں رہی مدرسہ مسجد کی سربراہ میں تھا۔ بعد ازاں عید و زمین خرید کر
جس پر اس وقت خیمہ ایک کھڑا دیکھ کر دیکھ کر غارت مدرسے کی موجود ہے اور نہ صرف ہندوستان
بلکہ ہندوستان سے باہر کے طلبہ بھی تدریس وغیرہ جملہ علوم کی تعلیم پا رہے ہیں۔ اپنی مدرسے
پیش کرنے سے کچھ دن پہلے مدرسے کی گجراتی کام چھوڑ دیا تھا۔

۱۳۲۰ھ/۱۹۰۱ء میں آپ نے ساتواں حج کیا۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں بنام دیوبند

وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

۱۵۰۰ھ تک ایک مدرسہ بھی اپنے سرور شدہ شاہی امداد شدہ کے نام پر مدح و تحسین کا نام چو
جدید و قدیم دونوں علوم کی پرورش کرتا رہا ہے۔

۱۵۰۲ھ میں نقیۃ العلماء کی تحریک سرفرازی اور ۱۲۱۳ھ میں نقیۃ العلماء کے جلسہ
میں اس کے قیام کی غرض بیان کی اور مدرسہ کے نصاب میں جو اصلاح ہوئی اس میں بھی تبدیلیا
آپ کا شمار صاحبِ دولہ مستقر میں تھا۔ آپ سماع کو کبیل کو رہا حصولِ ثلث کے
لئے نہیں بلکہ محض روحِ اقدس اور حضورِ اقدس کے لئے سنت اور آیت کی نگر کرتے تھے۔

رمال احسنہ قطب عالم عبدالقدوس گنگوہی کی عنوان کا سماع جاری تھا اور آپ اس کے سن
بیان کرتے تھے اور جب آپ نے یہ قلعہ سنا۔

گنگوہی تھوڑی فقیر سے رفقا و دربار

خود بخود آزاد بودی خود گو رفتار آمدی

تو اس قلعہ کے معنی بیان کرتے ہوئے درجہ دو شنبہ ۱۲۱۶ھ نو بجے صبح داخل ہو گئے
مولانا زبیر الدین نے حسبِ ذیل تاریخ وفات کہی ہے۔

درس ویرانہ دنیا سے فانی رسیدی در شبستِ جاودانی

پئے تاریخ تو حوں با بقصد امام المسیحین امشبِ جوانی

مولانا حکیم سید عبدلی کہتے ہیں:

شیرین بخت فاضل محمد بن فضل حسین آبادی زندگ عالم میں سے تھے۔

دولت و فقر نماز آباد میں برتی با رہائی تھیں مولانا شکر اللہ آبادی سے چھپیں پھر گھنٹہ
لگے۔ وہاں پہنچتے ہیں مولانا محمد نعیم بن عبد اللہ اور باقی تمام کہیں مولانا عبداللہ بن عبد اللہ
گھنٹوں سے چھپیں۔ ہم وہاں فقیہ عباس آستری سے حاصل کیا اور علم طب کی تحصیل منظر حسین
گھنٹی سے کی۔ پھر ان کے بارگاہِ ایک۔ صحت مدرسہ میں کرتے رہے پھر حسین شریفین پہنچے
تو مولانا فضل باوند نے غلام محمد خان کی امداد کی اور ان کے ساتھ ساتھ رہے جس نے مولانا
کے حالات کے سلسلہ میں امداد صابری کے مضمون سے استفادہ کیا ہے۔

تعلیم ان فوجت کے بعد الہ آباد میں تھیں کہ پھر خاندانِ نقشبندیہ کے اشتغال واز ان کی تعلیم
چچا مولوی شاہ تاج محل میں سے شروع کی۔ پھر جہاد جہاد کا سفر کیا۔ حج و زیارت سے مشغول
ہوئے۔ وہاں مولانا شاہ عبدالغنی سے بہت بے گناہ گزارہ ہوا۔ آپ نے اپنے چند ہمراہوں
لڑا ہادی کو خواب میں دیکھا انہوں نے حفاظت شیرازی کا یہ شعر پڑھا
باش مرا چ حاجت سرو صوبہ ارم
شمار سایہ پرور من اؤر کمر است

اس صورت سے آپ کو شرح صدر ہوا کہ حضرت ناہی امداد صاحب سے بہت بڑا چاہتے تھے
انہی سے بہت ہوئے۔ اور سرسبز چ میں آپ کو حضرت حاجی صاحب نے خلافت نامہ عطا
فرمایا۔ اس کے ساتھ ایک ٹوپی، ایک گنگھی، ایک سراک اور ایک جبر بھی عطا فرمایا۔

خطابت ان سے واپسی پر سلطانوں کے اصرار پر آپ نے جان میں صبر الہ آبادی امامت و خطابت
قبول کر لی۔ آپ کے وعظ و خطبات بہت مقبول ہوئے۔ آپ کو شرکے قوت عاقلوں میں ہو
کیا جاتا تھا آپ کو خطابت فرمایا کرتے۔ آپ جوی ڈنڈ اور بیک مقرر تھے۔ حکومتِ انگلیش کی
براس بات پر جو غلامی شروع ہوئی کھلی تنقید کیا کرتے۔ جنگِ غلیہ کے زمانہ میں آپ نے سلطان
کرتکی کی حکومت کی اعانت پر آمادہ کیا۔ مقرر صبح کی اور لانی روپیہ بیج کر کے ترکوں کو بھیجا۔
انتقام جنگ پر سلطان عبداللہ غلام مرحوم نے آپ کو اپنے کچھ تحفے بھیجے۔ جس کے شکر میں
مولانا نے انہیں مسلمانوں کی طرف سے شکر کے خط لکھے

مولانا کا خیال میں جو اعزاز تھا اس سے متاثر ہو کر مولانا نے انگلیش نے آپ کو
مدان بہادری کا خطاب دیا تو آپ نے یہ رد کر دیا کہ خطاب واپس کر دیا میں نے تو ایک بڑا بیچارہ
نہیں ہادی میں خاں بہادر کیسے ہو گیا؟

آپ نے اصلاحی کاموں کے لئے ایک انجمنِ رفاہ عام بھی بنائی اور اس نے بہت سے

توال نے یہ شعر کہا: ہر چہ تو مولانا کے لئے کرنا علم و ادب و ہر اک خود بخود آواز دے گا۔ اسی وقت شاہ کیا اور تین بار کیا اور گرا کر چکا رہا۔ انہیں ایک بزرگ حضرت واجد علی سندیلوی نے اٹھایا اور زائد وقت نہیں گزرا کہ ان کی ہرج ہرج ہو کر گئی یہ پیر مرد جب ۱۲۷۲ھ کی تاریخ تھی تھے

* آپ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے ارشد مخلصہ میں ہیں اور حضرت حاجی مولانا صاحب مبارک کی ہیں خلفا میں ہیں۔ تقریر آپ کی نہایت پرورد ہوئی تھی۔ آپ صاحب وجود و سماح تھے۔ اخیر شریف میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ایک شعر پر آپ کو حالت پیدا ہوئی اور واصل بھی ہوئے اور وہیں حضرت خواجہ بزرگ کے مزار شریف کے احاطہ میں مدفون ہوئے تھے۔

مولانا سید ابوالحسن ندوی کہتے ہیں:

”یہ روز تھا کہ حاجی عبداللہ صاحب مبارک کا آفتاب ارشدوار شرافت انوار پر تھا آپ اگرچہ عمر صبر ہندوستان سے کہ ماضی سیرت فرما چکے تھے لیکن آپ کے بالکل غلغلہ فواج سنا سچہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا پیر میں مولانا ارشد علی صاحب، نقاشانی اور آواز میں مولانا محمد حسین آداری، حضرت حاجی صاحب کے نام اور اکبر کوہستانی زندہ و نابندہ بنائے ہوئے تھے۔“

پیر فرید الدین اویس تادری کہتے ہیں:

”شاہ محمد بن آصف حسین ۱۸۵۲ء میں آواز میں پیدا ہوئے۔ مولوی نعمت اللہ دہلوی کی مولوی عبدالحی دہلوی کی علمی اور تاریخی عبدالرحمن بانی تھی سے علوم سربہر کی تحصیل کی، حاجی اس کے ارشد کے

بنے اور مدنیہ کی سند شیخ احمد بن زین و حیدر خان شافعی کی سے حاصل کی۔ سلوک کی تکمیل حضرت شیخ حاجی عبداللہ ”پیر“ کے، پھر دہلی کے ارباب عرصہ دراز تک مستفید کی پھر، بارہ حج کے مستفید کیا اور حاجی عبداللہ صاحب کی خدمت میں رہا۔ ان سے نفیعت حاصل کی پھر تھانہ کاسٹر کیا اور پھر تھانہ شاہی بنایا۔ اسی کاسٹر کا طلب اگر کیفیت سیر کے آفریں ہونے کی طرف مائل تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بنا کر پانچ گانہ پیر کے مزارات پر تدریس دیا کرتے تھے۔

فریدالہ حضرت نہایت نہیں تھے، مخالفہ بہت اچھا تھا۔ تقریر و تحریر میں بہت اچھے تھے، شریف الطبع اور عمدہ اخلاق کے ایک تھے۔

ان کی موت عجیب تھی، عرصہ کے دور ان اخیر تھے، مرنے کا حال ایک رنگ سے چھپیں سماج متعلق۔ اس میں ان کی وفات پر مولانا نے شرکت کی۔ توال سے کہا کہ وہ یہ چرچے۔۔

خٹک تانہ خٹک چنگ و خٹک پوست

از کجا می آید این آواز دوست

اس پر ان کو حال طاری ہوا، پھر پرالشی کی کر پڑے۔۔

نے ز تانہ نے ز چنگ و نے ز پوست

خود بخود می آید این آواز دوست

پھر اس توال سے کہ کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے بیانات پر شیخ حاجی کا مطلب یہ ہے:

استیں برد کشیدی ہم چو سکار آمدی

با خودی خود در تماشا سوسے بازار آمدی

وہ ان بیانات کی تشریح کر رہے تھے کہ توال نے یہ شعر پڑھا۔

گفت قدوسی غیر سے در فنا و در بقا

خود بخود آزاد بردی خود گرفتار آمدی

۱۔ مولانا سید عبدالحی: نعمت الاطرار، لاہور، ۱۹۹۶ء، ج ۲، ص ۲۶۷ (عربی سے اردو)

۲۔ محمد علی شریف، شمس المارین، لاہور: بلاغ تاریخ ص ۱۷

۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حیات عبدالحی، دہلی: مدونہ المصنفین، ۱۹۸۰ء، ص ۶۱

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رائے پوری

مولا عاشق الہی کہتے ہیں۔

و اصل وطن آپ کا گلشن شعلہ اقبال ہے، مگر صورت رائے پور ضلع سمان پور میں پیدا
ہے۔ آپ کی ذات جامع جبین کہلات ہے جو صاحب ابتداء کے ولادت سے حضرت کی محبت کا تقیم
اپنے اندر رکھے ہوئے تھا وہ میرے علم میں صرف آپ کا کتاب ہے، بقیتہ عقدا علی شریعت مابہر
کی روپوشی کے زمانہ میں جبکہ امام ربانی مولا رشیہ احمد گنگوہیؒ مقدس سر پہ بیلا سر جاتے ہوئے
ملگنی میں طلعت تو آپ ہی کے والد ماجد کا اشرف علی خاں صاحب کے حوالہ سے تھے۔ مولا
محدث اس وقت طفل سالہ تھے۔ حضرت نے پیار کیا اور سر پر تہ رک کر دعا دی تھی بس وقت
سے آپ کو کلام ربانی کے ساتھ تعلق تھا جوں جوں پیش سنجالا آپ کی زبان سے حضرت کے کتب
سن سن کر گویا حضرت ہی کی محبت میں نشوونما پائی۔ جس قلب میں قطب وقت کی ہدایت کی کا
کبھی دوسرے بھی گذشتہ ہواس کے مراتب علیہ کہ نہ کر لی کس طرح اور رک کر نہ آپ نے غلویت
ہی میں گنگوہی کی اندر وقت شروع کر دی اور حضرت کے مریدانہ فیضان سے تنفید ہوئے آگے تھے۔
سماں پور میں بڑا دلایب علی حسرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور
صاحب نسبت و مبارک طریقت بنے۔ اس زمانہ میں ہی امام ربانیؒ مقدس سر پہ کی تہذیب مافی
اسی محبت و شوق کے ساتھ رہنے جواقیس و البند زمانہ میں تھی اور اب دوسرا آکے دوسری جگہ بھر لکھ دے

مرد و عقیقہ تھے، اخیر شریف میں میں مجمل سالی میں ۱۲۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں انتقال ہوا۔

۱۔ شاہ صاحب کی تعریف میں ۱۰۔ رسالہ مقالات عشر ۲۰۔ رسالہ در بیان شفاء بالکفر

۳۔ شرح میزان البلاغہ ۴۔ دواۓ مجلس تبرہ عشرہ کاملہ ۵۔ لاری الام فی الارض الحرمہ

۶۔ قیامت ہار مشورہ میں ہے۔

تخلیغ امور شاہ محمد عین الدیوبی کے تھناؤ میں صرف ایک نام برآنا عبد العکرمون تھا علی

مصنف میندک علما کے بعد کا معلوم ہوا ہے۔

خود کہتے ہیں،

”چاروں نامہ انزل میں سلسلہ شریعت صابریہ کے ساتھ اجازت بیعت و خلافت مولانا

عاجی محمد عین مری صاحب القی الزادہ دی سے پائی ہے۔“

نور پور خیر محمد ارباب تادی، مذکورہ علما کے بعد، کراچی ۱۹۱۱ء ص ۲۰ (حاشیہ)

کے مولا کا رحمان علی تذکرہ علما کے چند، کراچی، ۱۹۱۱ء ص ۲۰

بن ہلے کے حضور کا قصد بھی آپ سے وہی ہو رہا تھا جو اس سے قبل باب میں تھا۔ شاہ صاحب
 حرم کے وصال کے چار سال بعد آپ کا حضور نے نبیت کی اور جب تک کہ ساتھ کا تہذیب و تہذیب تھا
 مولانا مدت اپنے حضور کو گواہ کیا آپ نے اپنے کتب خانہ میں آپ کا وجود کیونکر دیکھا
 میں آپ کی موداتی جائیداد قابل گزراں موجود ہے مگر آپ کے استغنا کی بدولت دوسروں کے
 کام آ رہی ہے۔ تواضع اور غفلت میں آپ کا ثانی میں ملے آج تک نہیں دیکھا ایمان نوازی کی
 صفائیں۔ دسترخوان کی وسعت دیکھ کر ازلہ حیران ہو جاتے ہیں۔ کتب خانہ حال بے اعتدال و لغت
 نسبت خلوت پسند ہے۔ چونکہ سماع و بھول کی گلازنی کے نظام سے تین زیادہ مانوس ہے
 اس لئے اس کے پورے مغرب محنت لب نثر میں شرف اس باغ میں آپ کی کونست ہے جو زیادہ
 دین کی راحت و ساقی کے اعتبار سے گویا دنیا میں جنت ہے۔ آپ کی مقبولیت کے بارے میں
 سے زیادہ نمایاں ہیں نقشبندیہ کے فیضات سے اس پائے والی جامعہ کو ابھارنے کی دلکش
 صلاح اور جنگل کے درختوں کی مدد بخش مسماہ میں آپ کی ایک بکرت فاف کے شایعیت
 کی دعا سموع ہوتی ہے اور یوں تو شاہ صاحب قندہ بھر پر ہے کہ آپ کے فیضات خاتم کو شہنم
 اور صبح کو اوسم میں کہہ رہے ہیں۔ جس پر ہے ہے آپ کے عالم اس درجہ عجیب ہیں کہ
 غنیمتے دل ان کے تصور و خیال سے بھلے جاتے ہیں۔ گویا گمان ان کا کہ آپ کو انوار ہے
 اور مجھ کو رافعت کہ گئی ہے اس لئے بجز اس کے کہ نہیں ہو سکتا کہ افسانہ میں حسن سعید
 فی بطن آفتاب ہے

تو دم نشانی چو خراپہ کو زول خبر نمارو
 تو بگو کہ دل چہ باشد من از اثر نمارم نے

مولانا شاہ سراج العقیقین کہتے ہیں:

”آپ میں بہت بڑے عالم ہیں اور حنفیہ مولانا ارشدیہ صاحب کے اہل خانہ
 میں ہیں“

مولانا سید مرزا محمد علی کہتے ہیں:

”حضور شاہ عبدالرحیم صاحب کے پوتے قدس اللہ سرہ اور بزرگوار کے پوتے
 سدا پور کے باشندے تھے۔ یہاں سے بڑے شوقی اور باخدا تھے حضور گنگوہی قدس اللہ سرہ وغیرہ
 کے تلمیذ تھے۔ دارالعلوم کی مجلس شریعت کی بنیاد حضور شیخ الحداد کے تھیں۔ یہ معتد و دست
 قلم اور دانشمندی تھے۔ ان کے لئے ان کے تلامذہ میں ایک اور سادہ سال ایک اپنی سرگرمی عمل میں لاتے
 رہت اور دانشمندی و اخلاق و عبادت و تقویٰ و احکام میں لائے۔ گلاس قمر کی اور ان کی کونست
 چھپ گئی تھی ان کو بھی اوقات و چراغ ہے۔ فریاد میں رہیں۔ چنانچہ جب ۱۲۳۰ھ میں ایک کو
 حسب وعدہ چند مہینوں کے لئے چند دستان حاضر ہوا چلا۔ اس کے اور بھی حاضر ہوئے ان فربت
 آئی مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نے محبت فرمایا کہ حضور شیخ الحداد کو گوں سے نبیت جہاد دیتے
 ہیں اور تو بیت غفران کا ہے۔ اگر نزل کو اگر غفران کی نوا اور اس کی نبیت سے ایشہ کیا
 دیں گے اور مسلمان کا یہ کہ علی اور بنی اہل بیت کا ہے۔ چنانچہ محمد کو اس کی کرنی خبر تھی میں
 نے اعلیٰ کا اندھا دیکر اس کی عرض کیا کہ میں حضور شیخ الحداد سے پوچھوں گا۔ میں نے دوسری طرف
 عبدالرحیم صاحب کا مقام ذکر کیا کہ حضور شیخ الحداد نے فرمایا کہ حضور مولانا شاہ اسم صاحب غفرانی
 رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں فرمائی تھی کہ چاس برس تک یہ دارالعلوم قائم رہے۔ سو بھگوان اللہ پکاں برس
 گزر چکے ہیں اور دارالعلوم اپنی غلٹ باطن و دھوا انجام دے چکا ہے۔ میں یہ جواب سن کر دم بخود

برگیا اور سمجھ گیا کہ جو واقعات نقل کئے جا رہے ہیں وہ صحیح ہیں۔ حنفیہ کا اس امر میں بچتہ خیال یہ
 گیا ہے اب اپنے امانت سے نقل نہیں کئے اور نہ کوئی بیانیہ کتاب ہے۔ چنانچہ یہ ہوا۔ کچھ عرصہ
 بعد مولانا عبدالرحیم صاحب کی اور حنفیہ شیخ الشافعی آپس میں تندی میں مکمل کربات میں یہ بت ہوئی
 تو حنفیہ شیخ الشافعی ان کو بالکل ہم خیال اور ہم فرما دیا اور دونوں حضرات یکہ جان دو قلب
 ہو گئے اور اخیر تک ساسی پر قائم رہے۔ جبکہ علان جنگ کے بعد حنفیہ شیخ الشافعی مجاز بنائے گئے
 قرآن میں کو اپنا نام تمام بنائے اور اپنے کا کینوں کو تاکہ کون کو مولانا شافعی عبدالرحیم صاحب کو
 میرا نام تمام سمجھنا اور میرا نام شافعی اور مولانا شافعی کے اور پورے کو انجام دینا۔ چنانچہ
 اسی طرح عمل درآمد کیا۔

حنفہ راستہ پوری حنفیہ شافعی نہایت دل سوزی اور استعمال اور عالی مرتبت سے نہایت
 رازداری کے ساتھ اور ہم کو انجام دیتے رہے اور ان کے خاص نظام میں دلچسپی لیتے رہے مگر
 انفس کو سہارے ملا میں اسیر ہوئے کہ پھر بعد میں مولانا راستہ پوری رضی اللہ عنہ کے اور مولانا
 بہتر مرض پناہ جگہ میں اور شفقت میں مبتلا رہے۔ انفس کو سہارا راستہ پورے کے ساتھ
 میں حنفیہ راستہ پورے کا وصال ہو گیا۔ جس کا نتیجہ اظہار میں ہم کو پہنچی اس پر حضرت شیخ الشافعی
 کو بہت صدمہ ہوا تھا اور صدمہ رک رہا۔ ان کے شریک رہے۔ یہ وہ تھا جس کا کہ آپ کے
 قسامت میں موجود ہے اور چھپ چکا ہے۔

مولانا سید محمد بن رضوی لکھتے ہیں:

معاذ سال (۱۳۳۰ھ) کے حالات میں اہم واقعہ حنفیہ مولانا عبدالرحیم راستہ پوری کے انتقال
 حیدر کن، صلی دارالعلوم کی وفات کا حادثہ ہے۔ آپ نے ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ کو اس واقعہ سے

عالم جاوہانی کو صلت فرمائی۔ دارالعلوم میں حسب معمول جلسہ منعقد کیا گیا اور اعیانِ ثواب کے
 ان کلمہ طیبہ کا ختم کرایا گیا۔ حضرت شیخ الشافعی کاٹا سے ایک مولانا اور دو سندس بطور رشید کے
 کلمہ کے سنبھالا۔ حنفیہ مولانا نے رشید علیہ صلی علیہ وسلم کی وجہ سے جامع ازہد و تکریم صبر و قناعت اور
 وسعت اخلاق میں اپنے زمانے میں بی نظیر تھے۔ حضرت الشافعی کی قدس سرہ سے خلافت حاصل
 تھی۔ فیوضِ دیرگاہ کا دارِ محبت وسیع تھا۔ قرآن مجید کی تعلیم کی جانب خاص توجہ کی۔ سادہ و
 کے صفات اور شباب کے اکثر مشقی اصلاح میں تعلیم قرآن کے بہت سے مدارس آپ کی
 سہی و توجہ جاری تھے۔ استغناء زبانی کرنے والے حضرات کا ہر وقت بھروسہ رہتا تھا۔ عرض
 کوئی ہر وہاں کے دونوں سلسلے آپ کی ذات گرامی سے قائم تھے۔ استغناء زبانی کا طریقہ حنفیہ
 الشافعی کی قدس سرہ سے بہت اشہب (مماثل) تھا۔ دارالعلوم کے ساتھ نہایت خصوصیت
 سے تعلق تھا۔ اس کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں غایت دلچسپی سے حصہ لیتے تھے۔

حضرت امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ سے آپ کی نسبت میں حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جس مبارک میں
ماضی کا کائنات جو تار تار میں ایک کرکٹ بیٹ سے شرف ہو گئے۔
حضرت شاہ صاحبؒ رحمہ اللہ علیہ کے کلمات و کلمات کا ایسا خیمہ جلدوں میں ہی نہ ہوا
جسے آپ اور ان کے پیروں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ہزاروں متن کے اس ایک
جہ میں ولایت قرار دیے تھے۔ اخافہ اللہ عینا منی بکا قہر۔

اب تک جو کہ کسی بزرگوارہ سب سید تھی اس اصل تصدیق کی کہ ایک بار آپ فرما
سورہ الزمرہ زشدہ اللہ ولہ۔ مآخا لم شمس تبریزی زشدہ
پناہ پاس سلسلہ عالیہ غفریرہ رحمہ میں داخل ہو کر آپ کے حسب ارشاد شریکات
شروع کر دیے حضرت شاہ صاحبؒ رحمہ اللہ علیہ کی توجہ آپ کی طرف خاص تھی کہ اگر آپ کے لیے
مظاہرہ استقامت فرماتے تھے۔ تشریف لے کر استقامت علیٰ حق تھی۔ تہذیب حق کی کجی دیکھ کر دیکھ کر
بہتر کر دینا تھا۔ اذہدیت سب سے بہتر۔ اور آپ کے کمال و کمال کی انصاف توجہ تہذیب و ادب
برکوں کی ترقی میں اور مینوں کی روں میں میری سہ

اس سعادت بزرگ یازو نیست تا زبشہ خدا کے بخشش
جو کہ ۱۳۹۳ میں آپ نے حضرت خوف سے سرفراز فرمائے گئے اور ہدایت خلق کے لئے
امور پر آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ ثانی سے اور خلیفہ ثالث حضرت مراد
شاہؒ اور ان کے صاحب سارنہویؒ کے سب سے بڑے خلیفہ راہ حضرت مراد شاہؒ و خلیفہ راہ صاحب لڑکی
میں نظام آپ کی وزارت سے شرف ہوا۔ سب سے عظیم کا نور تھے نہایت شفیق اور خدا تھے آپ کے کلمات
سے کلمات اور کلموں سے آپ کے کلام پر ہرگز نہ ہوا۔ نہایت شفیق اور صاحب سارنہویؒ کے خلیفہ راہ صاحب
تہذیب میں جو کہ موضوع بحث نہیں کیا اور نہ ہی تمام کی وجہ سے اس شخص کے گئے آپ کی زنت اور عیب
۱۳۹۴ ملاقا ہوئی ۱۳۱۱ م شہر کو ہدیہ ۱۳۱۱ م شفیق احمد

حضرت امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ سے
بشری ہوئی حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
قادر بن عبد اللہ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
دہری حضرت شیخ محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
بگڑ چکے۔ ان کے حسب حاجت

قادر بن مصور سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت شیخ محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت سید مرادؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت شیخ محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
محمد بن محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت شیخ محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
جلد اسلحہ حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
الکونی حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت سید محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
اسی سلسلہ میں کہ حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
میرزا محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
جو صاحب حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
کلاس میں ایک بزرگ عالم سائنس کو لیں پڑ۔ بہر ہر حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
حضرت شیخ محمدؒ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
عہد میں اس میں کہ حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے
نہایت تھے مگر آپ کے ہر ایک حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امیر معاویہؓ سے

والمقام الاول يوم الدين. بعد از آن گستاخ بنده مسکین دعاگوی، عبدالحییم شاه، سراسوی که همیشه
و شخص بر روی عبدالحییم شاه جلالت آبادی شده جهت بیت ازارت و ولایت و مدد کاوری حاصل کرد
خدمت بیب خلاق سوسرا که از طرف ملک ولایت مشایخ کاوری و قشغریه و قشغریه من نسبت کا محمد بن غفور
به شرف پسر او خدمت صحبت و مجامده و بنا و فقا با سراسه شفیض ادبش نشان کا کوئی بجا
که خدمت بیب قرار دست کا اجازت بدست طلبا دعا و تائید و حیران فاعلین کی وی که بر طرف ملک محمد نسبت
مرد و پسر بنده و ن کر ارشاد فرمایند. ان الله يبارك له في ابدانها و ما منه من الافاق و ما افقيه
و ايها بجلال الله و من عاقبت الاشياكين بين الحس من صلات الله عليه و آله و عاين يارب
الطلمين حرم سراسی که نسبت و شرف شوال الکرم ۱۲۹۳ هجری -

عبدالحسین خان

المحيط

تحریر: امیر خان

تجارت الشعیر

پندگیل و وصلی مقامات عالیہ آپ قلبیت کرائی پر امور ہونے اور حسب اقتدار حضرت
شہ صاحب کرائی ہی میں تو ضمن اعتقاد فرمادے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بزرگوں سے جو نعمتیں حاصل ہوئیں، ۱۳۱۰ھ میں آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ کچھ عمارتیں حضرت قلب مکہ عارف، اللہ حضرت حاجی اسماعیل اللہ صاحب قبرستان اللہ بیروک، دست مبارک پر چلے چلے جا رہے ہیں، مشرف بیت حاصل ہوا اور ان میں سے مشرف حضرت حاجی صاحب نرائن، مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات، دیکھا، عارفانہ۔

[illegible]

192

نور اللہ قادریؒ نے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور علامہ علیؒ سے کئی حجازیہ فیض حاصل کیا، مولانا صاحب مکن فیہ خلع رکھا جو نور اللہ شہیدؒ اور حضرت مولانا انصاریؒ کے مولانا صاحب کا ہاتھ تھا۔ عید الفطر پر بڑی اور حضرت نور اللہ صاحب دیوبندؒ اور نور اللہ شہیدؒ اور مولانا صاحب نے حضرت مولانا صاحب کے ہاتھ سے خرقہ اُتار لیا۔ ان بزرگوں میں سے ہر ایک کے کلمات پر اللہ تعالیٰ کی تفریبات ہیں۔

انقرض اللہ تعالیٰ سے آپ کو اگر پرستندہ کی ک نعت ہے۔ سرفراز فرمایا برتیبہ السکینہ میں حضرت مولانا صاحب کا کلمہ حضرت مولانا محمد امجد علی خان صاحب دہلویؒ کے الفاظ مولانا صاحب میں جبرئیل و جبرائیل کے ہاتھ سے ان کے کتب نے اعلیٰ اور ترقی العلیہما رحمہما پر تقریر فرمائی ہے۔

مولوی صاحب معروف اعلیٰ ترین حضرت پیر و شہرہ حق حاجی شاہ عبدالحق صاحب
سے ہیں میں نے ان کو اپنے سامنے بیٹھ کر لایا اور میرے سامنے ان کو حضرت پیر مرشد علی باغات
بیعت کی دی اور میرے قلم سے شہادت علیت و کمال تحریر ہر کہ نہایت ہوتی تھی زبان و کمال
حضرت پیر و شہرہ حق اعلیٰ خدمت مناس قدر استعداد و ہمت پائی کہ اگر میرے شخص کو ان کی توفیق ہو
اس نے وصل علیہ السلام کا جام پیکھا اور جس قلب تاسیر کی طرف آنکھ اٹھ کر دیکھا اس کو حضرت پیر
بنایا حضرت مرشد و حق کی توفیق خاص کا دم و کمال ان پیر و جدِ اتم رہی اور بیش اوقات میں
خوشنودی کے بعد میں ان کو اپنا خزانہ فرمایا

حضرت رسول اللہ کے ایسے واقعات کے دیکھنے والے اب بھی تیرے وہی کہیں کی کہیں تھے۔
 غالب کا برسوں کا کام چھوڑ کر ابھی جس سبب شہیدیت کو ملے کہ حضرت ملا علی قاریؒ نے انھیں صاحب
 رحمۃ اللہ نے فرماتے ہیں اس کی نقل درج ذیل کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والسابقة للفقهاء والصلاة والسلام على رسوله وآلته
الذين هم شفيع الذين آمنوا بالله جميعا والسلام على مشايخ أئمة الأئمة وأهل الطريقة

انسان کی تحریک سے اس کا زبان اور دودھ نکلنے لگتا ہے۔ یہ کن، بقصوف، و سرفت میں، پانچ لفظ صفت
مصنفین کا کائنات ثبت، دارد و زبان میں، بجز کبک، نہ۔ بجز ترقی سے ترقی کا کوئی ہے۔ یہ اس کا ماحول و ترقی
ہے کہ اسلئے صفت ہی اور زبان میں، بجز کبک، نہ۔ اصل کا، یہی جو صفت ہے وہ سب ترقی میں محفوظ ہے
اسلئے علم کا اس کا، اور زبان کا، یہ اس کا، کبک، ایک، مصنف، نہیں۔

[illegible]

حضرت مولانا محمد علیہ السلام کا مقام قرب کس درجہ عالی تھا اس کی حقیقت علم ذاتی کی بنا پر تو انگریزی خوب جانتے ہیں لیکن وہ شعر و ادب کا مروجہ صانع مبارک و حالات طیبہ پر مروجہ

چونکہ اس تمام سلسلہ میں اندج جو حق علم سے استغفار ہوتا ہے حسب طریق مشائخ ائمہ فاضلین کے
کے کاف کی نہیں ہوتا اس لئے جسے ممکن ہے کہ کسی واقعہ سبب میں برابر حاجی اولاد ملے صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے
سلسلہ سے ظاہر ہی قائم کرنے کا نیز کیا وجہ ہے کہ حضرت شیخ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ کی جانب
سے ہی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فرمائی کہ چونکہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ فاضلین
اولاد میں سے تھے اور اپنے زبانی اس سلسلہ خاں کے شمس ہی تھے ایسے صاحب برایت کے لئے ایسے
شمس سے استغفار غایت و رحمت و رحمتوں میں تھا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال واسرارہ۔

تواریخ محمد بن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں جواب دہ آئے آپ کو قصیدہ بروہی کی اعانت مع
منعنا بیت فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے اس کی باقاعدہ ریاضت کے ساتھ تذکرۂ بھی ہی کو ارسال کر کے
قصیدہ بروہی کی نمائندگی قبول و پذیرا اور کثیر الانداز میں تصدیق و تحسین حاصل اللہ علیہ وسلم کی
بس کہ صفت الامم الجبریتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مگر اس کے خواص کی یہ ہے کہ اس کے رستہ
سب سے عمدہ و بڑا ہوتی ہے اور کثیر الانداز میں اس کی اعانت فرمائی۔

[illegible]

دوسری آنحضرت آپ کی "قطرات" تھیں جو حضرت ولایت علی رضی اللہ عنہ صاحب ثلاثہ علیہ السلام سے بہا کرتی تھیں۔ یہ کتاب اصل میں زبان فارسی تھی جسے حضرت مولانا محمد علی صاحب

بلند ہو کر آیت تہ زمین پر گرا ہے۔ آپ غلام کعبہ فرمایا ان کی نسبت دریافت کیے نسبت پر غلام
ترقیہ نہیں ہوئی۔ آپ میں ہر ایک کی نسبت کی طرف توجہ فرماتے تھے اس کا کھس اپنی پوری کیفیت کے ساتھ
آپ کے مقابلہ پر غور فرمائیے۔ پتا چلتا ہے کہ صاحب نے حضرت مرزا کو یہ انداز گفتگو کی نسبت دریافت کیا کہ
آپ نے فرمایا حضرت مولانا کی نسبت بہت برا ہے۔ تو یہ اور چیز تھی جس پر مرزا نے اعتراض کیا کہ
حضرت مرزا جو مولانا کے شاہ تلمذ نہ تھے بلکہ علیحدہ تہذیب تھے کمال میں نہ آیا نہ آپ میں کیا نہیں
حضرت نے مزید فرمایا کہ وہ دیکھ کر کمال میں بیٹھے ہیں بعض مہاجرین نے سوال کیا کہ حضرت مرزا میں
سب سے اونچی کس کی نسبت ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ابھد میں ایک سید بھی ہیں جن کا بیٹا شاہ نام
ہے۔ ان کی نسبت سب سے بلند ہے۔ ان سے لوگوں کو قیض محبت کم ہے۔ یہاں یعنی صرف مولانا کی آنکھ
دور وادراؤ ایک عورت کو۔

کرنے سے پیشہ نظر میں اس کا یہ غیر متبرک ہونا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مہینے عطا فرمایا تھا۔ بچپن
جو گزرا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا یعنی سے نوازا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کشفیت ہے۔ پس آخری سے لڑا
اور بڑا کلام سے پاک میں اس شاندار الکلام کو سزا ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور آپ کو
حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے عطا فرمایا تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اس کی نسبت میں اس بیان کی
مائید لڑا تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی شاندار ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اس کی نسبت میں اس بیان کی
فرمایا ہے تحریر فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اس کی نسبت میں اس بیان کی
صالحان رحمہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اس کی نسبت میں اس بیان کی
اور اللہ تعالیٰ کے قلب مبارک میں اس کی نسبت ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

در تہنک کہ اوست داتم فرمے
حضرت رحیمہ علیہ السلام کی نسبت یہی کہ لاتین مستشرقین سے ہم کو معلوم ہیں۔ ان میں سے
چند کہ لاتین یہاں بھی مذکور ہو گئے :

ایک دفعہ آپ ایک منکس مرض میں مبتلا ہوئے۔ سب لوگ ڈاکٹر اور تباہی پرستوں نے کہہ دیا کہ آپ کی موت آگئی ہے۔ آپ کا بیٹا بیٹا، مگر یہ ہے۔ ایک دن آپ نے فرما کر کہ میرا کچھ سوا باقی نہ رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب کچھ کا علاج کیا۔ یہ فرما کر کہ میں اللہ کی عیب و خیر حالت کو کہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں نے بتایا ہے۔ سب اچھے ہوئے تھے۔ جبکہ علم اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی ہے کہ میں نے کہا تھا۔ حضرت مولانا نے فرمایا تھا کہ صرف چالیس روز تک میرا یہ سوال کا جواب دیا گیا کہ کیا کبریا کو کچھ دل چاہتا ہے؟ سوال کر لے اس کے لئے جواب نہ دیا جائے گا۔ چنانچہ اس عرصہ میں بہت لوگوں نے دقیق سوالات کئے اور جواب نہ دیا۔ سب نے طعن کیا کہ یہ بہت سے لوگوں کے نفس پر زور کرنا۔ نسبتاً ہمارے کچھ متعلق سوالات تھے جن کے صریح جواب نہ دیا گئے۔ ایک شخص نے ایک برگزینی کی بات دریافت کی کہ آپ نے ملازمین سے کہہ دیا ہے کہ ان کی بات مانو۔ آپ نے کہا کہ میں نے فرمایا وہ سوچنا چاہئے اور

[illegible]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیسری بار اکابر کے ذریعہ آپ کی تعمیرات اور ان کے کسی طرح کے عداوت اور دشمنی پر پیر پڑنے سے روکا، جو یہاں تک کہ باطنی زبانی طور پر بھی تعمیر و تباہی عام اصول کے ماتحت دیکھتے تھے، لیکن آخر میں آپ کا حال یہ تھا کہ تعمیر و تباہی مشکل ہو رہا تھے۔ اچانک تھی۔ آپ کے تصرفات قوی تھے اس کے شہساز اور سب سے بڑے تعلیم یافتہ اس کو مایوس و محزون نہیں کیا گیا۔

اولاً و اہم | حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے جناب حکیم
ہمایوں آغا میں دفتر حکایت پہنچنا لائق

[illegible][illegible]

مفسرِ ولایتیں صاحبِ ہند و شہرِ کمال کے مقتدا اور صالحینِ اصحاب میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۰۶۰ھ کی ہے۔ اس صاحب سے مجبورہ عمر آپ کی ۳۶ سال ہے۔ اے اللہ تعالیٰ آپ کا سرِ خدام پر قائم رکھے۔ آپ نے طبعی کتب، جنت مولانا، جہانِ علیہ سے تفسیر کیا اس اور بنیادِ طلبِ حدیث و تفسیر میں مشغول ہیں۔ آپ کے عینِ صاحبِ جزو سے جنابِ مکیہ نے مظهرِ حسن صاحب کو جنابِ رشید حسن صاحب اور جنابِ حکیم محمد محمود حسن صاحب اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ اس بزرگِ نظامان کے کامیاب و پیار و رحمت قابلِ حال رکھے۔ حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادے ساروی بھی تھے انہما والدین اور نورِ باہر تھے اللہ۔ اول الذکر کا تفسیرِ عینی میں بہت اہم اور بڑی مہربانی ہے۔ صاحبِ نظامان جانی ہی میں عالمِ باطن کی راہی، صوفی و ہمالیہ عربی، اے اللہ تعالیٰ فرمے جس کا اعلائے عبادت و خفا کے بزمِ نیک الطبع عالم سے تفسیر تفسیر، بیادِ کالج دہلی میں بقاعہ حاصل کر چکے تھے اور نہایت صالح تھے۔ فقہِ امامیہ کے فائز امتحانِ صفا و فاضلِ قرآن تھے۔ ان کے ایک صاحبزادے تھے جن کا بیادِ علم جانی تھا۔ بیادِ کمال کا نام قصور اور قضا کو چک لیا۔ چاہے تھے انھوں میں دولت ہوئی اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔ سائنسِ تعالیٰ کو لے کر عمر بخشے اور صلاحیت و تقویٰ کی دولت سے مشرف فرمائے۔ اولادِ ناث میں حضرت احمد علی کے ۳ صاحبزادوں امتدادِ حیات ہیں۔

حضرت روضہ شاہ علیہ السلام کے دربار میں دو مقام کا تعداد بعد ازاں دو مرتبہ ہوا جس میں حضور
ہیں۔ ان میں سے ہر صاحبان ارشاد و تلقا بجز ان میں ان کے اسماء کے گروہ میں منتظر کثرت و تکرار
دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تفصیل کی حالات تحریر کرنے سے تنگی کا سامنا ہوتا ہے۔

خفا! حضرت مولانا روضہ شاہ علیہ السلام کے شاگرد اہل اور با نقیضین علامہ اصغیر حضرت حاجی مراد بخش
ساحب دست فیوض میں ہیں۔ جن کا بہت نامہ بعض حکماء حضرت اقدس بعد از تحریر و بار اللہ تعالیٰ آپ کا

علاء حضرت علیؑ سے حب مدنیہ فرم گیا نہ کہ آزاد اور اس سبب اکابر میں سے ابی اس وقت آپؑ کی عمر پختہ

دو ایک شنبہ پر نصف النہار دو چہرہ قدسی رفت نزدیک کار

دو چہرہ پاکش داخل غلبہ حسن شدہ برجم صفت رب زمین

۲۲ ۶ ۱۹ ۲۳ ۱۳

اس شعر کے مصرع اول سے سن عیسوی اور مصرع ثانی سے سن ہجری نکلتے ہیں۔

اشتقاقی احمد علی دہلوی ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء

حضرت حاجی مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب

نے ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۸۳۹ء بمقام دوشنبہ کمال میں وفات پائی حضرت مولانا عبداللہ شاہ قدس سرہ کے تلامذہ مبارک کے قریب پائیس کی جانب سربراہان کے چوکے عوام کے سوسے تلامذہ کی

حافظہ علی صاحب خلیفہ حضرت مولانا عبداللہ شاہ کی عمر تقریباً اس سال کی ہوگی جب ۱۱۶۱ھ کے تقسیم میں وہاں سے ہجرت کے دوران میں آپ گولی سے شہید کر دیے گئے۔

حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کے خلعت اکبر قدوسی جناب حکیم محمود الدین صاحب کی وفات ۱۲۶۱ھ میں ہوئی۔

اشتقاقی احمد علی دہلوی ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء

صاحب تھے جو تحصیل کمال کے رہنے والے تھے۔ اشارتاً مولانا عبداللہ شاہ صاحب کے گھر سے رشتہ تھے ایک مدت تک نقاب پوش رہے۔ پانچویں خلیفہ آپ کے حضرت مولانا زین العابدین صاحب تھے۔ کلاصل وطن ساڑھے شعلہ آباد شاہ بعد ازاں انہیں جگہ دی گئی۔ انعامت گزشتہ جو رہے۔ انہیں آپ کا عادت ہاں حضرت سائیں کوئی شاہ انباری رحمۃ اللہ علیہ۔ امارت رکھتے تھے۔ آپ کے مرزا و حضرت مولانا حضرت امارت حاصل کی اور معرفت بخلافت ہوئے۔ چھٹے خلیفہ آپ کے بیرونی مراتب حل صاحب تھے جن کا وطن مبارک کیتل ہے۔ برائے خلیفہ آپ کے حضرت مولانا عبداللہ صاحب تھے نقاب پوش ہوئے۔ اس صاحب خوارق و مقامات تلامذہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ سے خاص افس تھا۔ ایک عمر تک آپ پر جذبہ کاغذ اور اس حالت میں مختلف مقامات پر گشت کرتے رہے پھر سولہ میں آئے۔ اب ایک عمر صریح قریبیت میں قیام فرما رہے۔ حریک مقام بنور سے قریب ہے جو حضرت سید اکرم نبوی رحمۃ اللہ علیہ کے انساب کی وجہ سے کافی شہرت رکھتا ہے۔ یہ قریب ریاست پٹنار کے شہادت میں سے ہے۔ اصل وطن آپ کا کلاصل موضع سے کھڑے ہے جو انبار کے شہادت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر تادئم رکھے۔

واقف الحروف پر شفقت فرماتے ہیں۔

وفات اولیاء اکرام علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ کی وفات غار میں گاہوں میں موت ہوئی ہے۔ ایکس چشم حقیقت میں سے دیکھ کر موت نہیں بلکہ یہ قربانیاں تھیں کہ ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔

برگزیدہ وہاں کو دانش زید شہ شوق ثبت دست بر جریہ عالم و امام اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بقائے دارم کا مرتبہ برزگیشہ ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۹ء

کو طافریا جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم نے آپ کی وفات کے محتاج کیا شمار نہیں کرتے تھے اس میں کے دو شعر مناسب تمام لکھتا ہوں۔

دکرمندوستان میں مختصر سب ایک قند نمودار ہوگا تم ضرور اپنے وطن واپس چلے جاؤ
اگر بغرض تم ہندوستان میں غامض بھی بیٹھے رہتے تو وہ قند ترقی دے کرے گا اور ملک میں
سکون رہے گا۔

خواجہ صاحب اعجازی صاحب کے اس کشف کو قند کا دانی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے
اور کہہ کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو اس قند کی مخالفت کا حکم
دیا تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے اپنی زبان اور اپنے قلم دونوں سے قادیانوں کے عقائد بطلان
کی پرورد ترویج کی۔

خواجہ صاحب شریعت جو عالم تھے۔ ان کے عقائد ان کی بلند فکری فکر و وسعت
معارف کے بہترین ائمہ و اہل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے خاص عقیدت رکھتے تھے
اور فرمایا کرتے تھے:

”کلمات شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مرحوم بعد غایت کمال رسیدہ اند۔ وہ علم کا
پہلی نظیر خود خود گذشتہ اند“

شیخ اکبر کے نظریہ وحدت وجود پر جو حیران کن حاصل تھا اس کی اس صدی میں نظیر
نہیں ملتی خصوصاً حکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے اور اس کے اسرار و رموز کو خوب سمجھتے تھے۔
علامہ اقبال نے ایک مرتبہ شیخ اکبر کے فلسفہ کے متعلق ان کو ایک خط لکھا جس میں ان سے عقیدت و
ارادت کا اظہار اس طرح کیا تھا:

لا سہو۔ ۸ اگست ۱۹۲۳ء

مخدوم و کم حضرت قبلہ

اسلام علیکم۔ اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک ملت سے ہے تاہم اس
سے پہلے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اب اس محرومی کی قافی اس عرصہ سے کرتا ہوں

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گجڑوی

خواجہ شمس الدین ایاز کی خلفاء میں پیر مہر علی شاہ صاحب ایک امتیازی شان
رکھتے ہیں۔ انہوں نے موجودہ دور میں نہ صرف اشیاء تصوف کی کوشش کی بلکہ بہت سے
عقائد باطلہ کی تردید میں بھی سرگرم رہے۔

خواجہ صاحب کا سلسلہ نسب ۴۴۰ پیش میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے
جاملتا ہے۔ ان کی کافی حضرت مخدوم جانیان کی اولاد سے تھیں۔ خواجہ صاحب کے والد ماجد
سید ظہیر الدین شاہ نے اپنے بیٹے کی ابتدائی تعلیم و تربیت نہایت ہی جگر سوزی کے ساتھ
کی تھی۔ خواجہ صاحب خود بہت ذہین اور با شوق تھے۔ مثنوی سی عمر میں علوم ظاہری سے
فارغ ہو گئے اور دس و قدیس کا کام شروع کر دیا، پھر حجاز چلے گئے۔ وہاں ایک عرصہ
نیک رہنے کے بعد واپس آئے اور اصلاح و تربیت کا چنگا مرہ پا کر دیا۔

مکہ منظر میں ایک دن وہ حاجی امجد اللہ صاحب مہاجر کی کئی خدمت میں حاضر
تھے حاجی صاحب نے نہایت اصرار اور تاکید سے ہندوستان واپس جانے کا مشورہ دیا
اور فرمایا: ”ہندوستان مختصر سب ایک قند نمودار کنڈا مشا ضرور و ملک خود واپس بروید و اگر بغرض
شاہ ہند غامض شریعت شہید کا ہم آہن ترقی نہکند و در ملک آلام ظاہر شود“

نوحی رومات سے خواہر صاحب کو بڑی نفرت تھی۔ ان کے ملفوظات میں چکر بکر
اتباع سنت نبوی کی تعین ہے اور بتایا گیا ہے کہ سہاراؤں کے لئے شریعت نبوی کے ابتداء
سے بڑھ کر کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔
خواہر صاحب کو شعر و سخن سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی لیکن پھر بھی شعر و غزل کہہ لیتے

تھے ان کی ایک غزل غزل ملاحظہ ہو۔

صبا نظرہ خبر نگ موش غناز کشف نازہ مشکین بروستہ اہل نیاز
کسیم گدائے درمغلی کو تھ دست کجا این خایہ عطری و قصہ ہائے دراز
قوی کہ زورہ صنعت را با آسمان بروی چکر بکر تو گوید کینہ بندہ نواز
عرض دائے نیاز است در زعجت نیست کمال شہرست شہور را بجنر ایاز
ربین ساقی چشم کہ جبر و بختشاند ز جام چہرہ ترکان موشی جہاز
بر بزم باغ فردوس باغ نیریز فروزند مساع نامہ محتاج چہ چچ و صوم و نماز
راز پر خفاں راز ہائے سربستہ است فغان راز و اعظافوں ہیں کیا است حرم لاف

اگرچہ حسن توازن و ترغیر مستغنی است

من اک نیم کہ از ایمان خویش آیم باز

حالات زندگی آپ یکم رمضان المبارک بروز پیر ۱۵۰۵ھ کو گولڑہ شریف ضلع
راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا اسم گرامی پیر سید نذر دین شاہ تھا جنہی سے تھے
ابتداء کی تعلیم اپنے گولڑہ شریف میں حاصل کی، عربی، فارسی اور صرف و نحو کا خوب

گوچھے اندیشہ کہ اس خطا کو جواب کہنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ بہر حال
جناب کی وصیت اخلاق پر پھر دہرہ کرتے ہوئے یہ چیز یہ طور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ
اس وقت ہندوستان ہرمیں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے
کھٹکٹا یا جائے۔

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حفصہ مجدد الف ثانی پر ایک تقریر کی
تھی جو وہاں کے ادافناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی اب پھر اصرار جائے گا
قصہ ہے اور اس سفر میں مشہور شیخ الدین ابن عربی پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ نظریہ حال
چند امور دریافت طلب ہیں۔ جناب کے اخلاق کی کیا نسبت ہے بعد نہ ہوگا اگر ان سہولت
کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

۱۔ اول یہ کہ حفصہ شیخ اکبر نے تعلیم حقیقت زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور کون سے متکلمین
سے کہاں تک حقیقت ہے۔

۲۔ یہ تعلیم شیخ اکبر کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں اس سوال
کا مقصود ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکیں۔
۳۔ حضرت عوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقت زمان پر بحث کی ہو تو ان بزرگ کے
ارشادات کے نشان بھی طلب ہیں۔ مولوی سید انور شاہ مرحوم نے غفور نے مجھے عراق
کا ایک راز مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا رازۃ الزمان جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا
میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس لئے مزید تحقیق کی ضرورت
ہے۔
مخلص محمد اقبال نے

۱۔ علامہ طریقی احمد نظامی: بحوالہ ملفوظات۔ ص ۱۳۴

۲۔ علامہ طریقی احمد: تاریخ مشائخ چشت: لاہور ۱۹۰۵ء

۳۔ علامہ طریقی احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت: لاہور ۱۹۰۵ء بحوالہ قبل اسر ج ۱ ص ۱۳۴

منا۔ ہندوستانی سے تاریخ التفصیل پر کراچی میں پہنچے تو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظام میں حضور
خواجہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے اور بعد میں ان سے مجاز
ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ صاحب کے آخری خلیفہ ہیں۔

۱۲۰۵ھ کا زمانہ آپ کے جذب و ساحت کا زمانہ ہے۔ اس دوران میں
مدرسہ بھی کی ریاست بھی کی مختلف مقامات پر مجاہد بھی کئے۔ ۱۲۰۷ھ میں سفر حجاز
میں آیا۔ وہاں حضرت حاجی امداؤ اللہ مبارکی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شرکت کی۔ اسی
موقع پر حضرت حاجی صاحب نے آپ کو اپنا سلسلہ چشتیہ مبارک بری عنایت فرمایا، جس پر آپ
نے ان کی عنایت کا شکر ادا کیا۔

آپ فرماتے تھے کہ ”جب میں عرب شریف سے واپس آیا تو ایک مدت کے
بعد دورانِ شہداء شہیدان پاک تین شریف کے تقاضا پر سلسلہ چشتیہ مبارک کے ولایت
انہیں تفویض کئے۔ اس وقت حضرت حاجی امداؤ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس علیہ کی حکمت معلوم
ہوئی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ ”عرب شریف کے قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی
آیا کہ مجھے اسی جگہ داخل اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر حاجی صاحب نے راضا فرمایا
کہ ”پنجاب میں منقریب ایک ایسا فتنہ موزار ہوگا جس کا نتیجہ باب صوف آپ کی ذات سے
متعلق ہے۔ بلا آپ پرچہ میں یہ تحقیق کہلی کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔“

سندباد شاہ (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۳۵ھ) سندباد شاہ پرفتنہ فرماتے ہوئے ایک عالم کو ارشاد
کے رنگ میں لگا دیا۔

ترجمہ برزائیت: آپ نے غلطی بہت غلام احمد قادیانی کے خلاف کامیاب قطعی اور سانی
جما دیا۔ حتیٰ کہ اس زمانہ پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی جانب سے مشفقہ طور پر آپ ہی قائد
تسلیم کئے گئے۔ اور غلطی بہت مناظرہ کا پیشہ دے کر بھی سائنس آ کے اور آپ کی عنایت

کی تعلیم مولوی غلام محمد الدین پھلوئی سے واپس حاصل کی۔ پھر بمبئی کا طریقہ کیمیا پر
میں مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں ارشاد سالانہ کتب شامل رہ کر سائنس فلسفہ طبی
اور فرائض اصول کے دریا نہ سباق کی تعلیم حاصل کی۔ پھر انگریز سرگودھا میں کچھ عرصہ
تک مولانا سلطان محمود صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ موصوف کی بیعت حضرت خواجہ شمس الدین
سیالوٹی کے ہاتھ پر تھی اور وہ سال میں کئی بار اپنے رشد کی خدمت میں حاضر می ویا کرتے تھے
آپ بھی اپنے استاد حضرت مکی سمیت میں حضرت سیالوٹی کی خدمت میں جایا کرتے اور وہ بھی
آپ پر شفقت فرمایا کرتے۔ آخر سلسلہ چشتیہ میں انہیں سے بیعت کی۔ انگریز سرگودھا
میں بھی اثر معانی سال تک پڑھتے رہے۔

اعلیٰ تعلیم ۱۲۱۰ھ کے قریب اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے ہندوستان کا رخ کیا اور
مولانا الطاف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں رہ کر پندرہ سال تک اعلیٰ کتب کا درس لیا اور
بعد میں ان سے سند و اجازت حاصل کی۔

سہارنپور میں پھر سہارنپور میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپور سے کتب حدیث
بخاری و سنن چھ کر ۱۲۱۵ھ میں سند حاصل کی۔

تدوینی خدمات [از وقت علوم کے بعد واپس وطن اگر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا
مدرسہ سے طلبہ اگر آپ سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھتے تھے۔ ۱۲۱۵ھ تا ۱۲۲۰ھ
تدوینی خدمات انجام دیں۔

اسی دوران میں آپ کی شادی اپنے ننیالیال میں سید چراغ علی شاہ کی دختر نکاح
سے ہوئی۔

حضرت سیالوٹی کی خدمت میں قیام انگریز سرگودھا کے دوران اپنے استاد مولانا غلام
سلطان محمود صاحب کے ہمراہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوٹی کی خدمت میں جانے کا معمول

تو بد مزاجیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان میں "سبع چشتیائی" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

تصانیف ۱۔ تحقیق الحق فی کلام الحق (فارسی) ۱۹۹۷ء میں لکھی گئی۔ ۲۱۹۲۲ میں فارسی متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے۔ ۲۔ شمس الدائرۃ فی ثبات حیات المسیح ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۱ء میں لکھی گئی۔ تادیبی تحریک کے زور میں ہے۔ ۳۔ سبع چشتیائی ۱۳۱۹ء/۱۹۰۲ء میں لکھی گئی۔ مزاجیت میں آپ کی رے کوثر اللہ القسینیت ہے، بھارت ۱ سے آپ کا علمی شاہکار قرار دیا ہے۔ ۴۔ اعلیٰ لکھنؤ اللہ فی بیان ما حصل بہ فیہ اللہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں لکھی گئی۔ ۵۔ اللغات الصمدیہ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۹ء میں لکھی گئی۔ یہ نیز قلعہ دین کے دس سولات کا جواب ہے۔ ۶۔ تصفیہ مائیں حق و شیعہ حق ۱۔ ۷۔ تادیبی نعرہ ۲۔ آپ کے تادیبی مجموعہ ہے جو ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا۔

شاعری آپ اردو، فارسی اور پنجابی کے شاعر بھی تھے۔ جب بھی چاہا ان زبانوں میں لکھ لکھایا۔ کلام سے علوم جڑتا ہے کہ آپ ان زبانوں میں بے انتہاء لکھ سکتے تھے یہاں خطوط کے جواب میں جواب دہنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ اصل لکھنا نہیں۔ ۱۹۱۲ء میں کس سلطان کوئی فواد نے آپ کی خدمت میں بیانی کسی پریشانی کے متعلق ایف اے ارسال کیا اور مائیں پریشانی سے گر چارہ مرے زخم جگر کا نہیں کرتے اچھا ہی کہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے

آپ غلام کے جواب میں لکھا کہ

اس چشم سیاہ و مری پر بحر و فتن سے سلطان کی اگر انھیں تو اچھا نہیں کرتے
بے ساختہ تھا زخم مگر نوک برف سے پھر شکوہ ہی کیا ہے کہ وہ چاہا نہیں کرتے
کہ دیر سے بھلا کیلے کوئی میر مرے سے "اچھا ہی کہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے"
چہ تر و وفا طسوز واد الی عیا کی ہرگز نہ کہیں گے کہ ہم اچھا نہیں کرتے

ایک مرتبہ خواجہ کلام الدین تونسوی نے آپ کے صاحبزادہ جناب البرجی صاحب کو خط میں یہ اشارہ کر دیا ہے۔

۱۔ وہ وعدہ فراموش کر لیں کیوں شکایت تو نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم زخمت
بہروں کا کہی تجھ کو نہیں تار قیامت گریز نہیں ہم تھے تو کیوں ترواؤ لغت
خفے زلزلہ شستی و مراد و ذکر کی
گاہے بہ زبان قلم شاد و ذکر کی

برجی صاحب نے یہ خط آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جواب کے لئے یہ اشارہ لکھوا دیئے۔

ہوں وعدہ کا پکا ذکر میری شکایت میں نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم زخمت
بہروں کا کہی تم کو نہیں تار قیامت ہے یا مجھے آپ کی ہر نظر برا لغت
ہے یا وصفت دل کی نہ کافہ نہ قلم کی
حبیب یا ہودا میں نہیں جاوے ہے قلم کی

قاضی سر بلند خان پشاور سے نوش لکھی فرما کرتے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ آپ کو بلا لکھنے خیال نہیں۔ مدت ہوئی یاد نہیں فرمایا جواب میں صرف ایک شعر تحریر فرمایا۔
خاکساروں سے خاکساری ہے سر بلندوں سے انکسار نہیں

قاضی صاحب نے جواب دیا ہے

خلو ہر خوش میں سر بلند ہے آج حضرت میر شاہ کو خیال نہیں
اس کے جواب میں فرماتے ہیں

شاعری میں بھی سر بلند ہے غافل بھی یہاں بکا نہیں
مہر اور میر پر مہر کیا معنی؟ جمیع اصدا و تاگوار نہیں

تدریس خدماتِ اولیاد کے انتقال کے بعد ملازمت پر تہرہ تر لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حکمرانوں میں ڈپٹی اسپیکر متقرر ہوئے۔ جب دارالعلوم قائم ہوا تو حضرت مولانا نانوتوی نے صدر مدرس کے لئے دین بنظرب فرمایا۔ سر خداجیر میں ڈپٹی سوریہ کے کارکن قدر مشاہدہ تھا۔ مگر آپ نے کہا کہ اب انشاء فرماتے ہوئے دارالعلوم کے ۲۵ روپے ڈاکٹر کاس پر ترجیح دی اور دارالعلوم میں درس حدیث جاری فرمایا۔ آپ دارالعلوم کے سب سے پہلے شیخ الحدیث ہیں۔ ۱۹ سال کی مدت میں ان کا علم نے آپ سے علومِ نبویہ کی تکمیل کی، جن میں مولانا عبدالحق پور کاشوی، مولانا حیدر شاہ انیسوی، مولانا فتح محمد عثمانوی، شیخ احمد مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا فیصل احمد انیسوی، مولانا اختر احمد دیوبندی، مولانا فخر الحسن گلگڑی، مولانا میکہ مسعود علی خاں ملو آبادی، مولانا مفتی عزیز الحق دیوبندی، مولانا شریف علی عثمانوی، مولانا احمد کھنکھن کھنکھن دیوبندی، مولانا مولانا حبیب الرحمن عثمانی رحمہ اللہ، سید شامیر اور دیگرانہ عصر ملکہ شامل ہیں۔

مولانا محمود یار صاحب دارالان کے تلامذہ کے فیضِ تلمیذ کو دیکھتے ہوئے شاکر رہے۔ ہائے قرقہ کھانا لکھنؤ کے راج چند دستان پاکستان، افغانستان اور وسط ایشیا میں جس قدر علم اور موجود ہیں وہاں قریباً سب کے سب اسی خزانِ علم کے زرارہ ہیں۔ دارالعلوم میں ان کی حدیث کے ساتھ فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا۔

مولانا قادیان محمد طیب کا بھی تحریر فرماتے ہیں:

دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر سب سے پہلے شرفِ مولانا عبد القرب بن عبد نانوتوی قدس سرہ فاخر ہوئے۔ ان کی جامعیتِ علومِ مذاہرہ و باطنیہ کے سبب شاہ عبدالغفور فرماتے ہیں کہ ان کے جانتے تھے۔ آپ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء سے برج الاول ۱۳۰۴ھ/۱۹۸۷ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

سید محبوب عثمانی نامیچ دارالعلوم دیوبند، دہلی ۱۹۷۱ء

سے۔ مولانا قادیان محمد طیب نامی، دارالعلوم، دہلی، ۱۹۷۵ء

مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدیقیؒ

آپ استادِ انصار مولانا ملک علی صاحب کے فرزندِ دہدہ اور مائے ناز شاگرد تھے۔

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء تا ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء تک پشاور اور ملتان کے مدرسے میں تدریس کی۔ وطن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دہلی میں والدین کے علوم سے تلمذ اور کنگھل کی۔ علمِ متزلزل و متزلزل میں اپنے والدین کے مثل تھے۔ نوین نہایت رسا پائے تھا اور حق تعالیٰ نے علیہ السلام کا سمیت عطا فرمائی تھی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بہت قریب کا تعلق تھا اور خود تحریر فرماتے ہیں:

دھیر کے اور دیوبندی صاحب، (محمد قاسم نانوتوی) کے علاوہ قریب سب کے بہت سے روابط تھا۔ ایک مکتب میں پڑھا۔ ایک وطن ایک نسب و ہم زمانہ۔ ہونے ایک استاد ایک وقت میں علم حاصل کیا اور اس کے آں میں مولانا سے بھی پڑھیں۔ ایک سیر کے سیر ہونے اور تدریس میں ہم غربت اور ایک زمانہ واز تک ساتھ رہے۔

تجربہ کار احمدی شرافت آپ نے جس شاہ عبدالغنی صاحب سے طریقی سے سیکھتے تھے وہ حضرات غرضیکہ تمام فنون میں آپ اپنے دونوں ساتھیوں مولانا شہید احمد گلگڑی اور مولانا احمد قاسم نانوتوی سے کم نہ تھے۔ ذکارت اور فہانت اور کمالی نے بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ اس پر پورے ملاحظہ و علم کا یہاں تا مشرق تھا۔

لے مفتی حفیظ الرحمن بیکرہ مشائخ دیوبند کراچی - ۱۹۲۲ء

دور شریا جا آجے تھنایت میں تین رسالہ ان کی نگارش میں۔

سوانح کا بھی، اگرچہ بہت مختصر سوانح حیات ہے، گزراں اور ایمان اور مہلت و واقعات کے لحاظ سے بہت قابل تہجد ہے۔ ان کا دور جو مجموعہ کتابت بیوقوفی ہے جو یہ خطہ پر مشتمل ہے۔ ان میں وہ سادگی و دھاروں کی کامل مسائل شریعہ کا دور و طریقت و مسوک کا دور و اصل بیان کیا گیا ہے۔ بحیرہ مجموعہ باغی بیوقوفی ہے۔ یہ سفر شریعہ کے حالات، کتب احادیث کی رسائیدہ مشقوات اور اور حلیات و غیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ جو یہ ہیں، جسے روح میں تھنایت مولا اور شرف علی خاں شریعی نے دونوں مجموعوں پر حسب صورت تراشی تحریر فرمائے ہیں۔

علامہ حکیم محمد علی گھنوی لکھتے ہیں: "شیخ بہت بڑے عالم و محدث بیوقوف بن ملک علی صلیح خضفی خان قزوینی جہند کے نامور اساتذہ میں سے تھے۔ ۱۲۰۲ ہجری ۱۸۱۷ء قزوین میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور فارسی کے مختصر و بکلی طریقت پھر ۱۲۵۱ھ کو لاپٹ والد کے ہواہ دینی چلے گئے اور انہیں متروا اور مشغول کیا کہ ان میں طبعی پھر چلا اور اخیر میں درس و تدریس کی ۱۲۰۰ھ میں چارہ ستر سالہ اور بچہ زبانیت سے شرف بہرے۔ جب بڑا ہوا تو اس کے تھوڑے عارفانہ زمین میں تدریس کرنے کے اور دولت انہوں میں پڑھا رہے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں کا کوئی شمار نہیں۔ دو ہجری ۱۲۴۴ھ میں حجاز کا سفر کیا اور حج و زیارت سے شرف بہرے۔ وہاں حضرت حاجی امداد اللہ خان قزوینی صاحب کی صحبت میں رہے۔ نامور اور فاضل اساتذہ میں سے تھے۔ فقہ اصول و حدیث اور فطو اب و سب میں مہارت حاصل کیا۔ شریعی مذاہب بھی سمجھتے۔

فرار اناتو میں باغی نویں سب طرح آپ کا مزار ہے۔

علامہ سید محبوب گھنوی تاریخ دارالعلوم دیوبند: دیوبند ۲۰۰۲

علامہ حکیم سید عبدالحی، نزہۃ الخواصر کاچی ۱۹۰۶ء ۱۳۲۵ھ، رحلت سے امداد

تہ: تاریخی فیوض الرحمن، مشاعر علامہ دیوبند، لاہور، ۱۹۶۹ء ۱۳۸۷ھ۔

علامہ حسین اور شریعتی ان کے تاریخی نام ہیں۔

نویں الحی ۱۳۰۶ء ۱۸۹۱ء میں خرقہ مولانا ملک شری خان شال جو گیا، اس کے ایک سال بعد تک و ملی میں قیام رہا۔ بعد ازاں انہیں کے گورنمنٹ کالج میں ان کا تقرر ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کو کو روپے ماہوار پر بنارس بھیجا گیا۔ وہاں سے ٹیڈر سورج پل کے خانہ پر چلی انکسپلر بنکر سمان پور میں تقرر ہوا۔ میں خند کا واقعہ پیش کیا۔

۱۳۰۶ء ۱۸۹۱ء میں دیوبند تشریف لائے اور یہاں صدارت مدرسہ کی میں مندرجہ فائز ہوئے دارالعلوم کے پہلے شیخ الحدیث تھے۔ ان کے فیض تلمیذ و تربیت نے بہت سے ممتاز علماء پیدا کئے جو کامیاب علم و فضل کے آفتاب و مہتاب بن کر چکے۔

حضرت مولانا سید یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہر فن میں ماہر ہوئے کے علاوہ بہت بڑے صاحب باطن اور شیخ کامل بھی تھے۔۔۔۔۔ یہ حال تھا کہ تفسیر سابق ہو رہا ہے، آیات کا سلسلہ بیان فرما رہے ہیں اور انگلیوں سے زار و تھکانہ سوا رہی ہیں۔

حضرت مولانا سید یعقوب نے حضرت حاجی امداد اللہ خان قزوینی کے مسوک و معرفت کے متکاٹے کے تھے۔ کافر مذہب و کینت کی حالت طاری رہی تھی، دنیاوی علما کی جانب ملحق توجہ نہ تھی۔ انہوں نے جو خطوط اپنے ایک مرتبہ منشی محمد آغا نیا گئے کہ ہم گئے ہیں وہ مسوک و معرفت کا مرقع اور حقائق اسفوت کا دستور العمل ہیں۔ سادگی کے لئے ایک جامع ہدایت امر ہیں۔ ان خطوط کا مقصد و حیات اتباع سنت اور اطاعت خند و مذہب اور سب سے آپ کو دعائیہ لیبیب تھے، اسی طرح اراض ظاہری کا بھی حجاج کرتے تھے۔

آپ نہایت خوش، شیع، خوش خلق، خوش خوش و خوش گھنگو تھے۔ بڑے سادہ کمال و کاشفات تھے۔ مولانا سید یعقوب شاعر و شاعری سے ذوق رکھتے تھے۔ مگر تم تھنیں تھا یہ لاکھا فارسی اور اردو کا بیان شریعتی میں راجع ہے۔ اشعار میں قدرت کا ہم کے ساتھ سوز و گماز اور

مولانا قاضی محمد الیدین خان مراد آبادیؒ

حضرت مامونؒ کے مخصوص تلامذہ اور جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ ریاست جہوپال میں تشافہ کے عدسے پر فائز رہے۔ دروازہ دارالعلوم میں ان کی نسبت کا ماحول ہے کہ:

”جناب قاضی محمد الیدین خان صاحب مولانا باذن رکھیں مجلس شریعیہ دارالعلوم نظام آبادیہ و انوارات حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ کے قدیم تلامذہ میں سے تھے اور حضرت مامونؒ کے مخصوص لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ عرصہ دراز تک ریاست جہوپال کے مدرسہ قضاہ پر فائز رہے۔ نہایت دانا و ارشد شخص کے ساتھ عمر بھر ملحقی فرمائی ہے۔

ان کے والد ماجد بہادر شاہ ظفر کے صاحبزادے میں سے تھے حضرت مامونؒ سے ان کو ارادت حاصل تھی۔ حضرت مامونؒ نے شامی کے محرک میں انھی کے ذریعے سے بہادر شاہ ظفر تک اپنی تباہ و برباد ہونے کی تمہیدیں ۱۲۱۴ھ میں دارالعلوم کی مجلس شریعیہ کے درکن مستقب ہوتے اور آخر تک مجلس شریعیہ کو اپنے تہمتی مشوروں سے مستفیہ فرماتے رہے۔ ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی۔“

مولانا حکیم سید جمالؒ کہتے ہیں:

المشیخ الفاضل عبدالرحمن بن عناية الله الخنفى المجهوى الامرووى
احدا العلماء المبرزين في الفقه والحديث (واصله من سند يله من النسبة
ينتهي نسبها الى سيدنا ابي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه)
كر شيخ فاضل جليل على من مناصب الله خفي بسوى امدوى فقهه عديت كسركه عى من تھے اور اصالہ
سند پر کہ تھے اور ایسے فاضلین سے تعلق رکھتے تھے جس کا سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے جا ملتا ہے۔

”مولانا عناية الله سند یونى ۱۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ سند یونى آبی وطن مشاہیر شباب میں
کثیرا ذکر کرتے ہیں کیسے کنونت اختیار کر لی۔ یہاں دور ریاست جہوپال کی طرف سے مخالفہ حجاج تھے۔ یہاں
میرزا قاسم مامونؒ، مولانا ارشد، مولانا محمد قاسم، مولانا محمد یعقوب، مامونؒ، مولانا عبدالحی فرنگی علی اور نواب
صديق حسن خان وغیرہم سب سے کرجا تھے وقت ان کے اہل مشرتبہ تھے۔ ان کا ۱۲۰۵ھ میں یونى میں
اشغال ہوا۔“

اولاد: میں میں فرزند موزن عبد اللہ، مولانا حافظ جلیل القدر، مولانا اور حافظ جلیل القدر
ایک دفتر میں جو عبدالعزیز مامونؒ کے کمرے کے کچھ میں مقیم تھے۔

ان کا انتقال یکم رمضان ۱۳۲۲ھ کو مکہ منظر میں ہوا ان کے جنازے کی نمازیں خانہ
الہ ہندوستانی مبارکین نے بہت بڑی تعداد میں شرکت کی تھیں

قاضی مرتضیٰ حسین حیدر آبادی

اعلا ساریں کہتے ہیں: قاضی قاضی حسین عابد حیدر آبادی دکن کے رہنے والے تھے۔ ان کا خاندان
قاضیوں کا خاندان کہلاتا ہے۔ ان کے والد بھی حسین تھے۔ ان کے ایک مقام کے قاضی تھے۔ ان کے والد
موسیٰ قاضی حسین۔ یہاں میں یہ خاندان کے کوٹھڑی کے چلے گئے تھے۔ مولانا عبدالمجید میں حکومت اقتدار کی
ان کے والد نے حضرت حاجی امجد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ جب کہ منظر میں یہ بیعت تو اپنے صاحبزادے
قاضی حسین کو ہی حضور علیہ السلام کی صاحبزادے سے کرنا چاہی۔ صاحبزادے نے فرمایا کہ اس کا اور صاحبزادہ
بھی ہم شریعت میں حاجی صاحب کی مجلس میں روزانہ شرکت کرتے تھے۔ جس میں شریعتی شرافت کا درس ہوتا تھا
عابد صاحب ہم شریعت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ پیری پڑھنے کے ساتھ حکمت بھی کرتے تھے۔ یہ سلسلہ
جنتین گئے جاری رکھتے تھے۔ جس میں ان کی معاشی حالت بہت اچھی ہوئی تھی۔ ان کی والدہ اور والد
بہت منورہ چلے گئے تھے۔

قاضی قاضی حسین شہر بھی تھے اور مولوی حبیب الرحمن کاظمی لکھنؤی کو اپنا کام کرتے
تھے۔ ان کو بنال اپنے پیر و مرشد حاجی امجد اللہ صاحب سے عقیدت تھی وہاں اپنے استاد مولوی
حبیب الرحمن سے بھی محبت تھی۔ روزانہ ہر روز کوئی کے ان حاضر فرم دیتے تھے۔

لہذا اس سے ظہر ہوتا ہے کہ آپ کو بہت کرنے کی اجازت تھی۔ شہر تو پیری پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھے
ہوئے تھے۔

حکیم صاحب ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۱۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ حکیم صاحب کے نام حضرت حاجی صاحب کے سوا گرائی ناث احمد اور مشتاق کا جڑ ہیں۔ ۲۴ رمضان ۱۲۱۲ھ میں وفات پائی۔
حدیث گنگوہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں،

”البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپور نے ۲۴ رمضان کو اس دنیا سے انتقال کیا۔ انا کشتہ دارا الیہ را جعون اور ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔“
حکیم ضیاء الدین صاحب رامپور شہیدانِ شعلہ سہارنپور کے رہنے والے تھے حضرت حافظ خاں شہید سے بیعت تھے۔ بعد میں حضرت حاجی صاحب سے اصلاح کا تعلق پیدا کیا اور ان کے خلیفہ بنائے ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے ہیں۔

مولانا حکیم ضیاء الدین بن غلام محی الدین رامپوری

ان کے جدا جدا عہدہ پناہ گیری میں سہارنپور، گراں آباد، پورے، پھر رامپور آ گئے تھے۔ وہ ہیں ۲۴ رمضان ۱۲۱۲ھ / ۲۵ اپریل ۱۸۹۷ء میں حکیم ضیاء الدین کی پیدائش ہوئی۔ حکیم صاحب بلند پورہ عالم اور طاقی بیسیب تھے۔ ان کے محدث گنگوہی سے پہلے سے بہت دیر سے انور پور کے کتب خانہ میں تھے۔ محدث گنگوہی ۱۸۵۵ء میں وارنٹ جاری ہو جانے پر گنگوہی سے رامپور آ کر حکیم صاحب کے مکان میں مقیم ہوئے تھے۔ وہیں سے حکیم تمام علمی و فنی کی چیزیں برقرار ہوئے۔

حکیم صاحب نے حضرت حافظ خاں شہید سے بیعت ہو کر استفادہ پائی کیا اور خلافت حاصل کی۔ ہمیشہ حافظ صاحب شہید کے ساتھ مشائخہ میں رہے۔ حافظ صاحب نے صحبت کی فتح کر تھانہ بیمن کو وطن نہ بنانا۔ رامپور یا کاندھل میں قیام کرنا۔ رامپور کو ترجیح ہے۔ اس نے حضرت کی شہادت کے بعد رامپور آ گئے تھے۔ یہاں آ کر پیر و مرشد کے حالات میں ایک بات کو فراموش نہیں کرنا کہ نام سے لکھا اور اس کا ایک نسخہ حضرت حاجی صاحب کو لکھ کر مریدانہ توجہ میں صاحب نے تحفہ فرمایا۔ مدد سار کو در حالات حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرشتہ آمد رسید۔ اور خط لکھ کر رامپور خوش شدم۔ اور خوش ہوئے محبت پیران ہی آید، نعمتے تعالیٰ قبول فرمائید۔
یہ نسخہ کتب خانہ و رسدہ لکھ کر محفوظ ہے۔
حکیم صاحب کو حضرت حاجی صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی۔

عبد السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے تھے

مولانا ابوالحسن علی ہمدانی لکھتے ہیں:

رحمۃ اللہ علیہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے شرکت رکھتے تھے۔ ان دونوں حضرات کے ان کے نام صحبت سے خط و کتابت میں جو غلط فہمی موجود ہے۔ مشرتا حاجی صاحب نے طرق اول میں اہانت بھی رحمت فرائی تھی۔ عمدہ علمی اور تاریخی مذاق رکھتے تھے۔ ۱۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ / ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو بروز دوشنبہ انتقال کیا تھے ان کی تاریخ ولادت ۱۲ اکتوبر ۱۸۵۵ء ہے۔

سید ابوالقاسم ہنوی فتویٰ

* سید ابوالقاسم بن عبدالعزیز بن سراج الدین حنفی ہنسوی فقہوری نیک و بار ہیں سے تھے۔ ۵ ربیع الاول ۱۲۴۵ھ کو نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ علم اور شجاعت کے لحاظ سے ان میں تربیت پائی۔ اپنے چچا سید عبدالسلام نقشبندی کی خدمت میں رہ کر ان سے علم اور معرفت کا درس لیا۔ شیخ عبدالرحمن بن محمد پانی پتی محدث، شیخ زین الدین کھنوسری اور سید ضیاء الدین بن سید الدین حسینی بریلوی اور جناب والدہ فزاہدین حسینی سے حدیث کی اسناد حاصل کیں۔

نمائیت صالح اور پاک تھے۔ علم اور تواضع اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ملکی اور وزارت الیٹ و انسیت کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ شیخ علامہ رشید احمد گنگوہی کے ساتھ طرس تعلقات اور خط و کتابت کا سلسلہ تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے ساتھ بھی تعلقات تھے۔ اسلام آباد کے آثار سے بطور الکاؤ تھا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے فرزند عبدالعزیز اور شیخ محمد عاشق بھٹائی کے رسائل و مکتوبات جمع کئے۔ شیخ ابوسعید بن عبد ضیاء کے مکتوبات مکتوب العارف کے نام سے جمع کئے۔ مؤلفات میں نور علی نور یہ سیرۃ کی کتاب سورۃ خازن کا ترجمہ ہے اور شاہ ولی اللہ محدث کی کتاب ہے۔ عزیز تخلص، شعلہ جلال، نور دانش اسلام برکات احمدیہ اور مجموعہ فتاویٰ سب اندوین ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ / ۱۱ مارچ ۱۹۱۱ء کو وفات ہوئی اور اپنے چچا

تھے۔ مولانا حکیم عبدالحی، نعمت اللہ زکریا، حمید آباد۔ ۱۹۱۰ء ۸ ص ۱۱۱ (عربی سے اردو)

تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ہمدانی، نعت العنقیض، دہلی۔ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۹۱ حاشیہ

رضعت ہرگز کر گئے۔ اور ان کے دلوں میں نور عشق و شمع اللہ جی سے جوا طیش تک پہنچا سکتا
ساتھ تفریق لاتے اور نیک کے ساتھ مشورہ دیا کہ تم ایسے سے غافل نہ ہونا خواہ ایک ہی دور
خواب غلوں کو چھوڑنا چنانچہ مدینہ منورہ پہنچنے پر اسناد کے حسبِ پادشہ علم ویت رجبہ عولیٰ ویت
پر قدرت زہرشت کی وجہ سے قدر سے پریشانی کا سامنا ہوا ایسی تہہ تلوہ حلقہ دوس مختصر اور انکے
جلد ہی اس پتہ پر آیا اور ملنے دوسرے دن تک یہاں تک کہ عرب و ہند کے علاوہ متعدد دوسرے
اسلامی ممالک کے بھی علماء و شائقینِ علم شرم کے دوسرے رہنے لگے۔ چنانچہ آپ نے سالہا سال تک
مدینہ منورہ میں دوسرے دن و اس دوران متعدد بار ہندوستان بھی آئے ہوا، مگر مدینہ منورہ کا تعلق یکسر
منتقل نہ ہوا۔

۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں حسبِ مشق و شمع اللہ حج و زیارت کا شوق اور کچھ عرصہ عازم
مکہ مکرمہ پہنچے تو اس وقت مولانا حسین علی صاحب مدینہ منورہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ حج سے فارغ
ہو کر عشق و شمع اللہ صاحب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ہی کے درخت خاتمہ پر شرمیلے
یہاں تک کہ دوسرے حج کے بعد انہوں نے شیخ الاسلام کی گزارش کی کہ وہ تو پیش آئے ملازمین احمد
صاحب کو عشق و شمع اللہ سے غایت و تعلق اور اس تمام داسی باخبر تھا کہ اس کے باوجود آپ کی
گرفاں کا حکم نہ تھا محض حق و شمع اللہ کی حسیّت و محبت کی خاطر آپ نے خود کو گرفتاری کے
لئے پیش کر دیا اور پوری مدت عمارت میں ساتھ رہے یہاں تک کہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ
۲۰ جون ۱۹۲۰ء کو کوئی مہینہ بچا کر آپ سب حضرات کو روک دیا گیا۔

۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں مولانا حسین علی صاحب مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت مولانا حسین علی صاحب مدینہ منورہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ حج سے فارغ

۲۰ جون ۱۹۲۰ء کو کوئی مہینہ بچا کر آپ سب حضرات کو روک دیا گیا۔

۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں مولانا حسین علی صاحب مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت مولانا حسین علی صاحب مدینہ منورہ ہی میں قیام فرماتے تھے۔ حج سے فارغ

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

آپ ۱۹ شوال ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۹ء کو برہنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے
والد سید سید احمد صاحب دہلی ایک اردو محل سکون میں میرٹھ رہتے تھے۔ اس لئے متعلقین کے لئے
ان کا قیام مدینہ منورہ تھا تقریباً تین سال کے تھے کہ آپ کے والد صاحب نے اپنا تیار ہوا گھر
بیتہ وین حاکمہ کر لیا۔ اس کے بعد بارہ دہلی کی قریب و دہلی میں رہے اور وہاں کراچی تعلق
کی۔ والد علوم دینی میں آپ کے والد صاحب مولانا سید احمد صاحب بیگ
سے تشریف لے گئے۔ ۱۳ سال کی عمر میں صغیر ۱۹۰۹ء میں والدین نے آپ کو مکران تعلیم کے خیال سے
دہلی بھیج دیا۔ دہلی کے قضا کے آئی او کھیل کو دیکھ کر کسی قدر شغل و جوش میں تھا۔ سب چیز
چھوڑ کر مدنی سے تعلیم میں لگ گئے۔ اپنی محنت اور شوق پر مہیا بڑوں کی نگرانی اور اساتذہ کی
توجہ سے تعلیم تعلیم کے مکمل رغبت و مہارت پر گئی۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ
مدینہ منورہ کے علاوہ دہلی اور توجہ کے خصوصی مرکز رہے۔ حضرت شیخ الاسلام کے پاس گھر آئے اور آپ نے
کی کہ میں نہیں گراؤں نے آپ کو کوشش ابتدائی اور متوسطات کتب بھی پڑھائیں۔ یہی وجہ ہے
کہ حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ (مولانا محمود حسن) سے غایت و تعلق اور اس تمام۔

شعبان ۱۳۴۰ھ میں آپ کے والد صاحب نے بارہ تہرت مدینہ منورہ کا قصد سفر فرمایا
اور آپ نے منوں صاحبزادوں کو بھی ساتھ لے جانا چاہا۔ چنانچہ شعبان میں منوں صاحبی دارالعلوم سے

حضور شیخ احمد کے شاگردوں میں یوں تو بہت سے صاحب علم و تقویٰ بزرگ ہوئے لیکن آپ کے جملہ کلام علمی اور مشاغل سیاسی کی تمام خصوصیات مولانا سید حسین احمد دہلوی نے اپنی کتاب کی نقلی نے جمع فرمادی ہیں اسلئے اس اعتبار سے مولانا حسین احمد دہلوی صاحب حضور شیخ احمد کے صحابی تھے۔ اس بات کا ثبوت اس کے قریب حضور شیخ احمد نے اپنے عزائم سے آپ کو باخبر کیا۔ اس سے پہلے آپ شیخ احمد کے سیاسی عزائم سے ناواقف تھے، چنانچہ اسی وقت سے تولد سے ساتھ ہو گئے اور ان کے علمی کے بعد سے آخر دم تک شیخ احمد کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں نہایت تدریس کے باوجود سیاسی مصروفیات سے کٹ کر کسی کی نو بہت نہ تھی۔

سیاسی زندگی کا ابتداء شیخ احمد کی صحبت سے ہوئی۔ سات سے واپسی کے بعد انگریزوں کے بھی میرٹھ اور تاحیات مجمع البحرین بنے رہے۔ آپ ہی کی کوششوں سے کانگریس اور جمعیت میں گراں اہم و قلیل پہلے ہوا جو آج تک باقی ہے۔

تحریک آزادی زمین میں آپ کی خدمات انتہائی قابلِ تہنیت ہیں، جن کی پاداش میں انگریزی حکومت کی نظر کتاب کے مستحق بن گئے اور بار بار قید و بند کی مصیبتوں میں بھی مبتلا ہوئے۔ آخر زندگی تک درس و تدریس کی انتہائی مشغولیت، و خصوصیت کے باوجود سیاسی و ہری کے فرائض بھی انجام دیتے رہے اور شگفتہ جلسہ مجلس اور کانفرنسوں میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ حضور شیخ احمد کے وصال کے بعد آپ کی تحریک کو حضور دیوبند میں سے مولانا ابوالحسن علی خاں صاحب نے لے کر اٹھایا اور ان کے قریب عالم شاکر مہر شمس سے انتہائی خوش دلی کا معاملہ فرماتے اور بڑی بات چیتی کو مولانا خشت سے کوسوں دور سے خانگی زندگی میں شریک بنے۔ انیسویں صدی اور باوقار و قیام مہرٹھ سے ملے۔

۱۱۹۹ - رشید احمد، مرتبہ فیضی، زمانہ توش شخصیات، نمبر ۱۱۹۹ - ۱۱۹۹

۱۱۹۹ - رشید احمد، مرتبہ فیضی، زمانہ توش شخصیات، نمبر ۱۱۹۹ - ۱۱۹۹

۱۱۹۹ - رشید احمد، مرتبہ فیضی، زمانہ توش شخصیات، نمبر ۱۱۹۹ - ۱۱۹۹

۱۱۹۹ - رشید احمد، مرتبہ فیضی، زمانہ توش شخصیات، نمبر ۱۱۹۹ - ۱۱۹۹

۱۱۹۹ - رشید احمد، مرتبہ فیضی، زمانہ توش شخصیات، نمبر ۱۱۹۹ - ۱۱۹۹

افضل وکالات میں مرکزی اور نمایاں مسفت، کوئی ہے، جس کو اس شخصیت کی کلید قرار دیا جائے اور جس سے اس کی زندگی اور خصوصیات کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ مولانا کو بہت سے لوگ ایک عالم اور محدث کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایک شیخ طریقت اور ربانک کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایک سیاسی رہنما اور جمہور کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اس میں غرضیں کراٹھ کٹائی گئی ہیں آپ کی بات کو ان سب فضائل سے آہستہ آہستہ لیکن میری قوت کا نظریں دو متغیوں آپ کی زندگی میں یکدی کی حیثیت سمجھتی ہیں جنہوں نے آپ کو اپنے مامورین میں ممتاز بنایا ہے۔ ایک عزیمت دوسرے حقیقت۔ عزیمت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ آپ نے علم اور اہل درس کے حلقے سے باہر قدم نکالا اور اس ننڈ کی طرف توجہ کی عزت کا اہم نکتہ اور جوین اگر کسی حکومت کے عروج کے زمانہ میں اعلان حق کر کے نکلتے تھے عقلمان جاننے کے افضل جہاد کا شرف حاصل کیا۔ اٹل میں میری کے دن گزارے اور ہندوستان کی جیلوں میں مینوں کو رشتہ پرستی والی اور دنیا کی ظلم ترین سلطنت کے مقابلہ میں جہاد سے پھر رہا۔ وہاں تک کہ آپ کا مقصد پورا ہوا پھر یہ عزیمت آپ کی پوری زندگی میں رہی ہے۔ فرائض کی ادائیگی، فوائد و تسبیح کی محافظت، حفاظت، ماحول میں معمولات کی پابندی اس زمانہ میں بڑی استقامت سے۔ وہ عدول کے ایفاء و دور دراز کے جلسوں اور اجتماعات میں شرکت اور اس کے لئے ہر طرح کی معصوبتیں برداشت کرنا مستقل عزیمت ہے۔ پھر اس کے ساتھ دارالحدیث کے اسباق کی پابندی اور کتابوں کی تکمیل ایک مستقل نیا ہوا، مہمانوں کی نیازی اور مختلف الطوائف اشخاص کے ساتھ عالم اور ان کی مزاحی خصوصیات تحمل مستقل جہاد، پھر سرحد کی تربیت اور گائیڈ کی استعداد و خطرات کا جواب دینا اور سب اس صنعت و پیرائی کے ذریعہ میں یہ سب آپ کی غیر معمولی عزیمت اور علم و محبت کی دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ محبوب معالیٰ آقا و رسول کو سب سے سفاک فحشا پر عمل کر کے دکھا دیا۔

ساتھ ساتھ اس کی ہر تحریر و مقالہ شکست کھتا اور چڑھتا سیکر لیا۔ آپ نے صفر ۱۳۰۹ء سے شعبان ۱۳۱۶ء تک درپیش تمام کم اور زیادہ ذیل آستانہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

۱۔ شیخ احمد مولانا محمود حسن صاحب
۲۔ مولانا ذوالفقار علی صاحب (مولانا چھتر سنگھ)
۳۔ مولانا عبدالحی صاحب استاد دارالعلوم
۴۔ مولانا غیل احمد صاحب استاد دارالعلوم
۵۔ مولانا حکیم محمد حسن صاحب
۶۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی دارالعلوم
۷۔ مولانا غلام رسول نقوی صاحب
۸۔ مولانا مسعود علی صاحب
۹۔ مولانا حافظ احمد صاحب
۱۰۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب
۱۱۔ مولانا محمد صدیق (رہبر و کلان حضرت مدنی)
۱۲۔ مولانا شیخ آصفی عبدالحیمل براہ۔

آپ نے اعلیٰ ترین نبروں سے ہمیشہ امتحانات میں کامیابی حاصل کی صورت مانتا تھا میں جملہ علوم متداولہ سے فارغ ہو کر حضرت مولانا رشید احمد گیلانی سے سمیت ہو گئے۔

ہجرت [حضرت مولانا افضل علی گنج مراد آبادی کا ایک سو پانچ برس کی عمر میں ۱۲۸۰ھ ۱۲۸۱ھ ۱۲۸۲ھ بروز جمعہ وصال ہو گیا جس کا حضرت مدنی کے دائرہ میں پر بہت زیادہ اثر ہوا اور ایک عرصہ تک شیخ کی جدائی میں بہت زیادہ غم و غم رہا کہ جسے اسی دوران میں مولوی سید احمد صاحب نے ثانی نے لکھ دیا کہ "اب ہندوستان رہنے کی فکر نہیں اب تو مدینہ چل جائے۔ یکمات ایسے تو فر واقع ہوئے کہ ہر وقت یہ رجن لگ لگی کہ تمام گھر کو لے کر وہیں چلنا چاہیے چنانچہ وہیں واقعہ اور دیکھو کہ شیخ مدنی کے والد عازم حجاز ہو گئے تھے۔

مولانا ابوالحسن علی مدنی گئے ہیں:

ہر ایک جامع فضائل ہستی کے بارے میں یہ ماننا نہ لگے نابہت مشکل پر تپا ہے کہ اس کے

ہر سہ میں اس کی کاکس کے متغیر اور ہندستان کے دستور نے ضابطہ کی تھی، آخری عمر میں جو
 فیزیکی سوجنی اور ان کو اپنی سیاسی جدوجہد کے مقبول اور حیل کے ساتھیوں کے متعلق رصاحب نے
 اقتدار اور رہائش کے بعد جو موقع اور دل شکن تجربے ہوئے تھے ان کو خواہ زبان پر نہ لایا جا سکے، مگر
 ان کے دماغے خوش کے تھم کر ان کے اندر رہتے دھکے نہیں جاسکتے تھے جو چیزیں شک و شبہ اور پریشانی
 اور براخلافیت سے بالاتر تھیں وہ ان کی بلند سیرت و پاکیزہ شخصیت، اپنے غرض و جدوجہد کے خلاف
 اور بیکار و مظلوقی میں جنوں نہان کی ذات کو کمر اسناد اور سچا موقی بنایا تھا اور ان کو اخلاقی و طبیعی
 بندی کے اس مقام پر پہنچایا تھا جس کے استقامت و درباروں کے عرب شاعر نے کہا ہے۔

صبان الحی کا لذہب الماسی صبیحة دیمية یحییہ جان
 قبیلہ کے شریف مولد ایسے کہ سونے کی طرح ہیں کبھی ان کی کلاں کو تیرے عطریہ باد شاہان کا رہا ہے
 اس واقعہ کو روایا کو بہت قریب سے دیکھنے اور شفقت حالات میں دیکھنے کے بعد
 حاصل ہوئی تقریباً ۱۹۲۰ء سے بڑے مقررہ فکری طور پر بعد اعلیٰ کی بدولت ہمارے نزدیک نہ کہان
 کو مولانا کی فرد گاہ بننا کا شرف حاصل ہے، اور نہ کہ ابتدائی غریب قیام اور بعد کے منشی قیام
 میں مولانا کی زندگی و مولات اور مزاج خصوصیات نظر میں رہے۔

سیرت و راجہ کے ذوق و ملاوچہ خصوصیت کے ساتھ اور صاحب مولانا کے سیرت و راجہ
 کے ساتھ مولانا کی جلیل القدر تصنیف یا کتب خانہ حضرتہ الفاظ کی آٹھ ضخیم جلدوں کے بار بار
 مطالعہ و تکرار

نے غرضتوں کو توسیع دیکھنے اور ان کی خصوصیات و اخلاق کا گہری نظر سے مطالعہ
 کرنے اور ان کو اس وقت کے سادہ پر جاننے کے حالات پر لکھ دی، اس نقطہ نظر اور اس افکار و لہجہ
 کے ساتھ جب مولانا کو دیکھا، انسانیت و آدمیت، شرافت و سبابت اور اخلاق و کردار کی
 بڑی ہندی پر پایا اور اس پر نے مولانا کی ہندی کا نقش دل و دماغ پر ایسا قائم کیا کہ جب
 کہیں نہیں واقف تھے ان کے کسی سیاسی خیال یا کسی علمی تحقیق و رجحان کا پورا پورا ساتھ دینے

حمیت آپ کی کتاب زندگی کا روشن عنوان ہے، اسی حمیت نے اندکیزوں کی مخالفت کا ہذا
 پہل کیا جس کی سودا گس وقت تک نہیں ہوئی جو تیسرے ملک سے چلے نہیں گئے
 تحریک خلافت اور جیتے علماء کی جدوجہد میں ہی روح کا کم کرتی رہی تھی اور یہی آپ کو سودا گرانہ
 مستند و گرام کے ہوئے تھے اور اسی نے بیکاروں، بزرگوں اور آسوں کو متحرک بنا کر کھانا چیت
 مٹی جس نے آپ سے میںوں دشمن اسلام مقلوں کے خلاف قوت ناز اس پرش و دلوں کے ساتھ
 چھوٹائی کر عام ہوتا تھا کہ عرب میں شکات پر جانیں گے اور اخلاقیات میں بلکہ شرار سے ہیں جو
 آپ کے دل سے نکل رہے ہیں، یہی حمیت ہے جو کسی منکر شرعی اور خلاف سنت فعل کو آپ
 دیکھنے کے بعد رد و ارتقا کی حرارت اور سچے اس پر اس بیٹھے والوں کو اکثر محسوس ہوتی ہیں
 لوگوں نے آپ کے اس جذبہ کو پہچان لیا اور سمجھنے کے کر حمیت آپ میں کسی قدر کوٹ کوٹ کر
 ہمیں تھی۔ وہ بعض اوقات اس سے خلفا فائدہ اٹھا لیتے، اسی طرح مولانا کی شرافت و دروت
 سے جو گائی و رد و اسادات کو کام کا شنیوہ ہے، بہت سے لوگ خلفا فائدہ اٹھا کر آپ کے غلص
 ہمیں اور نیاز مندوں کے لئے شرمنگ کا باعث بنتے اور اپنی اغراض و باری کر کے اپنی ہوشیاری
 اور ذہنی پرن کا ثبوت دیتے اور مولانا کی ذات کو نقصان پہنچاتے۔

مولانا حسین احمد فیروز شاہ عظیم علمی و سیاسی حیثیت سے جس قدر بلند ہیں مجلس
 سے انکار نہیں دیکھنے والے ان گوشوں پر لکھیں گے لیکن میرے ناقص خیال میں ان کی جو حیثیت
 سب سے زیادہ روشن ہوتا اور مسلم علی وہ ان کی انسانی ہندی ہے۔

علمی و دنیا میں شخصیتوں اور وسیع و منظر اور جہتوں سے خالی نہیں، ان کے سیاسی
 خیالات سے اختلاف کی گنجائش ہے۔ انمول نے میں نے ہندوؤں کے ملک کی آرائی سے جو توقعات
 ہماری تھیں اور اپنی نظری شرافت و دلش کی پاکیزگی سے اس ملک کی اکثریت کے متعلق جو اندازے
 لگاتے تھے، وہ ان کے ایک جہت ثابت ہوئے اور ان کی زبان، لہجہ، اندیشہ و تعلیم اور پرسنل اور کے نقطہ کے

جنہوں نے اپنی پچھلی سیاسی زندگی اور قربانیوں کی کوئی اور نئی سے ادنیٰ قیمت وصول نہیں کی اور وقت سے ناکام نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ جب ان کو جمہوریہ منہ کی طرف سے سب سے بڑا اعزازی خطاب عطا کیا گیا تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے صاف مندرت کر دی۔ اگرچہ ان کی طبعی تواضع و انکسار نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ ان کے اسلاف کرام کے شیوہ و سبک کے خلاف ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ اپنے دامن اخلاص پر خضیف سے خضیف داغ بھی گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس میں کوئی خیر نہیں کہ ان کے اس فیصلے نے ایک بار پھر اس حقیقت کا اظہار کر دیا۔ ۵۔

کہ عطا را بلند است آشیانہ

صرف سیاسی جدوجہد بیکہ انہوں نے اپنے کسی جبر و کسی کمال کسی ستار اور کسی ہنر کی کوئی قیمت نہیں لی۔

انسانی زندگی کے ایک دوسرے میار عہد العفو و امشہ بالمشفہ و اعرض عن الحاصلین اور اذ فہی باقی ہی احسن پر عمل کرنے اور دشمنوں سے صرف روزگار لینے بلکہ ان کو فتح چاہنا اور ان کے حق میں دعا کے بغیر کوئی غیظہ بنانے میں مولانا فوہر پر تھے۔ مولانا خانہ دانی یا خانہ حشیت سے کوئی رئیس و متول شخص نہ تھے۔ گوارا شدہ ان کو بادشاہوں کا ساتھ ملنا اور ظفرت خدا جیسے صفا کرے، اہل اللہ اور نامتین دنیا کا ساتھ ملنا اور

ظفرت عطا فرماتا تھا العبد العلیا جسوں میں اللہ تعالیٰ پر ساری زندگی عمل رہا۔ وہ بہت کم دیکھے گئے اور انہوں نے ایک عالم کو ممنون کیا۔ ان کا مہمان خانہ ہندوستان کے وسیع و عظیم مہمان خانوں اور ان کا دسترخوان ہندوستان کے وسیع ترین دسترخوانوں میں تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ بعض واقعات کا اندازہ ہے کہ کچھ اس مہمانوں کا روزانہ اوسط تھا، پھر میں چلتی تھیں، ہر شہریت کے لوگ جوتے تھے۔ مولانا کی بشارت، اشتیاق مستعدی اور استہام، بشارت، اشتیاق، ان کو کس قدر قلبی مسرت اور رضائی قدرت حاصل ہو رہی ہے۔ ضیافت و مہمان نوازی اور اعلیٰ عالم کلام ان کی روحانی غذا اور طبیعت کا زیریں کی تھی۔ پھر مہمانوں کے ساتھ جس تواضع اور انکسار اور جس اعزاز و احترام کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکھ کر قریب عرب شاہ کا یہ شعر طبع اختیار پا داتا تھا۔

وَإِنِّي لَعَبْدُ الضَّعِيفِ مَادَامَ نَافِلًا

وَ مَا شَيْئَةً لِي غَيْرَهَا قَشِيهِ الْعَبْدَا

میں مولانا کا کلام تھا، جبکہ وہ ہر حکمران سے ہندوستان کی ایک بڑی مرقہ چھین میں ہر تمام مسلم سربراہان صفت یزدانی اور مہمانی نہیں پر مرقہ پردہ کو کش کرتے تھے کہ ان کا ہاتھ اور ہاتھ اور ستارہ کے ساتھ ہاتھ ان کو رفیع و ناکامہ کا موقع ملے گا کہ اس کے ذرا سا بھی ان کے ساتھ سلوک کر دیا اور کسی مرقہ پر کوئی خدمت انجام دی ہے تو مسلم ہوتا تھا کہ وہ اس مکر میں رہتے تھے کہ کوش کے ساتھ کوئی سلوک کریں اور اس کے حق کو ادا کر دیں۔ ہم نے اہل بیت کرام کی شہادت و شہادت حوصلہ مندی کے جو واقعات پڑھے ہیں ان کا پرتو مولانا کی زندگی اور ان کے بعض معاصرین کے کمال کے اخلاق میں پایا۔

کمال و شہادت خلق کے ساتھ اپنے نفس سے بلکہ ان کے اپنے نفس کا اشتہار اور انسانیہ کی عبثی کی دلیل اور اس بات کا ثبوت ہے کہ ان نفس دارہ کی گرفت اور خود غرضی

اور جو بڑی سے جہد کرے گا۔ یہ خدمت مولانا کی زندگی میں بہت نمایاں تھی اور ان کا اہم ترین کام تھا۔
مولانا اپنے تمام کاموں کے ساتھ ہمیشہ دلچسپی اور محنت سے اپنے پیش ناموں اور خدمات کو سرانجام
دے دیتے تھے۔ ان کے ہاں ہر کام کے ساتھ ساتھ اور ان سے قریب رہنے والے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے
طرح کے کاموں اور خدمات کو سرانجام دے دیں گے۔ لیکن مولانا اپنے متعلق یہ عقیدہ تھا اور ان میں
کوئی تفریق اور تفریق نہ تھا۔ وہ ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دیتے تھے، حالانکہ ان کے لئے کوئی ہر طرح
اپنا کام اور کام کا باقی نہیں رہتا اور ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیتے تھے۔

اس کتاب کے بارے میں مولانا نے اپنے اخبارات میں درج فرماتے تھے جن سے نام پڑا تھا کہ
مولانا اپنے دور سے بڑے شرمندہ ہیں اور اپنے کام کو قابل نہیں سمجھتے۔ مجھے اس بارے میں کہیں نہیں
مولانا کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیتے تھے اور ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیتے تھے۔

ذهب الذین یبغون فی الاکثاف

بقی الذین حیاتهم لا تنفع

وہ لوگ جو کچھ چاہتے ہیں کہ ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے، لیکن ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے۔

بہر دور شرمندہ تھے۔

نہ گھم نہ برگ مہم نہ درخت سایہ دارم

نہ میرتم نہ درخت کرم کار کشت اما

مولانا کی وفات کے بعد علم و سیاست کی زندگی میں جو کچھ ہوئی تھی وہ اس کا محسوس کرنا والے اور
اس کا محسوس کرنا والے بہت ہیں لیکن ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے، لیکن ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے۔
نہ گھم نہ برگ مہم نہ درخت سایہ دارم نہ میرتم نہ درخت کرم کار کشت اما
مولانا کی وفات کے بعد علم و سیاست کی زندگی میں جو کچھ ہوئی تھی وہ اس کا محسوس کرنا والے اور
اس کا محسوس کرنا والے بہت ہیں لیکن ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے، لیکن ان کے لئے ہر کام کو سرانجام دے دیں گے۔

سے صدمہ کی اور دماغ اس کو قبول نہ کر سکا، ان کی انسانی و اخلاقی زندگی اور ان کی شخصیت
کی دل آویزی آڑے آئی اور ان کے عقیدت و محبت میں کوئی کمی نہ تھی۔

مولانا کو انسانی زندگی کے اعلیٰ معیاروں پر پورا پایا۔ اخلاص و دلچسپی ان کی
زندگی کا جوہر اور ان کے تمام اعمال و وسایع و سرگرمیوں کا محرک تھا۔ جس طرح بعض غیر
مخلصین کے لئے کسی حالت اور کسی کام میں بھی مخلص بننا مشکل ہے۔ جہاں مخلص اور غیر مخلص
طبیعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح ان مخلصین کے لئے جن کی سرشت میں اللہ نے انھیں
رکھا ہے، وہ مخلص بننا ناممکن ہوتا ہے۔ ان کی عظمت غیر انتہائی طریقہ پر اخلاص کی طرف
چلتی ہے۔ وہ عمل جس کے اغراض کے ماتحت کرنے کا رواج عام ہوتا ہے، وہ بھی
اغراض سے بالاتر پوری ذہنی کیسوئی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ہندوستان کی جنگ
آزادی میں مولانا نے جو سرفرازانہ اور تادمہ فخریہ اور اس راستہ میں انھوں نے جو عجب
اور کفایتیں برداشت کیں، انھیں صرف انگریزوں کا جو کوہ اسلام اور مسلمانوں کا
سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے، انھیں ہندوستان کو آزاد کرانے اور اس کی آزادی
سے مناجات اسلام کے آزاد ہونے کی سبیل پیدا کرنے اور اس سب کے علاوہ اور زیادہ
سب کے برابر اپنے اسلاف اور بزرگوں کے انصاف و انصاف اور ان کے محبوب حضرت
شیخ احمد رضاؒ اور محمود حسن دہلویؒ کے اتباع و اطاعت کا جذبہ کام کر رہا تھا۔ اس
کے علاوہ کسی دوسری منافات اور ذاتی منسلک کا تصور اور خطہ بھی شاید ان کے دل
میں نہ آتا ہو۔ چنانچہ جب ہندوستان آزاد ہو گیا اور ملک میں حکومت خود اختیاری
تقرر ہوئی تو وہ اپنے اصلی کام، درس و تدریس اور تکریم و ارشاد میں اپنے مصروف
اور سیاسی جہد و جد کے میدان سے ایسے کنارہ کش ہو گئے، جیسے ان کا کام
ختم ہو چکا ہو۔ صفت اول کے تادمہ میں میں میرے خیال میں تمام ایک شخص تھے۔

ہوئے بعد میں دونوں بیانی لگے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر گنگوہہ پہنچے۔ چند روز کے لئے کلام ربانی نے اپنا ایک ایک ججز یعنی مجوس کوڑے اور پانچ سو روپوں کو عطا فرمایا چونکہ اس میں ٹوپی یا عمامہ تھا اس لئے دونوں میں سے کسی صاحب نے دینی زبان سے عرض کیا کہ ارشاد ہو تو ہم بنام اپنا اپنا حاکم فرمائیں اپنے دست مبارک سے عطا فرمایا جائے یہ سن کر حضرت نے سکوت فرمایا اور بقیہ ضائعے ارب دونوں بیانی علیٰ قلب العالم کوسرا کھول پر رکھ کر ٹھکریاں کرتے اٹھ گئے، پھر وہی دونوں بعد دونوں صاحب ہو گئے اور حکم ہوا اپنے اپنے عمامے لے آؤ اور حبیب دونوں صاحبوں نے اپنے عمامے حاضر کیا تو حضرت امام ربانی نے اپنے دست مبارک سے دونوں کے سروں پر بار بار کھریں اور ارشاد فرمایا کہ کچھ جانتے ہیں تو کہہ دیجئے یا مولوی محمد صدیق صاحب نے دینی زبان سے عرض کیا کہ دست ارفعیہ صلیت اور ارشاد ہوا کہ دستا یافتہ امام ربانی کی قولی و فعلی خلافت کے مجموعہ کی مثال میں آپ کے خلفاء کے اندر صرف یہی دو حضرات پیش کیے جاسکتے ہیں جن کے کلمات علیہ و علیہ اسی نظر میں ہیں کہ مدنی بنایا اور لفظی بنایا پیغمبر کے پڑوسی ہیں۔ مولانا حسین نامو صاحب کا درس جرم نبوی میں بجا لائے ہوئے عروج پر ہے اور ازات و جادہ حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علم کو اپنی حق بنیاد پر دشمنی بلکہ مدنی علم کو سمجھ وہ بات حاصل نہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔ آپ سرسرا پائے، مہمان نواز و بخیر و باحیا اور بعض ان صفات حمیدہ سے متصف ہیں، جن پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔

مولانا قادی محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:

”آپ دارالعلوم دیوبند کے پانچویں صدر مدرسین تھے حضرت شیخ احمد کے تلامذہ

تلامذہ میں سے تھے علم و فضل کے ساتھ غیر معمولی قبولیت رکھتے تھے حضور نگاہی کے شگفتہ رہا زمین میں سے تھے علم سے فراغت کے بعد اپنے والد مرحوم کے ساتھ ۱۲۱۹ھ میں مدینہ طیبہ پہنچے اور اٹھارہ سال مدینہ منورہ میں رہ کر مختلف علوم و فنون اور بالخصوص حدیث شریف کا درس دیا۔ زندگی کا دل زندہ قناعت کی حق جو کمال صبر و تحمل سے اس مدت میں بسر ہوئی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ۱۲۱۸ھ میں ہندوستان تشریف لائے پھر ۱۲۲۰ھ میں واپس تشریف لے گئے۔ ۱۲۲۰ھ میں والد مرحوم کی کنیت مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ ۱۲۲۹ھ تک مدرس رہا پھر اسی سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۲۳۵ھ میں حضور شیخ الحدیث کے ہوا ہندوستان تشریف لائے تو اسی سال اکابر کے حکم سے جامعہ اسلامیہ میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۲۳۹ھ میں مدرس رہا بلکہ تھیں متعدد درس رہے مگر تشریف ہی عرصہ کے بعد ۱۲۴۳ھ میں ہی جامعہ اسلامیہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ صلیت میں آپ ۱۲۴۵ھ تک قیام پذیر رہے حضرت علامہ سید محمد نور شاہ صاحب کشمیری کے قریب قریب تشریف لے جانے پر آپ شوال ۱۲۴۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنائے گئے۔ آپ پرلہ درجہ کے محدث تھے حدیث کے شعور و سار تھے۔ آپ کا درس حدیث صحت مقبول تھا کی تصانیف فرمائیں، جو سیاست اور تصرف پر ہیں۔ ۱۲۴۵ھ سے ۱۲۴۸ھ تک تیس برس دارالعلوم میں صدر مدرس اور ناظم تعلیمات رہے اس دوران میں ۱۲۴۸ھ طے آئے آپ سے بخاری اور ترمذی بڑھ کر دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی آپ ان تین کتابوں کے ساتھ ساتھ اپنی صحت مروا سے سیاسی نام بھی پوری تدریسی سے انجام دیتے رہے۔ اسی دوران میں آپ جو بیہ علمہ جند کے بار بار مدد فرمائے گئے۔ آپ جمعیت العلماء اور کانگرس کے قائدین میں سے تھے۔ ہندوستان کی جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا اور سرکار کی بازی لگادی۔ کئی مرتبہ جیل گئے اور آخر کار ملک کو آزاد کرایا۔ بہ حال مجموعی حیثیت سے

آپ عالم فاضل، شیخ وقت، مجاہد، جنگش، جری اور اولوالعزم فضلاء و دارالعلوم دیوبند میں سے تھے۔

وصال ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ ۵ دسمبر ۱۹۳۵ء بروز جمعرات بعد نماز آپ کا دیوبند میں وصال ہوا۔ اس وقت عمر ۶۵ سال ۶ ماہ ۲۴ دن قریب تھی۔ جنازہ کی نماز میں مولانا مسلمانوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا حافظہ محمد زکریا صاحب نے پڑھائی۔ تجویم نامی میں مرقعین ہوئی۔

مولانا سید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں:

”کلّ منیّ خالک الاذنیۃ، او ایہ کرکھنے کرکھنے علم و فضل کا آفتاب و شندہ غروب ہو گیا۔ بزم ہنس و دس کی شمع فروزاں گل ہوئی۔ درج تقویٰ، عہدت کامل شب چراغ نگ ہو گیا۔ شریعت و طریقت کے اسرار و راز کا محرم کا تار و اخلاق و دیکار اسلامی کے ایوان میں خاک ٹرنے لگی۔ جو کل تک لاکھوں انسانوں کے دل و طبیب علی نفس و جانور کو خوش کی خوش میں جا سوسا، ملت بے شاکہ اسرار، و فرزند عیان توحید کے امیدوں کا سرچ و میروان دن جھکی کی تنہا کا سرگزشتاں خاک عدم ہوئی۔ یعنی حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے ۵ دسمبر کو بقم دیوبند سپرد میں داجی اجل کر لیا کہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و اعرف حضرت مولانا کی ذات ایک فرد، ایک شخص، ایک انسان کی موت نہیں ہے بلکہ ایک شخص دور، ایک عہد اور حیات ملی کے صحیفہ کے ایک باب کا اختتام ہے، حضرت مولانا کی اور حضرت شیخ بلند نے اپنی مقدس اہل حق سے جو چین لگایا تھا، مولانا اس چین کی آخری ہمار تھے۔ حضرت مولانا کی اولاد رائے اور مولانا نووی نے شریعت و طریقت، علم و عمل اور تقدس و طہارت

کے جرم سبائی حتیٰ اجل کی یاد و مراسم کے چرائے بھائی بھی مگر ساتھ ہی بڑا شے سے چوائے بھی روشن ہوتا ہے اور بڑے جرم کا ایک نہیں ہوتا کیس اب اس جرم کا آخری چرائے ہو گیا۔ روشنی کی جگہ علمت نے لے لی، تاریکی چھا کر اور بڑے جرم کی بساط اٹھ گئی۔

اسلام میں اعلیٰ اور مکمل زندگی کا تصور یہ ہے کہ توحید، نفس اور تعصیب باطن کے ساتھ فکر و فکر کی بلندی اور وجد و عمل میں چنگل اور بے گری ہو اور یہ سب کچھ تعلیق الہ کے واسطے ہے جو مولانا اس دور میں اس سیار پر جس طرح پورے اترتے تھے جند پاک کو کیا پورے عالم اسلام میں اس کی تفسیر میں مل سکتی، علم و فضل کا یہ عالم کہ اسرار و نور، امن، طہریت و طریقت ہر وقت ذہن میں مستحضر کسی سال نے کوئی مسئلہ پوچھا نہیں کہ مسلمات کا سمندر اپنے لگا چٹا پتہ حضرت مجدد الوعد ثانی کی مکتوبات کی طرح حضرت مولانا کی مکتوبات بھی کئی جلدوں میں صحیفہ کے ہیں اور جو سب کے سب بے ساختہ اور قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں، علم و فضل کے رنگ بے باقی کا گنجینہ ہیں، علم، شریعت و تعصیب کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ اور سیاسیات کا خاص ذوق اور ان کا وسیع مطالعہ کرتے تھے۔ بین الاقوامی سیاسیات حاضرہ اور اعلیٰ انصاف مشرق و وسطیٰ اور ملک عرب کی سیاسیات پر بڑی گہری اور مبصر نظر رکھتے تھے۔ گزشتہ سال کلکتہ میں لگا قبل کا لکھوا گئی کہ مولانا نے ان قابل کی تاریخ اور ان کی جغرافیہ کی پوزیشن پر اس قدر عالمانہ اور جملہ تقصیر کی کہ شغفہ رائے ایران رہ گئے عربی زبان خالص عربی لب و لہجہ میں تھے اور گفتار اس میں بریتہ تقریر کر سکتے تھے، ترکی زبان سے واقف اور گہری زبان سے آشنا تھے اس زبان کے بعض گیت اور اشاریہ دیتے، سلوک و معرفت میں یہ عال شکار لاکھوں مسلمانوں نے تعلیم باطن کا فیض حاصل کیا اور روحانی مقدمات لے گئے، مولانا محمد اویس صاحب کا، صلیبی نے ایک مرتبہ عالم جذب میں مولوی حمید الحسن اہم اے کا، صلیبی مرحوم سے خود ان پر فرمایا کہ میں نے مولوی لاکھوں نے مولانا حسین احمد کو پوچھا انہیں خدا کا ان کی روحانی طاقت، اس قدر بڑی ہوئی ہے کہ اگر وہ اس

مستوحش اور سنگسار لڑاؤ اس دور جہ کہیں علم و قوت شیعہ اور اہل کلمہ کا اس سے بڑھ کر تصور ہی نہیں ہو سکتا۔
اس مسئلہ میں لڑنا نہ لجنش واقعات ایسے ہیں کہ فکر کو ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی جواب آتا ہے۔

مولا کا جامعیت کلمات و اور صفات سے اعتبار سے بے حد شیعہ الحاد و الحکم سے محفوظ
 ۲۰ برس کی عمر میں فریقہ علی سے جانشین کے لئے مقرر ہوا تھا کہ ان کی روح ہر وقت چلیں
 اور مشرب تھی لیکن عالم اسلام پر ہو گیا۔ مولا ان کی وفات سے بیسہا کے لئے ایک سخت اور عظیم
 وارث سے جس کی عاقبت کی بنیاد پر مستقبل پر تریب ہو کر رہیں۔ نور اللہ مراد و مرید صاحبان

پرو فیروز عید القیوم لکھتے ہیں

مدرسۃ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ریاضی کے ممتاز عالم دین اور محدث تھے۔ ۱۸۷۸ء/ ۱۲۹۶ھ میں شیعہ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا سید حبیب اللہ ایک نیک صوفی تھے۔ ابتدائی تعلیم کی انہی سے حاصل کی اور علوم کی تکمیل اپنے بھائی مولانا احمد تقی احمد شیعہ ائمہ محمود حسن سے دارالعلوم میں کی۔ آپ ایک مدت تک حرم نجومی میں اور دارالعلوم دیوبند میں حدیث کی تفسیر دیتے رہے۔ مولانا رشید احمد گکڑی کے مرید تھے۔ ۱۹۵۸ء/ ۱۴۷۷ھ میں وفات پائی۔

یہ فیض صاحبِ بصورت میرے قابلِ احترام استاد ہیں، محقق ہیں، محاسنِ انقباس میں محضو
 مدنی کی طرح ولادت و وفات کا اندر گرج درست نہیں ہے، البتہ اسلامی ۱۱۹۹ھ کی ولادت اور ۱۲۴۳ھ
 کی وفات درست ہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنی ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۵ء کو کٹرہ ۱۸۹۹ء کو کٹرہ مشو

۴۲۲ - مرقیہ سید صاحب اکبر آبادی دیم اسے - نظرات - بران - دہلی - دسمبر ۱۹۵۴ء

۴۱۲۱۲۰ - پرنسپل عبدالغفور، تاریخ الزمات، جامعہ پنجاب لاہور۔ ۱۹۶۲ء ج ۲ ص ۴۱۲

(آئیسیک ولادت باغکر شتر میں ہوئی تھی نہ کہ شعیب فیض آباد میں۔ محال و نجات، ۱۹۵۷ء (۶-۷)۔)

حاکمیت سے کام لے کر انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکالنا چاہیں تو نکال سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ عالم اسباب سے اس سے ان کو ایسا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس غرض کے لئے ان کو وہی طریقہ اختیار کرنا ہوا کہ وہ جس وقت وہاں سے رخصت ہاتھ نہیں۔

جدو عمل کے بیان میں ولانا کی زندگی سرتاپا راب عرصیت کی زندگی تھی۔ اٹھارہ سال تک
تھے کہ کہکاش کی آواز کی کھنکھاہٹ سے زندگی زور و زور سے وقفہ کی مکمل آئینہ دار تھی۔ مشہور ہیں
کے خطرات سے کھینچ رہی۔ مناسب حالات اور زمانہ دشمن کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر ان علاقوں کو
رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ اصلوں کے مکتبہ خیال کے ایک فرد فرہہ ہونے کی حیثیت سے اپنے
مردہ حضرت شیخ احمد کے ساتھ مولانا نے حریت و استقلال وطن کی راہ میں دار و رسد کو اس وقت ایک
کہا جب کہ ان کی گیس کی زبان کا منہ آواز کی کھنکھاہٹ سے آشنا نہیں ہوئی تھی۔ اس کو میں مولانا
آئے۔ انزل آئے۔ شبہ کیا۔ کو نہ دے، بلکہ اسے اٹھ کر، نقش فشاں پیٹھ پر لے لیکن یہ مرد ہستی کا
حق پرست اپنے تمام پرکڑا پر اور اس کے پائے خفاہ و استقبال میں زرا جھنجھڑ ہوئی سیاست
میں اس درجہ عملی انما کہ و قرض کے باوجود جس کا متصد و جید بھی دین قیام کا اسیا، اوچلا کڑا
معاذ و امر شرایت میں تقصیر اور سخت گیری کا یہ عالم تھا کہ اس مجلس نکاح میں شرکت نہیں
فرماتے تھے جس میں عام رسم و رواج کے مطابق و حرم و احرام کا، خاندان و عورت و مسافر و رسوم
اور عرصہ کا فائز زیادہ مردانہ صافحانہ اور کھنکھاہٹ کی بنا پر کسی ایسی مجلس میں شرکت بھی
کئے کہ تو بھی کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے غیظ و غضب کے ساتھ عیسیت سے اٹھ کر چلے
آئے۔ نشست و برخاست، کھانا پینا، وضع قطع، ہر چیز میں منہضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسخہ کار
کے ساتھ آتا رہتا اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ دینی دلی مصالحت کے علاوہ جو زندگی میں
حدود پر غرض مایہ، خندہ، جبین اور کھنکھاہٹ تھے۔ مہمان نوازی کی یہ کیفیت تھی کہ دونوں وقت
کے لئے ہر روز ہفتے کے دنوں کا کچھ ہوتا تھا۔ ان کو کھانا کھینچ کر آتے اور لیکن عیسیت کرتے تھے۔

مرثیہ

شیخ الاسلام العارف بابہ شیخ احمد رضا صاحب دہلی

حار القواد و دمع العین قد سكب
 من الامام الذی فاق الانام علی
 خطب عظیم دما الاسلام زعزعه
 قضی الحیاة الذی تحی القلوب به
 من کان یطفی لهیب النار لحظتہ
 من کان یروی غلیل الوجہ زودتہ
 من کان یلی سیر العیش صحبتہ
 من کان یتلو کتاب اللہ فی دلج
 حسین احمد غیث القوم یجمعہم
 خادس الزینج من ارشاده بحیث
 منابر الوعد من تذکیرہ طلیت
 معاهد العلوم من تدریسیہ فضررت
 مراعی الرشید من ارشاده عمرت
 محافل المساسة الاختیار نیرتھا
 ابن الجبین الذی سیم السجود بہ
 ابن العظیم الذی فی الدھر ہمتہ
 ابن الکمال الذی قوی الجبال بہ
 اذ جاء فانہا للعقل مستلبا
 من لافظہ لیلۃ فی الدھر قد ذہبا
 رزہ کبیر فما للصبیر مجتلبا
 قضی الحیاة ملاذ القوم والنجبا
 من کان یلی عید القلب مضطربا
 من کان یشتفی علیا ہائما دہبا
 من کان یجلی ظلام اللیل اذوقبا
 من کان یسر للتحديث منتصبا
 فی أرض ہند معین الفیض قد نصبا
 والشمس تکتشف من لشرقا الجبا
 من فیضہ قد جلا الأوهام والریبا
 والقیث یثبت بالفیضان مجتدبا
 والبدن یجلی الدجی من کل ما احتجبا
 بالفکر للدين فی رفع اللوا رغبا
 کأنه البدر اذ یبدو فورا عجبنا
 تعلقت بالثریا جاوز القطبنا
 ابن الجبال الذی یملو بہ شہبا

ضلع آٹا میں پیدا ہوئے اور ۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو وصال فرمایا

علیہ رحمۃ اللہ حسین احمد دہلی، نقشبندی، مسائل میں جامعیت شیخ الاسلام فرماتے
 تھے۔ احمد سید اکبر آبادی، برہان، دسمبر ۱۹۵۵ء (نقلا، ص ۱)

حضرت حاجی محمد انور دیوبندی

حضرت سید محمد عابد دیوبندی کے غلیظ اور بڑے صاحب نسبت بزرگ منتظر العیض کے خیال کے مطابق یہ اپنے شیخ سے بڑھے ہوئے تھے۔ حج سے واپس آنے کے بعد ان پر شکر کی کسی کیفیت غالب رہی تھی۔ اپنی چیزیں و کار کو محنت سے دیتے تھے۔ کھانے پر کار وگوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے اور لوگ انہیں جوئی میں مبتلا سمجھتے تھے۔ اسی عرصہ میں حضرت ابانہ الشرف علی تھانوی کا دیوبند جانا ہوا اور آپ (حضرت تھانوی) انہیں اپنے تشریف لے گئے اہل ان کے سامنے نہ رنگ و دھت اور گوشت کی دیواریں کھینچ کر انہیں ہوا کر میں۔ انہوں نے فوراً تازیانہ کر وہ بھی صاحب اسرار میں۔ اس لیے فرمایا کہ میں آپ سے ایک لڑکی بات کرتا ہوں جو میں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کی اور آپ میری زندگی میں یہ لڑکی پر ناس کرے گی چنانچہ حضرت تھانوی نے ان کی دعائے کئے بعد وہ بات جاری ہوئی۔ وہ فرما تھے کہ

میں نے جو شرف میں بعض عجیب چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ جو میری حالت سے برتری رکھتی ہیں۔

من للمعاصر أو من للمعاصر أو
من للشريعة أو من للطريقة أو
من للزناہة أو من للتقى مثلاً
من لللطائف والتاريخ وأویة
من للسياسة أو من للقيادة أو
أوصافه الفاضلة في الوری مثلاً
فالصبر والعزم والتقویٰ وھمتہ
کھر من مصائب دھر خاص غرقھا
أنھت منایہ بعد الانس مرحشہ
شیخ مجاہدہ لم یبق فی سمر
للك الحقیقة للرفان قد ذلعت
تکدرت بعدہ الدنیا وساکنھا
والفسن فی عدالوج فی مکہ
یا قلب دھ هذه الدنیا ویهجتها
الله یجی دوماً سرمداً أبداً
یا رب أنزل علیہ صوب غاویة
وآرزقہ فی جنات الفردوس منزلة

من للمکارم والأخلاق منشدیا
من للحقیقة والرفان منتبیا
حلوا الشائل بالاخلاص عتبا
من للراغظ والارشاد منتصبا
من للحدایة فینا حائز رجا
تلك المأثر قد شاعت فلا کذب
من یستطیع لامثال لها طلبا
کھر من لیا لهما قد بات مضطربا
قد ضاق روض المخی من بعد مارجا
ولا جانب شحض بعده عجا
فکل من جاء بعد الشیخ قد تعب
فالمین عسری وأنھی القلب منتعب
والطرف فی سهد والصبر قد نهبا
فما قضی احد شوقا ولا اربا
والکل یفنی بها والموت قد قربا
من فیض رحمتك الهطلا والسجبا
علیا قد جاوزت من کل ما احتسبا

شما الصلوة علی خیر الوری أبداً

ما نأخ طیر بنصن البین وانتعجا

مولانا حکیم حافظ محمد یوسف تھانوی

آپ حضور حافظ محمد فاضل شریف کے فرزند ہیں جسٹریٹ ماجی امداد خان صاحب کے مندرجہ
خلفائیں سے تھے۔ ماجی صاحب نے دنیا راغلوب ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ حافظ صاحب ابتداً
آلہ میں ملازم تھے اور ریاست ہریانہ کے سیلہ میں رہے۔ حافظ صاحب اپنے والد بزرگوار کی طرح
بہت خلعت و خوش طبع اور صاحب آدھون و کشف و کرات بزرگ تھے۔ ان کی وفات کا قصہ یہی عجیب
ہے۔ ہماری نمازیں بکیر ہو رہی تھیں صحت سے آگے کو نہ نکال کر فرمایا کہ آج سے غمناک بازی است باد
مکن! کل کو میں سفر کریں جانا ہے۔ وہ کچھ کر لنگھو یا جھنجھنا نہ جانا ہوگا۔ اگلے روز حافظ صاحب نے
لنگھ، ہمتا، جیون، جینچنا، تریوون، وغیرہ خطوط تحریر فرمائے کہ آج ستر کا روز ہے۔ لوگ کچھ کا کثر
قرب و جوار میں جاتے رہتے ہیں لیکن ہے کہ یہ وہاں کا روزہ ہو یا کسی قریب جگہ۔ دوسرے دن عصر
کی نماز جمعہ سے پڑھی اور مسجد کے صحن کے سامنے ایک چار دیواری پڑی تھی اور اس پر کثر شکاریں
کر رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر آٹھ گھنٹہ صبح کی نہی ہوئی تھی قبلہ کی طرف سر کر کے بیٹھ گئے اور دعا
دعا۔ نماز کی مسجد سے نکل کر اس طرح کی کتب بینی نہ تھی کہ مسجد کا مؤذن یہاں آ گیا کہ چلو نماز کی کو
دیکھو کیا ہوا؟ سب داپس آئے تو یہی کراہتہ حافظ صاحب اپنی سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔

حضرت مولانا قاضی محمد اسماعیل منگلوری

مولانا قاضی محمد طیب تاحی کہتے ہیں:
"حضور مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ منگلوری جو صاحب سلسلہ اور
نمائت پائے کے بزرگوں میں سے تھے دارالعلوم کے قیام کے سلسلہ میں ان کی کھٹکشتات
بھی تھے جن کا تصور قیام دارالعلوم کی صورت میں ہوا۔ اس لیے آپ بھی اسلاف دارالعلوم
ہی میں شمار کئے جاتے ہیں۔
آپ شیخ محمد صاحب فاروقی اور حاجی صاحب، خلیفہ ہزار حجتہ میاں جی نور محمد
کی خلیفہ تھے۔"

قوائی عربی، فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ مولانا ناصر علی صاحب اور مولانا سیدنا عبدالجبار صاحب
اول الذکر فارسی اور عربی کے قادر الکلام شاعر اور ادیب ہیں۔ مولانا عبدالجبار صاحب نے بہت
سے اخبارات و رسائل دہلی اور حیدر آباد سندھ سے نکالے اور ان میں کئی مضامین اور کالمز
کی تحریر کیں۔ ان کے بعد بیچ روایں رہے، مگر گرم جھڑیا۔ وہ سب اقوال اور شرواں میں
انقلابی سپرٹ پیدا کی۔ مولانا احمد علی صاحب کے بھراؤ کالنگریں اور خیر آباد کا اور مسلم لیگ میں صاف طور
پر کھلم کھلا شامل ہو گئے۔ بہت سی زحمتیں اٹھائیں، ماریں کیں، مگر جس بات کو حق سمجھا
وہ کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ آپ اب کچھ کراچی میں مقیم ہیں۔ وہاں بھی حق بات کہنے سے
فرمانیں چرکتے۔ کراچی کے ریڈیو پر آپ کے طبعی اور فصیح و فہلست اور لطف حاصل کیجئے۔

مولانا سیدنا عبدالجبار صاحب بالکل اپنے والد کی طرز پر ہیں۔ محنت و مشقت کے تھیں۔ بہترین
مقرر ہیں۔ ذیل علامہ اور نور محمد زبان۔ اسی طرح تحریروں میں اپنے طرز کے ایک میں قلم
میں زور ہے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ اور دیکھنے کے متعلق کچھ جانتی ہے۔ عربی لغت و شے ہے عربی
فارسی اور انگریزی کے ماہر ہیں۔ بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کی تفسیر میں آپ کا بہت
بڑا حصہ ہے۔ بہت سے باروں میں آپ کا طرز تحریر پائے گئے۔ کراچی میں مکتبہ کے تھے۔
”شیخ عبدالقادر العقیلی“ زون امیر علی حسینی دہلی نیک علامہ ہیں تھے۔ ولادت
اور نشو و نما دہلی میں ہوئی۔ اپنے شہر کے علما۔ سے تلمیذ حاصل کرنے کے بعد کھنڈو چلے گئے۔ وہاں
شیخ عبدالحی اور شیخ فضل الرحمن نعمت لائبریری سے شریعت پڑھتے رہے۔

۱۳۰۲ھ میں لکھنؤ پہنچے اور علم حدیث کی تفصیل شیخ شریعت لکھنؤ میں سے کی۔ پھر دہلی میں مقیم

مولانا سید میر حمزہ

آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ کے نانا ننان کے بزرگ حضرت جانیان جہاں گشت
اور حضرت سید جلال بٹائی تھے۔ آپ کے والدہ ماجدہ سنی منشی سید امیر شاہ صاحبہ تھیں جن کی صحبت
نصیحت سے بہت سے بدتمیز لوگ نیک و پارسا بن گئے تھے۔ ان کی رہنمائی اور توفیق کی بدولت
آپ نے اہل علم و قرآن میں مفید حفظ کیا تھا اور فارسی کی کتابیں پڑھ لیں۔ سکھائی
سکول سے ٹیٹل پاس کیا۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت عربی تفسیر پر مائل ہو گئی۔ آپ کا پورا پیچہ
تو مولانا عبدالحی اور مولانا فضل اللہ صاحب کھنڈو فرنگی محل سے ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھیں۔
۱۳۰۰ھ میں مولوی عبدالعلیم براہوہی سے سلسلہ تعلیم شروع کیا۔ ۱۳۰۲ھ میں آپ لکھنؤ تشریف
لے گئے اور مولانا رشید احمد لکھنؤی سے جملہ حدیث حاصل کر کے سنی۔ اس کے بعد حضرت مولانا
شاہ امجد اللہ صاحب کی خدمت میں علم پڑھانی حاصل کرنے کے لئے کوٹھڑی گئے۔ چند سال
ہندو کاٹی کے پڑھیں۔ سب کچھ یاد آپ نے فرنگی محل میں درس و تدریس کا سلسلہ بحیثیت
ملازم کے قائم رکھا۔ مگر اقل سے انفرادی طبیعت تھے، مولانا کوڑی کی قید کب رہا تھی کہ مگر
بیشے درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ بہت سے عالم آپ کے شاگرد تھے۔ بڑے بڑے علماء پر
احمد برکتے۔ سلسلہ پیری مولوی بھی جاری تھا۔

۱۳۸۱ھ کی عمر ۸۰ میں عرصہ سفر پر مرچ پھنچے۔ ۱۳۸۴ھ میں ریح اضافی ۱۳۲۵ھ میں حلت

مولانا کرامت اللہ دہلوی

”میری حکومت اللہ صاحب کے ہاں رہے گی۔ آپ کے دل کو یہ سنا دے۔
 اللہ صاحب چار برس کے تھے تو ان کے والد ان کو بیچ لائے اور آپ سائبرالان میں رہنے لگے۔ آپ کے
 والد صاحب کے بھائی کو زانیہ نام کرتے تھے۔ آپ کے والد کی بی بی میں شادی ہوئی۔ دو بچے ہوئے
 کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے بڑا چھوٹے۔“

آپ عہدہ میں پیدا ہوئے سوارس کی قرآن مجید خطی ہے۔ میرا رس کی عورت کا
مدرسہ نہ ختم کیا گی۔ مولانا میرزا محمد قزوینی اور مولانا محمد بن قزوینی۔ حضرت شریعت کا مدرسہ حاصل
کی معقول و غیر مولانا سیاحی تھی اور مولانا سید محمد بن قزوینی جو حضرت علی گڑھ کے پندرہویں
سے حاصل کی اور قاضی کی کتابیں مولانا محمد بن قزوینی اور مولانا عبدالحی زبیر سے پڑھیں۔

مروءۃ العابد صاحب سے سند حاصل کرنے کے بعد دینی کارخانہ کراہہ مندرجہ ذیل
میں اپنی انجمن کی تعمیر ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ رشیدی، امیر، پر قسم کی کتابیں، پڑھائیں اور
دینی اور فنی مباحثہ۔ عدالت میں تعلق کر کے ۱۰۰۰ روپیہ عرب قرضے لے گئے۔ دیگر کمالات
کی زیارت، حاضرت مبارکہ، ۱۰۰ روپیہ عربین شریفین میں حاضر ہونے کے لئے حاجی احمد علیہ السلام کے
مذہب کے اور کمالات نامہ کے ساتھ ساتھ کراہہ اور پکاراؤ نامہ کی سند عطا فرمائی۔

جی ہے وہاں اس کے لئے جس قدر اس کا مسئلہ جاری رکھا۔ اس کے بعد ہے۔

کامفر کیا۔ چار وزارت سے پیروہ و سرپرست اور طرقت کی تعلیم شیخ اناہیل اعلیٰ و اشد بن محمد امین عری
مستافوی نے ہزار کی سے حاصل کی۔ پھر چند سال آئے تو ہر نگار و نقیقین اور مرید کی تربیت میں
گھگ گئے۔ تاریخ و ذات سے اعلیٰ کا اٹھارہ کی گئے۔

”آپ ۱۳۴۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سید علی محمد قسری تھے۔
پس پندرہ قرآن مجید حفظ کیا، پھر مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں داخل ہوئے۔ ماسٹر کے طور پر کام کیا۔
۱۳۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ دہلی سے بی۔ اے کیا۔ ۱۳۷۳ء میں مدرسہ اسلامیہ دہلی سے بی۔ اے کیا۔
۱۳۷۳ء میں مدرسہ اسلامیہ دہلی سے بی۔ اے کیا۔ ۱۳۷۳ء میں مدرسہ اسلامیہ دہلی سے بی۔ اے کیا۔

۱۳۴۴ھ میں گنگوٹہ شریف پہنچے اور اسی وقت ان کا ارشاد آیا کہ میں نے علم حدیث کی تحصیل کر کے منہ حاصل کی۔ پھر لکھا کہ ان صاحب کراماتؒ نے مجھ پر کئی سے بیعت ہوئے اور اخلاص و باطنی چشمال بند کلائی میں پروردگار سے۔ پھر فرمائی کہ میں تدریس کرتے رہا۔ پھر گھر پر تدریس اور بیعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۸۸ سال کی عمر میں ہر ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ میں رحلت فرمائی۔

اور ارمین و فرزند مولانا ناصر رحمانی اور سید محمد علی بی بی چیمڑ سے آپس میں دوستی
اور عربی کے شاعر بھی تھے۔ تیار کے لئے لکھنؤ میں ملکہ حاصل تھا۔ اپنے استاد مولانا عبدالحکیم
وفات پر ایک قلم لکھا تھا۔

ما تـ شيخ كامل عبد الحليم
قال حمزه حاجلا في ارضه
ربنا الرحمن في القلعه ادخله
شر شهبان المكرم الجبله

۱۔ مولانا کبیر سید جلالی از قلم الوفا میرزا باد - ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۱ء (عربی سے اردو)

۴۱۰ اعلیٰ صابریہ: حضرت حاجی امداد شاہ اور ان کے تلمذ: دہلی - ۱۹۱۰ء

کو کہیں صاف معنی آپ کی چٹکتا ہوا لب بھی موجود ہیں، ان کے پڑھنے کے بعد آپ کی ادبیت کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا کی تصنیفات | ۱۔ عطر اور وہ - یہ کتاب قصیدہ بروہ کی اردو شرح ہے۔ زبان سلیس، اجماع اور متقی ہے۔

۲۔ اللہ زار - یہ قصیدہ ہفت سورا کی شرح ہے۔ یہ کتاب رمضان ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں پہلی مرتبہ طبع جمہوری دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک تعلیم سوسائٹی دہلی میں موجود ہے۔

۳۔ استیلاات - یہ قصیدہ مہلقات کی شرح ہے۔

۴۔ قسبیل اللہ - یہ دیوان حماد کی اردو شرح ہے۔

۵۔ قسبیل البیان - یہ دیوان حبیبی کی اردو شرح ہے۔

اس کتاب کے متعلق مولانا نے خود ہی تحریر فرمائی ہے:

ہر صید ہے کہ تار یاں موصولہ استنداد کی فہم انسانی اشعار میں بہ نسبت شروح عربی کے زیادہ دور کرتے اور بعض فن ادب سے کسی قدر نسبت رکھتا ہوں ان کے مطالب بلکہ استاد بلکہ منت مسلم سمجھنے والے۔

۶۔ معیار البلاغت - یہ اردو زبان میں علم سلفی و بیان میں مولانا کی لازواب کتاب ہے۔ اس کو اگر اردو کی مختصر اسلامی کتاب کے طور پر زیادہ اچھا ہے۔ یہ تحریر لغت ہے کہ اردو شعرا کے اشعار کی انہیں اس طرح چسپاں کر دی ہیں کہ حیرت و استعجاب انہوں میں ابھلی زبان کے کھڑے رہتے ہیں۔

۷۔ الحدیث السنیہ - عربی اس کتاب میں دوسرے عربیوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کی عبارت متقی ہے۔ دیوبند کے تلامذہ میں فراموش ہے،

کو، قادیانہ، و قصیدہ عقیقہ و بلدانہ خیرہ

مولانا و افتخار علی صاحب قسبیل البیان

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی

مولانا مفتی عزیز الرحمن آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

دیوبند کے مشہور عثمانی شیوخ میں ایک صاحب تھے شیخ علی۔ ان کے تین فرزند تھے۔ مولانا صاحب علی صاحب، مولانا ذوالفقار علی صاحب، ائمہ سے صاحب زوے کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا نام تھا۔ باقی یہ دونوں بھائی علی کاچ دہلی کے تعلیم یافتہ استاذ المذاہب و مدرسہ مولانا ملک علی صاحب کے شاگرد و رشید تھے۔ دونوں صاحب علم و فضل و اعتبار سے اس زمانہ میں دیوبند کے ممتاز ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب کا قیام دیوبند ہی میں رہتا تھا لیکن دونوں صاحب مدرسہ دیوبند کی بنیاد اور اس کے کاموں میں بنیادید ہا جس میں صاحب کے ہم نوا ہو کر رہے اور حتی المقدور مدد کرتے رہے۔ دینیہ میں دونوں حضرات نے انشکاک کش کی۔

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب نے اپنی علمی صلاحیتوں کی وجہ سے بہت جلد ترقی کلفتی چنانچہ ان کے والد اس بنا دیے گئے۔ اس وجہ سے ان کا کسی ایک جگہ قیام نہیں رہتا تھا، مولانا کا انتقال ۱۳۲۲ء میں ہوا اور آپ نے یادگار میں ۱۷ افراد کو دارالافتاء میں چھوڑ دیے۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب بہت بڑے عالم تھے، ان کی کتابیں علم کو جو حیرت کئے ہوئے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو کے بلے مثل ادیب اور شاعر تھے۔ تینوں زبانوں میں آپ

وفات | مرزا نے ۱۲۶۲ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی

مرزا کی اولاد | مرزا کی دو اولادیاں تھیں جن کا عقد شہری میں ہو گیا تھا۔ بیٹوں میں بیٹے چور سے

۱۔ مولانا محمود حسن صاحب شیخ الحدیث امیر سرائے (۱۲۹۸-۱۳۲۹ھ)

۲۔ مولانا حامد حسن صاحب (م ۱۳۲۹ھ)

۳۔ مولانا حکیم محمد حسن صاحب - آپ حضرت شیخ الحدیث سے پیش چھوڑے تھے حدیث

خلیفہ مولانا رشید احمد گنگوڑی اور طلب حکیم عبدالمجید صاحب دہلوی سے فروعی علمی اور دیگر علوم

حضرت شیخ الحدیث سے حاصل کئے تھے۔ ایک عرصہ تک دارالعلوم کے مدرس اور طبیب رہے۔

۴۔ مولانا محمد حسن صاحب - یہ حضرت شیخ الحدیث کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔

ان کو حضرت شیخ الحدیث سے اور حضرت کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ان سب حضرات کی اولاد

دیوبند کے ایک عرصہ شیخ بریلوی کی خوش کی نور نظر تھیں۔ یہ نہایت ہی بخشنے والے اور نیک بہت خاتون تھیں۔

مولانا حکیم جلالی شہنشاہ قریب تھے،

ماہیت انھوں نے اولاد فقار علی بن فتح علی حقی دیوبند کی خیران اور سیکے مشہور علماء میں سے

تھے۔ ولادت و نشوونما دیوبند میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے جلیے گئے۔ درسی کتب سے

مملوک ملے، انور قوی اور مفتی صدر الدین دہلوی سے پڑھیں۔ ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہے

یہاں تک کہ سماعی، بیان، نحو اور ذوق شہری میں اپنے ساتھیوں سے بہت لے گئے

حکومت کی طرف سے ابتدائی مدارس کے انسپکٹر مقرر ہوئے، اس منصب پر ایک

عرصہ تک فائز رہے۔ میں انہیں دیوبند میں علماء دارالمنہیں فنون اور سیکہ عالم و ماہر پایا۔

ان کی تصانیف میں شرح دیوان حماسہ شرح دیوان تہذیبی، شرح السبع المقالات، ایک

کتاب بغاوت میں سب اردو میں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔ ۱۳۲۲ھ کو دیوبند

میں وفات پائی۔

مولانا سید حامد سیدان کہتے ہیں:

”معانی و بیان میں فکر و البلاغ اور ریاضی میں تسہیل و حساب ان کی یادگار ہیں۔“

مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ پیش پائے کے بعد آئری جمہوریت رہے، دارالعلوم

دیوبند کے اولین بائبل میں سے تھے۔ چالیس سال تک دارالعلوم کی مجلس شہری کے رئیس رہے۔

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں بچہ سال وفات پائی حضرت مولانا احمد قاسم نانوتوی کے پہلو

میں جانب شرقی ان کی قبر سہاگ ہے۔ سان کی بائیں جانب مولانا محمد حسن نانوتوی مدفون ہیں۔

ان کو حضرت شیخ الحدیث سے اور حضرت کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ان سب حضرات

کی والدہ ماجدہ دیوبند کے ایک عرصہ شیخ بریلوی کی نور نظر تھیں۔ یہ نہایت ہی بخشنے والے اور

نیک بہت خاتون تھیں۔

مولانا حکیم جلالی شہنشاہ قریب تھے،

ماہیت انھوں نے اولاد فقار علی بن فتح علی حقی دیوبند کی خیران اور سیکے مشہور علماء میں سے

تھے۔ ولادت و نشوونما دیوبند میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے جلیے گئے۔ درسی کتب سے

مملوک ملے، انور قوی اور مفتی صدر الدین دہلوی سے پڑھیں۔ ان کی خدمت میں کافی عرصہ رہے

یہاں تک کہ سماعی، بیان، نحو اور ذوق شہری میں اپنے ساتھیوں سے بہت لے گئے

حکومت کی طرف سے ابتدائی مدارس کے انسپکٹر مقرر ہوئے، اس منصب پر ایک

عرصہ تک فائز رہے۔ میں انہیں دیوبند میں علماء دارالمنہیں فنون اور سیکہ عالم و ماہر پایا۔

ان کی تصانیف میں شرح دیوان حماسہ شرح دیوان تہذیبی، شرح السبع المقالات، ایک

قیام پر کار کا اہل خانہ کی خدمات کا کالج کے لئے حاصل کر لیں۔

۱۹۴۰ء میں مولانا فیض الحسن صدر شعبہ عربی و اسلامیات کی تصنیف کی حیثیت سے اور نیشنل کالج لاہور میں آگئے۔ ان کی علمی و تدریسی شہرت دور دراز گوشوں تک پہنچ گئی اور قسطنطنیہ علم برحق علی بیاس بھٹانے کے لئے لاہور کا رخ کر گئے۔ لاہور میں مولانا فیض الحسن کے قیام بازو کچیا میں رہا۔ سرگرمی کی افسانیاں میں وہ اکثر سارنپور چلے جاتے تھے اور وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ مولانا محمد قاسم نالوتوی بانی مدرسۃ العلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن کے ملام بٹہ نے یہ سکھاتے تھے۔ دونوں پر عمر بھی تھی اور ایک ہی بزرگ حاجی شیخ امجد اللہ صاحب نالوتوی صاحبہ کی کے مرید بھی تھے۔

اور نیشنل کالج میں اگر مولانا فیض الحسن نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۴۰ء میں انہوں نے سنہین اسلام، اسلام کی سیاسی و علمی تاریخ دو جلدوں میں، کی تالیف میں ڈاکٹر لاہور کا ہمت شایا۔ خرچہ تبلیغ مساعیات (عربی، فارسی، اردو، شرح حماسہ شہید، فیضہ، علم حاضر و آوارہ) کی تالیف کے علاوہ انہوں نے دیوان، داستان مرتب کیا۔ ان تالیفات کے علاوہ مولانا فیض الحسن اور نیشنل کالج کے ماسٹر اور علمی و تحقیقی جملہ شعراء و الصدور کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

مولانا فیض الحسن سارنپوری اور نیشنل کالج کی عربی کی جماعتوں کے علاوہ گورنمنٹ کالج کی انٹرس کی جماعتوں کو بھی درس دیتے تھے۔ اور نیشنل کالج میں، ماسٹر، ایک تدریسی و تصنیفی خدمات سر انجام دینے کے بعد، ۷ فروری ۱۹۴۰ء کو مولانا فیض الحسن وفات پا گئے۔

ان کی نشر ناموت میں کہیں کہیں سماج پورے جانی گئی اور وہ ہیں تدریس و تعلیم مولانا فیض الحسن کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر مولوی رشید احمد اور نیشنل کالج میں بحیثیت مدرس عربی و فارسی طرز میں ہوئے اور ۱۹۶۲ء تک ریاضت سر انجام دینے کے بعد

مولانا فیض الحسن سہارنپوری

عظیم پاک و ہند میں عربی شعراء و دیات کے نامور و فاضل مولانا فیض الحسن فیض سہارنپور کے ایک زمیندار گھرانے میں ۱۸۶۹ء (۱۲۳۲ھ) میں پیدا ہوئے۔ والد حافظ خلیفہ علی بخش ایک عالم فاضل بزرگ تھے۔ فیض الحسن نے ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد سے حاصل کی اور عربی، عربی و فارسی کتب پڑھیں۔ کبیر کی دور کے علاوہ پہلوانی اور بیوٹ وغیرہ فنون سے بھی دلچسپی رہی۔ ۲۰، ۱۹ سال کی عمر میں شادی ہو گئی لیکن تحصیل علم کے شوق میں دلی پہنچے۔ دلی میں مفتی مصداق الدین آزرہ سے اس کتاب فیض کیا۔ شاہ احمد سعید مجددی اور انہوں نے صاحبہ لایا (اغود شیر محمد) سے، جو اس دور کے جلیل القدر فاضل تھے، حدیث کا درس لیا۔ مولانا افضل حق خیر آبادی سے مستورات و دیات کے اسباق پڑھے۔ مولانا امام بخش مہبانی، حکیم مہر علی مونس، ماسٹر غلام غائب اور عاتقی جندابا، مہم فوق کی شعری و ادبی محفلوں میں شریک رہے۔ شاعری میں امام بخش مہبانی کے شاگرد رہے۔ کچھ عرصہ تک لاہور و لاہور کے تعلیمی مرکز میں بھی رہے۔ دلی آئے ایک نامور و طیب الام لہن خان سے طب کی کتابیں پڑھیں۔ فارسیہ تحصیل ہونے کے بعد دلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۵۰ء کے انقلاب میں دلی آئے اور کچھ عرصہ تک سارنپور میں طب پر گزارا وقت کرتے رہے پھر علی گڑھ چلے گئے۔ جہاں عربی کی چند کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۹۰۰ء کے انقلاب میں اور نیشنل کالج کے

بکدوش ہوتے۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری نے عربی علوم و ادبیات کی جس شرح کو ادبی شکل کا لکھا ہے
فروزاں کیا اس سے بعد اس کے طالبانِ صادق نے ایک کتاب فیض کیا مولانا شبلی نعمانی کا شمار
بھی ان میں ہوتا ہے۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی،

”مولانا فیض الحسن، اس پارے کو ادیب بنے، خاکِ جنتِ سعید میں شاید ہی کوئی آنکھ
۱۴۱۱ھ لا رہ پڑ گیا ہو۔“ (حیاتِ شبلی)

تصنیفات [ذکر: مولانا تصانیفات کے علاوہ، تصنیفاتِ علمی، لفظی، و متحفہ صدیقیہ،
عرض المساجد، ریاض فیض، و دیوان فیض، و حل ابیات، و بیضاوی،
آپ کے تصانیف میں مزید لکھا ہے کہ،

”فیض الحسن سہارنپوری برصغیرِ شہ عربی زبان و ادب کے ممتاز علماء میں سے ہیں
۱۸۱۱ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدیق اللہ علیہ السلام اور مولانا فضل حق خیر آبادی جیسے
فضول سے علوم متداولہ کی تعلیم، فنِ شعر میں مولانا مصباحی کے شاگرد تھے۔ مولانا کے شاگردوں
میں سرسید احمد خان، علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا وحید الدین سلیم، مولوی عبداللہ ٹوٹی اور مولوی
محمد اسماعیل بریلوی جیسے فاضل اور لکھنؤ کا معلم شامل ہیں۔“

مولانا فیض الحسن سہارنپوری ایک ”عظیم القدر عالم، ادیب، شاعر اور مصنف
تھے کہیں فیض اور کہیں خیال جھلکے کرتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے بالکل ادیب اور
قادر الکلام شاعر تھے۔“

آپ کی عربی تصانیف میں ایک دیوانِ شعر کے علاوہ ”تعلیق علی الجلالین و اسرار اللہ“
اور شرح السبع العلاقات وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اردو میں بغیر شرح دیوانِ محمد رشیدی جلیبیہ

اور گزشتہ رشاد وادویان قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے ایک مدت تک اور شبلی کالج لاہور میں عربی
کی تدریس کی اور ۱۸ برس کی عمر میں ۱۸۸۴ء میں فوت ہو گئے۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی یہ تمام تصانیف اپنے اپنے موضوع میں ایک سترہ
مقام کی حامل ہیں اور عمومی توجہ کی مستحق۔ لیکن تفصیل سے مواضع کرتے ہوئے اجمال کا غلط
ان کی ایک اہم تصنیف ”شرح السبع العلاقات“ ہے انہوں نے ”ریاض فیض“ کے نام سے
موسوم کیا ہے، ہر ایک خاکِ نبات ہے۔

مصنفات و درجہ عالی کے قول شعراء کے منتخب قصائد کا مجموعہ ہے اس مجموعے کی بغیر
اور بیرونِ برصغیر میں مختلف جگہ کی ہیں۔ بغیر مکی جانے والی شروح میں مولانا کی شرح کو
وقتِ نظام حاصل ہے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں ایک تو یہ کہ مولانا نے ہر شعر کی تین زبانوں
عربی، فارسی، و اردو میں تشریح کی ہے جس کی افادیت یہاں ہے اس کے علاوہ ہر شعر کے مشکل
الفاظ کی لغوی تشریح، ترکیبِ نحوی، کلامِ نکات، شعر کے ہر لفظ کی تشریح میں مختلف شعراء عرب
کے کلام سے استفادہ و قدیم شاعرینِ مقامات کی کتب و بیرونی کتب فارسی، ہر شاعر کے حالات زندگی اور
ہر قصیدے کے پس منظر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مولانا خلیل الرحمن صاحب اپنی زندگی اور خدمات میں تدریس و تعلیم کی یادگار تھے۔ بہت وارادت کا شوق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی سے تھا۔ نہایت خوش اوقات مسجد جماعت کے شدت سے پابند تھے۔ رمضان المبارک میں بہت زیادہ عبادت کا معمول تھا۔ ایک روایت کے مطابق روزانہ ایک قرآن مجید کھاتے تھے،

فہم کریمہ کے دوران اختلاف میں علامہ شبلی کی مخالفت کی بنا پر مولانا کے والدینہ کے شرگروہ تھے۔ ان کا حکمران ہندوستان کے متعدد بااثر اسلامی جرائد میں اس طرح انکار کیا کی خوبیل پر پردہ چڑھا اور وہ ایک جلد عالم اور خالی خات کی حیثیت سے پیش کئے گئے جو خدا تعالیٰ کا ترقی اور اصلاح کی راہ میں سب سے زیادہ عاقل تھا لیکن مولانا مسعود علی صاحب مرحوم اور بعض دوسرے فضلاء نے متعدد کامیابان جب کہ ابو جواس کے کہ ان کی ذات کو بہت ملحدان کی گئی۔ امتحان نوجوان فاضلہ کے ساتھ جو نمائندگی میں پیش پیش تھے ان کا دور مشفقانہ و بزرگوار اور وہ ہوش ان کے ساتھ محبت و وفایت سے پیش آئے۔ تحریک خلافت کے بڑے پرورش حامی اور معاون تھے۔ انہی کے ساتھ سارے مولوی خلیل الرحمن ندوی سہارنپور کی خلافت کیش کے روح رومی اور سیکرٹری رہے۔ دوسرے ساجزائے مولوی منظور الرحمن ندوی آخر تک خلافت اور اہل میں کانگریس کے ساتھ رہے۔ قدیم حکماء سے وابستہ کی طرح ان کو انگریزوں سے نفرت اور ان کی تعظیم کا احترام سے استنباب تھا۔ ارقم طور نے خود ایک مرتبہ پر ایک ایسا منظر دیکھا جس سے ان کے دینی جذبات اور اسلامی حیثیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ خانہ ۱۳۵۲/۱۳۵۲ کا آغاز ۱۹۲۵ء کا آغاز قرار دیا گیا ہے۔ اتفاق سے وہی دن ٹرانسکریپٹ انگریزوں کی آمد اور صدارت کا تھا۔ وہ دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنکھیں کھلیں اور فضل جو اس کے ساتھ چند مقامی اہلکاران اختلافی اور وہ کہ مولانا تھے۔ سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن مولانا نے کھڑے ہوئے نہ فقط ہر تھے۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی امانت محسوس ہوئی اور

مولانا خلیل الرحمن سہارنپوری

”مولانا خلیل الرحمن صاحب حضرت مولانا امجد علی صاحب محدث سہارنپوری (دم ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۹ مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء) کے فرزند تھے۔ چچا پتہ دور کے مشہور ترین اساتذہ حدیث میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم میں پائی۔ ۱۳۱۱ھ/۱۸۷۳ء کی روڈ اور مظاہر العلوم کے تعلیم فہیات کے فائز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے میرزا بدر سار میں امتیازی نمبر پائے تھے۔ تکمیل اپنے والدینہ سے کی اور والد کے انتقال کے بعد چوبھائی کا کاروبار شروع کیا جس کا صدر مقام پبل ہیٹ تھا۔ حدودہ العلماء کی تحریک کے ابتدائی دور میں سے اس سلسلے میں شریک ہو گئے اس کے اجلاس دوم منعقدہ شوال ۱۳۱۲ھ/۱۸۷۵ء میں اور چوتھوں میں منعقدہ جوا تھا، وہ شریک تھے اور ان کے جلسے میں اشخاصی میں ان کا نام نظر آتا ہے جو اس موقع پر منتخب ہوئے مولانا کے ان اشخاص صاحب کے دور میں نائب ناظم تھے۔ ان کے استعفی کے بعد ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں نائب ناظم یا خلیات ناظم منتخب ہوئے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء کو استعفی ناظم منتخب ہوئے جس کا سلسلہ رمضان ۱۳۲۲ھ/ جولائی ۱۹۰۵ء تک رہا۔ جب ان کی بنگلہ خات کے لئے مولانا سید عبدالغنی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا اور مولانا کا قیام سہارنپور رہنے لگا لیکن ان کی بھروسہ کی غلطی غلطی کے ساتھ آخر تک قائم رہی اور وہ مجلس اشخاصی کے رکن رہے۔ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۱ء فروری ۱۹۳۱ء کو سہارنپور میں وفات پائی۔

حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندی

”حضرت شاہ رفیع الدین عثمانی دیوبندی ابن مولانا فرید الدین عثمانی دیوبندی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مستم ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی صاحب مدنی سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت حاجی امجد الدین صاحب مدنی سے بھی کتساب فیض کیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی آپ ہی کے بلند پایہ خلیفہ جواز تھے۔“

۱۳۰۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔
مولانا قاری محمد طیب قاسمی لکھتے ہیں:

”حضرت حاجی عابد حسین صاحب کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی عمدۃ اہتمام پر فائز ہوئے۔ آپ طریقت و حقیقت کے ایک بلند پایہ شیخ اور حضرت شاہ عبدالغنی دہلوی نورانی مرقدہ کے ارشد خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب ان پر فخر کیا کرتے تھے۔ موصوف بہت سے اکابر دارالعلوم شمل حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن اور مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب فاضل تعلیمات دارالعلوم

اس نے فرشِ بیسے میں چڑھ کر بیٹھنے میں کون ہیں؟

مفتی اشتیاق علی صاحب کا کوئی جو براہ تھے انہوں نے موقعِ محل کے لحاظ سے اس کی تاویل کی اور شکرِ کثیر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

مظاہر العلوم سہارنپور کے ۱۴۰۹ھ کے مزیدوں میں ایک نام آپ کا بھی ہے۔

لے۔ مولانا سید احمد فریدی، جواہر پارک، بھارتی، خودی، ۱۹۵۵ء (بھارتی ذکر مشائخ دیوبند)

لے۔ مولانا نور الحسن علی مدنی، حیاتِ مولانا، مدقۃ العتسین، دہلی، ۱۹۵۰ء (معاشرہ)

لے۔ مولانا محمد زکریا تارخ مظاہر سہارنپور، ۱۳۹۲ھ

دیوبند وغیرہ کے شیخ طریقت تھے۔

دارالعلوم کی مسنوی ترقیات میں مشرقی تمدن کی تربیت و ترقی بہت کامیابی
 طرح سے جس طرح مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا تعلق آپ
 اولاد شہان ۱۲۸۳ھ تا ۱۲۹۸ھ اور ۱۲۹۹ھ تا ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۰۵ھ تا ۱۳۱۲ھ اور ۱۳۱۲ھ تا ۱۳۱۹ھ
 ۱۳۱۹ھ دارالعلوم کے مستم رہے۔
 مولانا فروغ کہتے ہیں:

مستم بھی اوس کے ہیں خوش انعام
 مولوی صاحب رفیع الدین نام
 صاحب عقل و ہمایہ بر متین
 خیر خواہ دین ختم المسلمین
 فرض منصب کو ادا کرتے ہیں وہ
 سعی ان کی حشر میں مشکور ہوئے

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فرید الدین دیوبندی اولیاء اللہ میں سے تھے
 اور صاحب کشف و کرامت تھے۔

آپ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ کو یونہی ضلع سہانہ پور میں پیدا ہوئے بہت
 کم تعلیم حاصل کر سکے۔ پھر حضرت مولانا شاہ عبدالحق دہلوی کی خدمت میں پہنچے اور ان
 سے کاتب فیض کرتے رہے۔ جب آپ کے شیخ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپ بھی
 مدینہ منورہ پہنچے اور کاتب فیض کا سلسلہ جاری رہا اور سلوک کی تکمیل کے خلافت حاصل کی۔
 حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دو صاحبوں سے جس قدر
 مجھ کو محبت ہے کسی سے نہیں ہے۔ علاوہ میں سے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اور مدینہ
 میں سے شاہ رفیع الدین دہلوی سے۔

بڑا دل آدمیوں نے آپ کی صحبت بابرکت سے نفع اٹایا اور بعض مرتبہ کمال
 کو پہنچ کر سستی خلافت ہوئے۔

آپ کے بارے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے کہ واقعات آپ کے
 اور حالات آپ کے نہایت صحیح اور مطابق نفس الامری ہیں۔

صاحب کرامت تھے بذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت پابند تھے خود فرمایا

مفتی غلام سرور لاہوری

لاہور کے مشہور عالم مفتی غلام محمد کے تیسرے ارک کے دارو اور فارسی کے فہرست فاضل بہت ہی فاضل و زکا ہیں کے صنعت اور اعلیٰ پارک کے شاعر تھے۔ ان کا سب سے بڑا سب سے متبع اور سب سے شاندار علمی کا نام فارسی کی کتاب خزینۃ الاسماء کی تصنیف ہے، جو اولیائے وقت فضلاء نے زانا و رفیقا کے کام کے حالات کی گواہی دینا چاہتا تھا اور بے انتہا محنت اور کوشش کے بعد جمع اور ترتیب کی گئی ہے۔ دو سو و چالیس میں سینکڑوں اولیائے کام کے حالات میں ہر ایک کی تاریخ و ذات بمقام اجل مفتی صاحب نے نکالی ہے۔ کتاب کی عبارت بے حد سلیس اور عام فہم ہے۔ فارسی کا عمومی طالب علم بھی اسے کوئی سمجھ سکتا ہے۔ آج کل نمایاں ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ یہ کتاب مع ترجمہ کے دوبارہ شائع ہو مفتی صاحب کی دوسری فکر فرمائیں یہ ہیں۔

محمد حاکمت، انجینئر سروری، اخلاق سروری، مخزن حکمت، حدیث الاولیاء اور تحفہ سروری۔ (تاریخ لاہور)

۱۳۴۸ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے اور ۱۳۸۱ھ تک ۱۹۰۰ء کو مکہ اور مدینہ کے درمیان وفات پائی، مجال آپ حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ کے حالات اور آپ کی تصانیف کے متعلق ایک مفصل مضمون اکتوبر ۱۹۶۱ء کے فقرے میں شائع ہوا ہے۔

لے. نقوش، لاہور نمبر ۱۲

کرتے تھے کہ جس کو جو نا معل ہوا اتیان سنت اور اتقا سے ہوا۔ شہدہ غلام آپ کے مدہ میں شہدہ تھی نہ تھا۔ اہل محال کی دوسروں کو بھی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔

محبت علم اور علم میں غرق تھے۔ علم ظاہری اگرچہ حاصل نہ کیا تھا مگر علم لدنی اشد نے عطا فرمایا تھا۔ کبھی بھی سے طبیعت پر جذب غالب تھا اسی وجہ سے علم حاصل نہ کر سکے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمن لکھتے ہیں کہ آپ کی صحبت خاصیت اکیر رکھتی تھی اور نظر آپ کی کبیرا اثر تھی اور ارشاد خلاق شب و روز آپ کو مطلوب و مرغوب تھا فیض رسانی میں

رات دن مشغول رہتے تھے۔ جو کام آپ کا تھا اخلاص کے ساتھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو حج مکات و کثرت ظاہری و باطنی بنایا تھا۔ علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق میں غرق و سرشار رہتے تھے۔ بلکہ ہمیشہ یہ ترغیبی کہ جو اور خدا شہدے کا

نصیب ہو۔ ۱۳۴۰ھ میں غرضی ہجرت حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے اور راجہ سیلے سے حاضر ہر مہرم اور حاضر و دست شاہ حاجی امداد اللہ ماجر کی تھا۔

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مکہ منظر پہنچے۔ چند لمحہ مکہ مکرم میں قیام کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر طلب قلبی حاصل ہوا اور تمنا سے دل پوری ہوئی۔

یعنی تاریخ و روز جمہادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ میں آپ نے اس وارفانی سے حلت فرمائی اور عرض لیت شش و پنجہ سال ہوئی۔

مولانا محمد عظیم حسین صدیقی خیر آبادی

آپ ۱۲۶۲ھ کو خیر آباد میں پیدا ہوئے۔ مولانا کا نام لغت حسین صدیقی ہے۔

خیر آباد میں ہی تربیت اور تعلیم ہوئی۔ ابتدائی کتابیں مولوی اللہ بخش خیر آبادی سے پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق آپ کو خیر آباد سے اپنے گھر واپس لے گئے۔ علوم پوری میں کافی سال تک رہ کر کتب درسی پڑھیں۔ صحیح مسلم بھی انہی سے پڑھیں۔ پھر نواب سید علی حسن خاں کے زمانہ میں مولانا گئے اور مولانا عبدالحق رحمہ اللہ مولانا راہدار شاگرد شاہ اسحق محدث دہلوی سے کتب صحاح پڑھیں اور انہی سے بیعت کی۔ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۳۶۱ء میں ریاست بھوپال میں کسی مستقر حملہ سے پریشان ہوئے اور نواب سلطان جہاں نگیر والی بھوپال کے قابل اعتماد لوگوں میں سے تھے۔ ۱۲۹۳ھ میں جب بنگلہ صابر نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو آپ کو ان کی طرف سے عربی زبان کی توجہ دہانی کے لئے حضور کیا گیا تھا۔ آپ سلطان جہاں نگیر کے اناج میں بھی رہ چکے تھے۔

دہشتہ اربعہ میں سزاؤں کا مشورہ ہمارے کسی مصنف کا نام نہیں ہے۔ اس بنا پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس کو مولوی عظیم حسین صاحب نے مرتب کیا ہو گا۔

۱۳۶۶ھ میں اسے استفادہ کے لئے اور جہت کے لئے دہلی منورہ پہنچے یہاں سید علی النکاحی اور شہرہ ور حضرت سے دوبارہ کتب حدیث پڑھیں اور اس کے بعد حرم شریف میں درس دینا شروع کر دیا۔ یہاں صرف حدیث کا درس دیتے تھے۔ ذاتی کتابیں گھر پر رکھنا یا کرتے تھے۔ آپ نے

”حکیم مفتی غلام سرور صاحب اپنے آبائی محلہ کو ٹیٹھنیاں لاہور میں ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۲ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مفتی غلام محمد صاحب سے حاصل کی۔ طلبہ کی انتہائی پڑھی بیکار سرور دہلی میں بھی انہی سے بیعت تھے۔ حضرت مولانا غلام امین فاضل لاہوری سے علوم تفسیر و حدیث و فقہ و ادب، صرف و نحو، صنفی، منطق، اصول و فروع اور تاریخ و لغت کی تکمیل کی اور اپنے زمانے کے عالم و عمل، اے منتال ادیب، بلند پایہ شاعر، بے بدل تاریخ گو، مستند مؤرخ و شہرہ آفاق سوانح نگار، اہل علم امت اور مسلم املاق ہوئے اور آپ نے اپنی بقیہ تصانیف سے علم و ادب کے ہر گوشے کو نکال دیا۔

کے منظر پہنچنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام حضرت حاجی ابو الداؤد صاحب صاحب مہاجر کی سے مسئلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔

۲۴ مئی ۱۸۶۳ء، ۱۲ صفر ۱۲۸۰ھ، ۱۰ اگست ۱۸۶۰ء کو دارالافتاء کا سفر انصاریہ کی مصافحہ جنگ بڑی میں وفات کے گئے۔

مولانا نور محمد ترسی

شیخ عالم فقیر نور محمد بن شہاب الدین بن عمر شمس حسنی میرودی ساکوٹی شہر امرتسری نیک
عالم میں سے تھے۔

ولادت ۱۱۷۰ھ وراثہ پسرود شہل ساکوٹ میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے سفر کیا اور
دہلی کے ایک مدرسہ میں مولانا احمد بن کاپوری شیخ محمد علی بن لطف بن علی خان قومی انکاری جیلدار علی بن محمد بن
شیخ احمد علی بن لطف اللہ سہیل پوری اور دیگر علماء سے پڑھیں۔ پھر ۱۲۹۸ھ میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا
جنگا گیا اور شیخ رحمت اللہ بن ضیاء عثمانی گیرانوی مبار اور شیخ احمد بن زینی دحلان شافعی کی اور
شیخ جلالہ لغوی و افغانی، شیخ حبیب اللہ کی، شیخ جلال علی بن جلالہ سراج حسنی کی اور شیخ جلال
بلوچہ افغانی دہلی سے استفادہ اور سادات اہل علم حاصل کیں۔ شیخ محمد علی بن احمد سید دہلی اور
شیخ امداد اللہ بن محمد بن ستاری اور شیخ حبیب الرحمن رودلو کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل
کیا۔ پھر دہلی آئے اور ۱۳۰۸ھ کی بات ہے۔ پھر شہر امرتسری شہر سے مولانا دہلی آئے
رہے۔ وہ نیک صفت آدمی ہیں۔ بابر و سکس و عدلیس اور غلط و کسبوت میں نظر پڑتے ہیں
میں کوئی بار نہیں امرتسری ط۔

اور ان کی یادگار و آثار میں امام ربانی شیخ احمد بن جلالہ احمد سرہندی کے رسائل تصنیف،
فتح الخرج کا طبع اور عقیدہ عاشق کے ساتھ عمدہ خط میں عبارت ہے۔

ہو، طرف علی صاحب کے ہمراہ حاجی امداد اللہ صاحب سے کہ منظر میں سمیت کی طبع و نانی سے
بھی واقف تھے اس لئے مخصوص دوستوں اور مریدوں کا علاج کرتے تھے۔ پیری مریدی کا سلسلہ
بھی جاری تھا۔ ۱۳۳۶ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں ان کے جسدِ شہداء کی
کو سپرد کیا گیا۔

شاعری انارسی میں زیادہ اردو میں کہ شعر کہتے تھے۔ سلیم تخلص تھا۔

شیخ نیک عالم اعلم حسین بن لطف حسین خیر آبادی کا بر ملا وہ میں سے تھے۔
ولادت اور نشو و نما خیر آباد میں ہوئی۔ علم کی تحصیل علامہ عبداللہ ابن فضل حق خیر آبادی اور
دیگر علماء سے کی۔ پھر بمبئی چلے گئے اور کتب جلالہ القیوم بن عبدالمجلی برمانوی سے
پڑھیں۔ ان کی خدمت میں رکعت زل سلوک ملے کہ اجازت سمیت سے نوازے گئے۔
آخر وقت تک بمبئی میں خدمات انجام دیتے رہے۔ پھر اور دینی امور میں آپ کی طرف رجوع
کیا گیا تھا۔ میں کوئی بار بمبئی چلے گئے۔ علامہ جلالہ جبریت کی اور وہاں تقریباً دو
سال رہے۔

۱۳۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔

۱۳۵۰ھ مبارکی: تذکرہ خزانہ حجاز اردو ص ۲۵۰ تا ۲۵۱ سے اخذ

دینی مریدی کے سلسلہ کے اجزاء سے اندازہ ہوتا ہے کہ خزانہ حاجی صاحب کی طرف سے آپ کو
اجازت ہو۔ آپ کو مولانا عبد القیوم محدث بمبئی سے اجازت سمیت حاصل تھی۔

مولانا جلالی: خزائن الخواطر، لاہور: ۱۳۶۰ھ ص ۸۰ (عرفی سے اردو)

مولانا عبد الرحمن سہانپوری

”مروا عبد الرحمن سمرقندی بن مروان احمد علی بن خلف خدیق محدث سمرقندی شریک آبادی
 جنت مدائن سے تھے۔ ولادت اس وقت سمرقند میں ہوئی کہ آپ نے تباہی آئی اور توسط تعلیم کے
 بعد مدینہ شریف اپنے والد ماجد سے پڑھی اور اب مروان فیض الرحمن سمرقندی تھے۔“

حضرہ حاجی اہلوائے مبارک کی سے بہت تھے۔ ایک عرصہ تک سرانپور میں درس
یہ اس کے بعد علاج کے سبب ایک طرف تشریف لے گئے اور انھوں نے طب کا سلسلہ قائم کیا۔ حاجی علی محمد
سید مدنی علی نے سید آباد جانشین کی ترغیب دی۔ سید رباب میں آپ خوش رہے۔ جاہ کا تعلیم
خاص مقرر ہوئے۔ بعد ازاں اپنے طور پر طب کرنے لگے۔ آپ کا طب بہت کامیاب تھا۔
میر عثمان علی خان نظام دکن نے دوسو روپے ماہوار آپ کا فاضلہ مقرر کر دیا تھا
الطیب العثماني کے نام سے ایک کتاب لکھی اور نظام کی خدمت میں پیش کی۔ نظام نے
اس کتاب پر آپ کو دس ہزار روپے عطا کئے۔ آپ کی تصانیف میں ایک دوسری کتاب
اختصار المشافہ ہے۔ یہ عربی نظم میں ہے۔ آپ طب، ادب اور حدیث میں مہارت
کہتے تھے عربی اشعار بھی قدرت حاصل تھی۔ ۱۲۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

۱۲۔ رجب الحرام ۱۳۴۸ھ کو امرتسر میں وفات پائی اور مسجد نور کے جوار میں دفن ہو گئے۔

علومِ غریبہ کی عظمت و جلالت بحقیقت میں آپ ایک مخصوص مقام پر تھے۔ آپ مدرسہ نائبر امرتسر کے قائم تھے۔ اہل حق سے عیسویوں، غریبیوں، سکھوں کو پھیلنے، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ علیہ الرحمۃ آپ کو عالمِ ربانی، فاضلِ کمال کہتے تھے۔ مولانا اور احمد رضا صاحب نے جو علم، عقیدہ اور حقیقتیں ہم پر تھیں۔ مدرسہ عالیہ کو مکر میں علم رہے۔ علوم، فنون کی تعلیم دیتے رہے اور حجاز میں ملی ملت میں مشہور ہوئے۔ مدرسہ نائبر امرتسر کے علاوہ چوک فرید امرتسر میں مدرسہ تجوید القرآن کی جاری کیا۔ مسجد نور بنائی۔ انجمن حفظہ السعین امرتسر کی بنیاد رکھی۔ قادیان میں ایک جمعیۃ انجمن کو قیام عمل میں لائے تھے۔

۱۰۔ سورۃ النجم: ۱۰۰ ج ۸ ص ۵۳۱ (عربی سے اردو)

تحریر: رفیق احمد لکھنوی، مولانا ابوالحسن علی Nadwi، مدیر العلوم و تربیت، نومبر ۱۹۷۱ء

منشی سید ابوسعید کھنوی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

منشی سید ابوسعید صاحب حافظ سید عبدالسلام صاحب کے صاحبزادہ اور مولانا سید عبدالجلیل صاحب کے پوتے تھے۔ ان کا نام اپنے جدِ امجد حضرت سید شاہ ابوسعید صاحب کے نام پر رکھا گیا جو سید احمد شہید کے حقیقی نانا تھے اور ان کا شاہِ حق شاہ ولی اللہ صاحب کے خواہن اصحاب میں تھا۔ صاحبِ علم، خوشنود اور نہایت کریم النفس اور بہت دوزخی و دوت انسان تھے۔

حضرت حاجی امداد شاہ صاحب کی سے عقیدت و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ اور حاجی صاحب کے خطوط میں ان کا ذکر ہے۔

اس تحریر کی تائید اس غذاخان کے دوسرے عزیز رکن سید ابوسعید صاحب لکے کی براہِ نجن کے نائب سیکرٹری بھی تھے۔

حافظ نامدار خاں

سید محبوب رضوی لکھتے ہیں:

حافظ نامدار خاں بی شعلِ نغزِ نگر کے رہنے والے تھے قیام دارالعلوم کے دسویں سال ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء میں جب درجہ قرآن کا اجراء عمل میں آیا تو حافظ نامدار خاں اس کے مسلم مقرر ہوئے اور ۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء تک تقریباً ۵۵ سال درجہ قرآن شریف کی خدمات انجام دیں۔ ان کے شاگردوں کا طرزِ فِرا و سین ہے۔ ماکھڑ پڑھنے والوں کے علاوہ ان کے فقیہی تسلیم نے سینکڑوں بچوں کو حافظ قرآن بنادیا، جن میں دارالعلوم کے بعض بہت سے استاد بھی شامل ہیں۔

امداد صابری لکھتے ہیں:

حافظ صاحب موصوف بڑے عمر بزرگ اور نہایت عمدہ حافظ ہیں۔ آپ کی تعلیم میں خاص برکت ہے۔ نوعمری میں آپ کا قیام حماد بیوی میں رہا اور اس زمانہ میں آپ نے حاجی امداد شاہ صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب قدس سرہما کا فیض صحبت حاصل کیا۔

مولانا حافظ وحید الدین رامپوری

آپ محکم ضیاء الدین رامپوری کے قریبی عزیز اور حاجی امجد الدین صاحب کی سے بیعت تھے۔ محدث گنگوہی سے استفادہ ہوا کیا حاجی صاحب اور محدث گنگوہی کے آپ کے بارے میں بہت جدوجہد میں حاجی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”از اسلوبی حال عزیز وحید الدین خوشنود خدام اللہ تعالیٰ ترقی فرمے اور اپنے مقصود پر پہنچائے۔“
عزیز وحید الدین کی اسلوبی حال سے خوشی ہوئی لہذا تعالیٰ ترقی فرمے اور اپنے مقصود پر پہنچائے۔
محدث گنگوہی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: ”اب سنا کہ چند تم کو اپنے سے عہد جانا ہے۔ خصوصاً یہ حال جو آپ نے مجھے اس سے تو صحت ظاہر ہو گیا کہ نہ کو باحوال اعیان بندہ میں جوئے اللہ تعالیٰ مبارک فرماتے اور چند کو بھی حصول حاصل آئیں۔“

محدث گنگوہی کے چار گرامی نامے بنام حافظ وحید الدین صاحب رشیدیہ میں شامل ہیں حافظ وحید الدین نے حاجی صاحب کے مکتوب جمع کئے جو تقریبات امداد کے نام سے مولانا مفتاح کا جز بنا کر بھیجے گئے حافظ وحید الدین کے ایک صاحب زادے مولوی سید الدین رامپوری (متوفی ۱۳۴۹ھ) سے جو دارالامام بھوپال ہوئے۔

مولوی عبدالحکیم کیرانوی

مولانا ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں:

”سہ ماہی میں مولوی حکیم دکن سرمد علی صاحب کی تسمیر خوانی ہوئی اور قرآن شریف اور اربعہ اجماع کی تعلیم ہوئی۔ میرٹھ میں اس وقت ایک بابرکت بزرگ اور فاضل عالم مولوی عبدالحکیم صاحب دم (۱۹۲۱ء) تھے۔ وہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ بیعت کا تعلق حاجی امجد الدین صاحب صاحب کی اور تلمذ کا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے تھا۔ انہی کے مسلک و پرچار تھے نیز مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بانی دارالعلوم تھانہ مظفر سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ انہیں کے پاس مکتب نشینی ہوئی اور اپنے دوستوں کے ہاں زار بھائیوں اور قصبہ کے بچوں کے ساتھ تعلیم میں مشغول ہوئے۔ دکن سرمد صاحب مرحوم آخر تک مولوی صاحب کا ذکر نہایت بلند الفاظ میں کرتے تھے اور ان کی شخصیت سیرت کا اثر ان پر باقی تھا۔“

شیخ محمد بن غلام رسول سورتیؒ

مولانا حکیم سید عبدالجلی گھنوی کہتے ہیں:

شیخ عالم صالح محمد بن غلام رسول سورتی شہر نوشہرہ میں سے تھے۔ ولادت اور نشوونما سورت میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے سفر کیا اور مفتی نعمت اللہ گھنوی، شیخ محمد سعید عظیم آبادی اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور حدیث مولانا احمد علی بن اظہار سندھ پوری محدث سے حاصل کی۔

پھر حجاز گئے اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور شیخ رحمت اللہ بن علی کی لڑائی اور شیخ امداد اللہ اعظمی تھانوی اور سید احمد ابن زین رسولی شافعی کی سے بہت کچھ سنا لیا۔ یہی میں تجارت کرتے تھے اور یہی ذریعہ معاش تھا۔

۲۳ محرم ۱۲۲۴ھ میں انتقال کیا۔ ۷۱

مولانا سید کوثر علی گھنویؒ

اعلام صابری لکھتے ہیں:

مولوی کوثر علی غفر ضلع بھنور کے رہنے والے تھے۔ مگر منظر حیرت کر کے آئے اور یہیں فوت ہوئے۔ مولوی صاحب کی دوکان میں ہینڈ کوفٹ اور نام حق منظم ہیں۔ نام حق سے یہاں شائع کئے گئے ہیں۔ ہم کو اس سے زیادہ ان کے کلمات معلوم نہیں ہو سکے۔

وہاں نام حق کرتے ہیں ہم زباں پر دل و جان سے پڑھتے ہیں اس کو برابر قدیم و حکیم اور خالق وہی ہے رفاقت و رحیم اور رزاق وہی ہے ہمیں وہ دیا پیشوا عکبر حق ہے بزرگی میں بعد از خدا جن کا حق ہے شریعت طریقت کا ہم سے یہاں کل مفصل انہوں نے کیا ہے عیاں کل سداں پہ نازل ہو رحمت خدا کی اور ان پر جنہیں ان کی الفت ہلا کی ہے کہ میں کوثر پر مولانا گھنہ تو کر مرا مدفن بیقیع مدینہ تو کر خاتم میرا بالآخر یارب ذکر ملت محمد کو بالآخر یارب ترا ذکر بسیر سے دل کی غذا ہو تری یاد میں جان میری غذا ہو شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد زکریا گھنہ ہیں مولانا کوثر علی صاحب جامی صاحب کے خواص میں سے تھے اور ان کے کلمات نے بھی بہت مگر اس وقت بالکل یاد نہیں۔

۱۲۴۰ھ میں انتقال کیا۔ ۷۱

۲۹۴ مولانا حکیم سید عبدالجلی، نزہۃ النظر، کراچی، ۱۹۶۶ء، ج ۸، ۳۹۴ (عربی سے اردو)

۲۹۵ مولانا حکیم محمد رفیع اسوی، جہان پار سے، لاہور، ۱۹۶۶ء، (عربی سے اردو)

مولانا عبدالغنی میرٹھی

مولانا عبدالغنی چٹوڑی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے حضرت مولانا محمد تاج
خان قزوینی کے خاص شاگردوں میں سے تھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے صحبت
تھے حضرت مولانا محمد تاج کے جمال کے بعد مولانا احمد حسن صاحب مروہی سے علوم کی
تکمیل کی۔ بعد ازاں مدرسہ شاہی مراد آباد میں چلایا آپ کے اساتذہ محدثین تھے، آپ
بھی مدرسہ ہو گئے۔ ۱۳۰۲ھ اپنے اساتذہ کے ساتھ ہی مروہہ آ گئے اور کئی سال مدرسہ رہے
آخر میں خرابی صحت کی وجہ سے مروہہ چھوڑ کر اپنے وطن میں مقیم ہو گئے۔

مولانا عبدالغنی بلند پایہ دولیش، بڑے جید عالم، مہجرتیں ادیب، اردو، فارسی
اور عربی کے باکمال شاعر تھے۔ حافظہ کلام اللہ پر دل کی رعایت سے حافظہ شخص تھا۔
تہذیب گوئی میں بھی خاص مہارت تھی۔ خط نہایت پاکیزہ اور اپنے دونوں اساتذوں سے ملتا
جلتا تھا۔ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء میں انتقال ہوا۔

○ مولانا ابوالحسن علی ندوی عظیم الشان کی خود نوشت سوانح حیات :-

کاروان زندگی

ایک مسلم مصنف، موزن و داعی کی سرگزشت تھی

میں میں ذاتی زندگی کے شاد و غم، تجربات، احساسات و اثرات
اور ہندوستان اور اسلام آباد کے واقعات و حوادث

اور تحریکات و شخصیات

کے مطالعہ کا خلاصہ

اس میں عمل بیان کیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و پختہ آدمی تھے
اور ایک مدبر و حاد و حقیقت پسند، جاگ بجا بن گیا ہے۔ اور
جو صوفیوں کی برکات اور بیرونی مدد کی کمی کی کارگر و سرگزشت

ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے

جس سے مولانا کی شخصیت کا وہ دور کی فکر کا کرنے والے کو کافی

اور ہندوستان کا حال کے ہیں

مجلس نثریات اسلام

تائیم آباد ○ کراچی ۱۵

۱۵۹ - پروفیسر انور الرحمن، انوار اللہ کی ولا ہوئے : ۱۳۹۹ھ ص ۱

۱۶۰ - نسیم احمد فریدی، دارالعلوم دیوبند، دیوبند : ۱۳۹۹ھ ص ۱۱۱